اردو ادب میں ہائیکو نگاری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ. ڈی

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اودھ یونیورسٹی، فیض آباد (یو. پی)

پیش کردہ

محمد ہارون صدیقی

ریسرچ اسکالر

شعبۂ اردو

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اودھ یونیورسٹی، فیض آباد (یو. پی)

نگراں

ڈاکٹر محمد نسیم خاں

صدر شعبۂ اردو

بابا برواداس پوسٹ گریجویٹ کالج

پروئیا آشرم، ضلع امبیڈکر نگر

۲۰۰۹ء

URDU ADAB ME HAIKU NIGARI KA TAHQEEQI WA TANQEEDI MUTAALA

Thesis

SUBMITTED TO

DR. RAM MANOHAR LOHIA AVADH UNIVERSITY

FAIZABAD

FOR THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

BY

Mohd. Haroon Siddiqui

Under Supervision of

Dr. Mohd. Nassem Khan

Head

DEPARTMENT OF URDU

B.B.D.P.G. COLLEGE PARUIYA ASHRAM,

DISTT. AMBEDKAR NAGAR

2009

فہرست ابواب

پیش لفظ

''اردو میں ہائیکو نگاری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' میری تحقیق کا موضوع ہے۔ ہائیکو ایک مختصر ترین ۵+۷+۵=۱۷ ارکان پر مشتمل جاپانی سخن صنف ہے، جس کو اردو میں داخل ہوئے پچیس سال کی مختصر مدت ہی گذری ہے۔ پھر بھی اس کی طرف رجحان اور شعراء اردو کی کدو کاوش کو دیکھتے ہوئے اس کے روشن مستقبل میں شبہ نہیں رہ جاتا ہے اس قلیل العمر بدیسی صنف پر ایسی مستقل اور جامع کتاب کا ابھی سراغ نہیں مل سکا ہے، جس میں اس صنف پر سیر حاصل بحث مل سکے اس ضرورت کے لحاظ سے اور موضوع کی مناسبت کے اعتبار سے راقم نے اپنے مقالے کو چھ ابواب میں منقسم کیا ہے تا کہ ہر ہر گوشہ سے اس دلپذیر صنف کا مکمل جائزہ لیا جا سکے۔

باب اول میں ہائیکو کے تاریخی سیاسی اور ادبی پس منظر سے بحث کرتے ہوئے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کن حالات سے گذر کر یہ مختصر صنف اردو شاعری سے متعارف ہوئی ہے اور کن اوصاف کی بنا پر اردو کی ہی صنف ہو کر رہ گئی ہے۔ اس باب میں ملک اور بیرون ملک اس کے امکانات کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔

دوسرے باب میں ملک میں اردو ہائیکو کے جدید شاعری کے رجحانات سے تقابلی مطالعہ اور اس سہ مصرعی صنف سخن کی تعریف وتعارف ہے ساتھ ہی اردو میں مروج دوسری سہ مصرعی اصناف شعر مثلاً تروینی، ماہیا، ثلاثی اور سین ریوز کے تعارف وتعریف کے ساتھ ان مذکورہ اصناف میں فرق اور وزن اور بحر کے اعتبار سے بھی الگ الگ صنف سخن سے موازنہ کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں اردو میں ہائیکو کی شمولیت کا تاریخی اور تمدنی جائزہ اور ممتاز ہائیکو نگار اردو شعراء کا مختصر جائزہ مع ان کے نمونہ کلام کے پیش کیا گیا ہے۔ تفصیلی واقفیت اور آ گاہی حاصل کرنے کے خیال سے ہندوستان، پاکستان اور بیرون ہندو پاک کے ممتاز ہائیکو نگاروں کے تعارف کے ساتھ ان کے نمونہ کلام کے

آئینہ میں ان کے مرتبہ اور مقام کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب چہارم میں ملک اور بیرون ملک کے چند اہم ہائیکو کہنے والوں کا تقابلی مطالعہ درج کیا گیا ہے۔ راقم کی کوشش اس پورے مقالے کی تیاری کے سلسلے میں یہی رہی ہے کہ صرف ان کے کلام اور ہائیکو سے ان کے انہاک کے آئینہ ہی میں ان کا مکمل جائزہ لیا جائے اور ان کی ادبی لسانی سرگرمیوں کا ذکر بھی اجمالاً اس باب میں شامل ہے۔

باب پنجم میں حمد اور نعت کے انداز میں کہے گئے اردو ہائیکو کا جائزہ ہے اور اردو شعراء کی فکر و فن کو ان کے کلام کے آئینہ میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

باب ششم اس مقالے کا آخری باب ہے اس کے تحت اردو ادب میں ہائیکو کی مقبولیت اور اہمیت کو واضح کرنے اور ہائیکو کے بڑھتے ہوئے رواج اور اردو شعراء کا اس صنف سخن سے لگاؤ اور ان کی دلچسپیوں کا ذکر شامل ہے۔

حرف آخر میں مقالے کا مختصر جائزہ ہے۔اس مقالے کی تیاری کے سلسلے میں میرے نگران ڈاکٹر محمد نسیم خاں صدر شعبہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اگر ممدوح کی ہمدردیاں شامل حال نہ ہوتیں تو اس قلیل العمر بدیسی صنف جو آج اردو شاعری کی مقبول صنف بن چکی ہے، کو سمجھنا اور ضابطہ تحریر میں لانا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ موصوف نے قدم قدم پر میری رہنمائی اور مستند ماخذات کی نشاندہی کی اور انہیں فراہم بھی کیا۔ اسی سلسلے میں میرے لئے خصوصی طور پر ان خاطر خواہ ہمدردی اور توجہ کے دروازے میرے لئے ہمیشہ کھلے رہے ان کا شکریہ ادا کرنا میرا اولین فریضہ ہے ان کے علاوہ بہت سے ارباب علم و آگہی کا بھی میں شکر گزار ہوں، جنہوں نے جس سے جو ہوسکا میری مدد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور میری حوصلہ افزائی کی میں ان سبھی حضرات کا سپاس گزار ہوں۔ ان ہی الفاظ کے ساتھ سپردم بہ تو مایہ خویش را۔

ریسرچ اسکالر

محمد ہارون صدیقی

اردو میں ہائیکو نگاری کا تحقیقی وتنقیدی مطالعہ

باب اول

سماجی اور تاریخی پس منظر۔ سیاسی پس منظر

تقریباً ساتویں صدی عیسوی کے آس پاس چین میں TANG خاندان حکمراں تھا۔ اس زمانے میں چین جاپان کے مقابلے میں تہذیب، ثقافت، علم و ادب غرضیکہ ہر لحاظ سے ترقی یافتہ تھا۔ دوسرے فنکاروں کی طرح یہاں ممتاز شعراء بھی موجود تھے۔ جاپانی شاعر و ادیب کسب فیض کی غرض سے چین جاتے تھے اور واپس آ کر چینی زبان میں نظمیں لکھتے تھے۔ اس لئے کہ ابھی جاپانی رسم الخط کسی واضح صورت میں نظر نہیں آ تا تھا جاپان میں چین کی تقلید کا رواج تھا۔ رفتہ رفتہ جاپانیوں میں اپنی زبان میں شعر کہنے کا رجحان پیدا ہونا شروع ہوا۔ نویں صدی عیسوی میں چین اور چینی زبان کے بارے میں زبردست معاندانہ ردعمل پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں ۸۹۴ء کے قریب جاپانی دانشوروں، شاعروں اور ادیبوں کو چین بھیجنا بند کر دیا گیا اور چین اور جاپان کے درمیان ہر طرح کے ثقافتی اور تمدنی تعلقات ختم ہو گئے۔ چینی رسم الخط کی جگہ جاپانی رسم الخط KANA رائج ہوا۔ پھر بھی حکمراں طبقہ اور رئیسوں کے یہاں چینی رسم الخط ہی رائج رہا۔ جیسے کہ ہندوستان میں اردو کے رواج کے بعد بھی یہاں رؤسا اور امراء کے یہاں فارسی کا ہی چلن برقرار رہا تھا۔ جاپانیوں کو اپنا رسم الخط KANA کے ایجاد ہونے سے اپنی زبان میں لکھنا آسان ہو گیا، جو دھیرے دھیرے جاپانی شعر و ادب کے لئے ذریعہ اظہار بن گیا۔ اس ضمن میں امین راحت چغتائی نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے وہ لکھتے ہیں:

''۹۰۵ء میں کوکن واکا شو Kokan Wakashu کے نام سے جاپانی شاعری کا ایک مجموعہ مرتب ہو گیا۔ یہ بہت اہم مجموعہ بیس جلدوں پر مشتمل تھا اس میں گیارہ سو نظمیں شامل تھیں کوکن واکا شو کی

اشاعت سے طویل ''چوکا'' کہنے کا رجحان ختم ہوگیا اور اس کی جگہ مختصر نظم ''تانکا'' نے لے لی۔''(۱)

سولہویں صدی عیسوی تک پہونچتے پہونچتے جاپانی ادبیات کے جدید دور کا آغاز ہوا۔ پہلے واکا بعد میں پھر رینگا بھی غائب ہوگئی اس کے بعد شاعری میں ہائیکو کی جانب رجحان بڑھنے لگا۔ ۱۸۶۷ء کی میجی تحریک Megi Restoration عہد ساز ثابت ہوئی اس نے سیاست تہذیب و ثقافت اور شعروادب سب کو جدیدیت کا رجحان دیا اور صرف چودہ سال کی مختصر مدت میں تانکا (۳۱ صوتی ارکان) ہائیکو (۱۷ صوتی ارکان) جاپان کی مقبول ترین اصناف سخن کے طور پر ابھریں۔ ۱۸۹۰ء اور ۱۹۶۷ء کے درمیانی عرصے میں خالص رومانی شاعری کو مقبولیت حاصل تھی بعد میں پچاس برسوں میں علامتی، جمالیاتی، پرولتاری اور رجائی شاعری کے رجحانات سامنے آنے لگے۔ اس کے علاوہ جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا گیا جاپانی شاعری میں فرانسیسی نظموں کا حقیقت پسندانہ اسلوب بھی اپنایا جانے لگا اور اب آزاد نظمیں بھی خوب لکھنے کا رواج ہوگیا ہے۔ جاپانی شاعری کے ارتقاء کی روایت کے فروغ میں یہاں کا حکمراں طبقہ پیش پیش رہا۔ انہیں میں وہ عظیم شہنشاہ میجی بھی تھا، جس نے بقول امین راحت چغتائی (راولپنڈی) ''نوے ہزار تانکا نظمیں کہیں''۔ اس شہنشاہ کی ملکہ بھی شاعرہ تھی اس کے فکر سخن کے نتیجے میں عوام میں بھی شاعری کا رجحان بڑھا اور لاکھوں کی تعداد میں تانکا نظمیں لکھی گئیں۔ اسی تانکا نظموں کی روایت کا خاطر خواہ ہائیکو نظموں کی پشت پر اثر ہے۔''(۲)

کہنے کو تو ہائیکو جاپانی صنف سخن ہے لیکن اردو کی تاریخ کے جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اردو ہندوستان کی دھرتی پر جنمی۔ یہاں کی فضاؤں میں پروان چڑھ کر جوان ہوئی، مزاج کے اعتبار سے فارسی اور عربی سے زیادہ قریب ہونے اور ان کے الفاظ کو املے اور معنیٰ کی غلطیوں سے پاک رکھنے کیلئے اس کا رسم الخط فارسی ہی مناسب سمجھا گیا۔ اس کی قواعد ضرور ہندی اب بھی برقرار رہی۔ اس کے باوجود اس کے جملہ اصناف جیسے غزل، نظم، قصیدہ، قطعہ، رباعی، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ سب بدیسی ہی ہیں ان اصناف میں کوئی

---

(۱) جاپانی شاعری کا ارتقا اور مشاعرے از امین راحت چغتائی راولپنڈی مشمولہ سہ ماہی ترسیل جے پور اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ ص ۲۰

(۲) جاپانی شاعری کا ارتقا اور مشاعرے مضمون نگار امین راحت چغتائی مشمولہ سہ ماہی ترسیل جے پور اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ ص ۲۱

صنف ایسی نہیں ہے، جسے ہندوستانی کا نام دیا جاسکے آج یہ تمام اصناف غیر ملکی نہیں بلکہ اردو کی اپنی اصناف ہیں چنانچہ اس سچائی میں کسی کو شک نہیں کہ اردو کی مقناطیسی کشش نے جس صنف کو اپنایا وہ اسی کی ہو کر رہ گئی یعنی کہ ''ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد'' روایتی اصناف میں طبع آزمائی کے ساتھ اکثر شعراء نے نئے افق اور خوب سے خوب تر کی فکر میں مروجہ اصناف کے علاوہ ان ملکی اور غیر ملکی اصناف پر بھی توجہ دینا شروع کی ہے، جن سے اردو کا دور کا رشتہ بھی نہیں تھا، جیسے ماہیا، تنکا، رینگا، سانیٹ، ہائیکو، چوکا، سیڈوکا وغیرہ۔ ابتدا میں تو ان سے اجنبیت کا احساس فطری امر تھا لیکن آج یہ حال ہے کہ ''من دیگرم تو دیگری'' کی تمیز مشکل ہوگئی ہے۔ قریب نصف صدی سے اردو میں ان کے رواج اور شمولیت نے انہیں اردو صنف شاعری اسی طرح بنادیا ہے، جیسے کہ غزل، قصیدہ، مثنوی رباعی وغیرہ اور دوسری اردو کی روایتی اصناف کو یہی حال ہائیکو کا بھی ہے۔ کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ مطلب کی ترسیل اس صنف کا وصف خاص ہے۔ اس کا پہلے نام Hokku تھا اور یہ اسی نام سے جانی جاتی تھی بعد میں اسے ہائیکو Haiku کہا جانے لگا اب یہی نام اس کی شہرت اور اسی نام سے یہ مقبول ہے۔ تاریخ ادبیات جاپان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعرو ادب میں ہائیکو کی اہمیت کسی صنف سخن کے طور پر نہیں تھی، جاپانی ادب میں یہ کب داخل ہوئی اس کا بھی کوئی واضح ثبوت دستیاب نہیں ہے اور نہ کوئی لائق یقین مفروضہ ملتا ہے ایک مضحل سی روایت Legend Story کی رو سے گیارہویں صدی کے ابتدائی دور میں ہوری کا دانے ہوکو کی شروعات کی یہ محض شاعر ہی نہیں تھا بلکہ حکمراں بھی تھا اس روایت سے الگ جاپان کے محققین ادب اس بات پر ایک زبان ہیں کہ ہائیکو کی ایجاد کے بعد باقاعدہ طور پر ہائیکو نگاری کا آغاز جاپانی حکمراں گوتاؤں کے دور حکومت میں ہوا۔ اسی کو ہائیکو کا دوسرا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد بشیر الدین کی تحقیق کے بموجب:

''ہائیکو کا جنم دو اصناف تنکا اور ہائی کائی Hai Kai کا مرہون منت ہے یہ نو مولود ہائی کائی Hai اور ہوکو Hokku کے کو Ku کے باہمی اتصال وارتباط سے وجود میں آیا۔ ''باسا کاشیکی'' جاپان کا چوتھا بڑا شاعر تھا، جس کے سایہ عاطفت میں ہائیکو گوئی ایک خودمختار صنف سخن کی حیثیت سے پروان چڑھی

اور کافی مقبول ہوئی۔ اکاشیکی کو ہائیکو کا پہلا جدید شاعر قرار دیا گیا اس کے عہد میں ہائیکو نگاری بتدریج ارتقائی منازل طے کرتی ہوئی بام عروج پر پہونچ گئی۔'' (۱)

جاپانی شعروادب چونکہ اختصار پسندی کا قائل ہے۔ اسی لئے جاپانی شعری اصناف مختصر ہوتی ہیں اور ان میں کم سے کم الفاظ کا استعمال بھی ضروری سمجھا جاتا ہے غالبًا یہی سبب ہے کہ جاپانی شاعری میں قافیہ و ردیف کی پابندی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہے بلکہ اس کا استعمال ہی غیرضروری سمجھا جاتا ہے۔ ایک جاپانی روایت ہے کہ جس شاعر نے پہلی ہائیکو نظم لکھی وہ جاپان کا شہنشاہ تھا اور اس کا نام ہوری کاوا تھا (Hori Kuwa) اس کا زمانہ ۱۰۸۷ء تا ۱۱۰۷ء بتایا جاتا ہے اس پہلے ہائیکو نگار کے بعد جاپان کے ایک اور شہنشاہ گوتاباGotaba ہائیکو کے دوسرے شاعر کی شکل میں نمودار ہوا۔ اس کے دور میں اس صنف سخن پر باقاعدہ توجہ دی گئی، جیسا کہ پہلے کی سطور میں تحریر کیا جاچکا ہے اس کا ابتدائی نام Hokku اور ثانوی نام (Haiku) ہے اور اسی نام سے یہ شہرت پذیر ہے۔

آج اردو شاعری میں مروج ہائیکو کی دھوم ہے، اور کثیر تعداد میں ہائیکو معرض وجود میں آ گئے ہیں۔ دراصل یہ عظیم مفکر اور شاعر مسٹر آر ایچ بلائتھ R.H. Blyth کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔ اس کا زبردست کارنامہ یہ ہے کہ اس نے جاپانی ہائیکوز کے تراجم کے ذریعے ادبیات عالم کو روشناس کرایا اور اس موضوع پر اپنی گراں قدر قریب تیرہ سو صفحات کی ضخیم کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ فرانسیسی پال لوئس شوشو Paul Lois Couhoud نے یوروپی ملکوں کو ہائیکو سے پہلی بار متعارف کرایا یہ اسی شوشو کی لگاتار کاوشوں کا نتیجہ ہے کہ دوسری تخلیقات شعروادب کے ساتھ ساتھ اردو ہائیکو کہنے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

ڈاکٹر فراز حامدی جن کا نام اردو ہائیکو کے فروغ دینے والوں میں سرفہرست ہے وہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''ادبیات عالم میں جاپانی شاعری کی افادیت و انفرادیت مسلم ہے پروفیسر رئیس الدین علوی نے

---

(۱) یادوں کی سوغات ص ۴۴ ادبی دنیا پبلیکیشنز امانی شاہ روڈ شاستری نگر جے پور مئی ۲۰۰۹ مضمون نگار ڈاکٹر محمد بشیر الدین نالندہ

لکھنوی شاعری کا جاپانی شاعری سے بہت ہی منصف مزاجی کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔علوی صاحب کی یہ کتاب جہاں ہندوستان اور جاپان کی دوستی کی بہترین مثال ہے وہیں جاپانی شاعری کو سمجھنے اور پرکھنے اور محسوس کرنے کا ایک موثر ذریعہ بھی ہے۔ جاپانی شاعری میں ہائیکو ایک ایسی خوش نصیب صنف ہے، جسے جاپانی شاعری کی دوشعری اصناف کا آشیرواد حاصل ہے۔ ہائیکو نے صنف تنکا کے بطن سے جنم لیا اور صنف ہائی کائی Hai Kai کے سبب اس کا نام کرن کیا گیا۔ یہ نوزائیدہ صنف سخن ہائی Hai اور اپنے پرانے نام ہوکو Kokku کے کو Ku کے جوڑنے سے ایک نیا نام Haiku سے سرفراز ہو کر یہ بڑی آن بان کے ساتھ جاپانی شاعری میں داخل ہوئی ہے۔ایک عرصہ دراز تک یہ نوزائیدہ صنف سخن ہو کر Hokku کے نام سے منسوب رہی لیکن جاپانی شاعری کے چوتھے بڑے شاعر ماساا کاشیکی کی ہائیکو نگاری اور ہائیکو نوازی نے اس صنف کو ایک خودمختار صنف سخن کا درجہ عطا کیا۔شیکی کی شعری خدمات کی بنا پر اسے ہائیکو کا پہلا جدید شاعر تسلیم کیا جاتا ہے اور اس کا عہد ۱۸۶۷ء تا ۱۹۰۲ء خصوصی طور پر ہائیکو کیلئے ایک سدابہار عہد ثابت ہوا اور اس کے عہد میں اس صنف کا نام مستقل طور پر ہائیکو ہو گیا اور ہوکو کو بھی ہائیکو کہا جانے لگا۔''(۱)

جاپان کے سب سے قدیم صنف سخن تنکا Tanka پانچ مصرعوں اور اکیس ارکان پر مشتمل ہوتی ہے اور صنف کے پہلے تین مصرعے ۵+۷+۵ کے التزام سے کل سترہ سیلیبلز پر مشتمل ہوتے ہیں اور ہائیکو اسی تنکا کے سرآغاز کا نام ہے۔ لہٰذا ہائیکو تین مصرعوں ۵+۷+۵ کل ۱۷ سیلیبلز پر مشتمل ہوتا ہے ان اوزان اور اختصار کی بنا پر ہی جاپان کے شعراء نے اسے سب سے زیادہ شرف قبولیت عطا کیا ہے۔ جاپانی شاعری کے اولین تین بڑے شعراء بالترتیب باشو، بوسن اور راسانے ہائیکو کو نئی شکل دینے کی کوشش کی اس وجہ سے ان قدیم شعراء کے یہاں (ان کے عہد میں) ۵+۷+۵ کے علاوہ ۵+۳+۵ اور ۵+۸+۶ سیلیبلز کے ہائیکوز بھی ملتے ہیں۔اس کے علاوہ ۱۹۰۰ صدی عیسوی کے بعد جاپان کی مشہور شاعرہ ''ای-جو'' نے زنانہ ہائیکو کی حمایت میں ایک تحریک چلائی اور ۱۹۲۶ء میں شنکو ہائیکو لکھنے کا رواج شروع ہوا اس کے قریب سات آٹھ

---

(۱) توازن ص ۱۲۳ ڈاکٹر فراز حامدی ماڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولا مارکیٹ دہلی ۲۰۰۴

سال بور ہائیکو کے شیدائیوں کا ایک گروہ ابھرا، جس نے کیووائی ہائیکو لکھنے کی حمایت میں تحریک شروع کی۔ مختصر یہ کہ ہائیکو ہر زمانے میں جاپانی شاعروں کی سرپرستی اور حمایتوں کے سائے میں پروان چڑھی۔ بقول ڈاکٹر فراز حامدی صاحب:

''اگر یہ کہا جائے کہ صرف ہائیکو ہی جاپانی ادب کی واحد شعری صنف ہے جس پر ہر جاپانی شاعر نے اپنی توجہ صرف کی اور اپنی محبتوں سے اسے اپنا کر پروان چڑھایا تو راقم الحروف کا خیال ہے کہ یہ غلط نہ ہوگا ان جاپانی شاعروں کی بے پناہ شفقتوں کا یہ نتیجہ ہے کہ ہائیکو کے ذخیرے میں برابر اضافہ ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔''

جاپان کی قدیم شعری اصناف تنکا اور رینگا خصوصی طور پر جاپانی دربار میں گا کر پڑھی جانے والی نظمیں ہوا کرتی تھیں۔ جاپانی دانشوروں اور ادیبوں کی نگاہ میں ہائیکو تنکا کا اوپری یا پہلا حصہ ہے۔ جاپانی تنکا کو واکا اور اتا کے ناموں سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس کا ابتدائی حصہ جو تین مصرعوں اور ۱۷ سلیبلز پر مشتمل ہوتا ہے اس حصہ کو ایک شخص گا کر ادا کرتا ہے اور آخری حصہ جو دو مصرعوں اور ۱۴ سلیبلز پر مشتمل ہوتا ہے اسے دوسرا شخص ادا کرتا تھا۔ تنکا کے یہی تین مصرعے مقبول ہو کر سترہویں صدی میں آزادانہ طور پر مکمل نظم کی صورت میں تبدیل ہو گئے۔ تنکا سے الگ ہو کر انیسویں صدی تک انہیں ہوکو کہا جاتا تھا یو کو ہائیکو میں کیسے تبدیل ہوئی اس سلسلے میں ہائیکو کے پرستاروں کی یہ دلیل بھی لائق غور ہے:

''تنکا کی مسلسل نظموں کو ملا کر جو شعری شکل ابھرتی ہے اسے رینگا کہا جاتا ہے۔ پندرہویں صدی میں رینگا کی دو قسمیں ہو گئیں پہلی کو یوشین رینگا اور دوسری کو شین رینگا کہا جانے لگا۔ شین رینگا سے وابستہ شعراء جدید شاعری کے دلدادہ تھے اور یوشین رینگا سے منحرف لہٰذا اس کا نام بدل کر ہائی کائی Hai Kai رکھ دیا گیا جو ہائیکو کے Hai اور Hokku کے Ku سے ملکر بنا ہے۔

ہائیکو کے اوزان میں حک و اضافہ کی بحث کسی زمانے میں طول پکڑ گئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد اور نثری ہائیکو بھی بہت زیادہ لکھے گئے۔ لیکن تمام تر اعتراضات کے باوجود مذکورہ اوزان کے دو اقسام اور نثری

ہائیکو بھی بہت زیادہ لکھے گئے اور یہ آج بھی رائج ہے۔ پہلی قسم یا صورت بحر خفیف شی مسدس ہے، جس میں غیر مقفیٰ ہائیکو لکھے جا رہے ہیں اور دوسری قسم جو جاپانی کلاسیکی سے زیادہ قریب ہے وہ فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع ہے اس کے مطابق پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے قافیہ کے استعمال سے اس مختصر ترین صنف میں لطافت کے ساتھ فنی نکھار پیدا ہوا اور اس کے رنگ و آہنگ اور صوری حسن میں مزید اضافہ ہوا۔

ہائیکو صرف جاپانی شعراء اور دانشوروں کی توجہ کا مرکز نہیں بنی رہی بلکہ اس مختصر شعری صنف پر فرانس اور انگریزی ادب کے دانشوروں کی مہربانیاں بھی مرکوز رہی ہیں۔ ایسے دانشوروں میں ایذرا پاؤنڈ (Ezra Pound)، ڈی جے سلینجر (D.J. Salinger)، لاف کا دیوہاون (Lafcadio Heaven) اناطول فرانسی (Anetnl France) کے نام بھی لائق ذکر ہیں، جنہوں نے ترجموں کے وسیلے سے جاپانی تہذیب و ثقافت کو سمجھنے اور ہائیکو کو پرکھنے کی بہت زیادہ کوششیں کیں اور اپنی تلاش و معلومات سے دوسری زبانوں کے اہل قلم کو بھی روشناس کرایا۔

فرانسیسی ادیب پال لوئس شوشو، جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اس نے یوروپین ادب کو سب سے پہلے روشناس کرایا اردو ہائیکو کے فروغ و احیاء میں امریکہ میں اردو شعراء کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ یہ دنیا کا پہلا ملک ہے، جہاں عروس ہائیکو کی مشاطگی کرنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے، جو اردو ہائیکو کی تاریخ میں لگاتار اضافے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس کے علاوہ فرانس، رومانیہ، شمالی افریقہ، نیوزی لینڈ، اٹلی، ہنگری، جرمنی، کولمبیا، ارجن ٹائینا، برطانیہ، نیدر لینڈ، یوگوسلاویہ، اسپین، کینیڈا، آسٹریلیا، پاکستان اور ہندوستان ایسے ترقی پذیر ممالک ہیں، جہاں ہائیکو نگاری کا فن باضابطہ تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس میں مبتدی شعراء بھی شامل ہیں اور منتہی شعراء بھی۔ ان کے علاوہ اردو غزل، اردو گیت، اردو دوہا، اردو ماہیا اور دوسرے شعری اصناف کے معتبر اور قد آور شعراء بھی اس تحریک کو آگے بڑھانے میں سرگرم عمل ہیں۔ بقول ڈاکٹر محمد بشیر الدین صاحب:

''ہائیکوز کے مخصوص موضوعاتی رسالہ کا چلن بھی عام ہوتا جارہا ہے، سہ ماہی رسالہ ہائیکو ورلڈ کے مدیر اعلیٰ ساحر شیوی اور مدیر سید معراج جامی جیسے قد آور اور ادیب ونقاد کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ موضوعاتی رسائل کی تاریخ میں اضافے کے ساتھ ادب کے عالمی افق پر ان کی شناخت قائم ہو چکی ہے یہ رسالہ فن سے گہری وابستگی کا مظہر ہی نہیں اس کے خوش آئند مستقبل کا ترجمان ونگہبان بھی ہے۔ اردو ہائیکو کو حرز جان بنانے والے فنکاروں میں ساحر شیوی کا نام سرفہرست نہ سہی لیکن نمایاں حیثیت کا ضرور حامل ہے۔''(۱)

اس ضمن میں ڈاکٹر فراز حامدی نہایت مفصل روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''عالمگیر پیمانے پر اردو شعراء سہ مصرعی شعری اصناف اردو ماہیا اور اردو ہائیکو پر محبتوں اور چاہتوں کے ساتھ طبع آزمائی کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ موضوعاتی رسائل کی تاریخ میں ماہیا دوہے بھی بطور اصناف اسی سال کراچی سے شائع کیا گیا ہے.................. یہ صرف ماہیا نگاری پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہندوستان میں خصوصی طور پر اردو ہائیکو اور اردو ماہیا سے متعلق کوئی موضوعاتی رسالہ شائع نہیں ہورہا ہے لیکن اس کا احساس اس لئے نہیں ہو پاتا کہ ہندوستان سے شائع ہونے والے بیشتر اردو رسائل میں کوہسار جنرل، شاعر، توازن، گلبن، اسباق، اثبات ونفی، انشاء، میرٹھ میلہ، رنگ بو، دستخط، قومی محاذ، دستک، کتاب نما قابل ذکر ہیں۔''(۲)

جیسے کہ جاپانی شاعری میں ہائیکو مقبول ترین صنف ہے اسی طرح اردو ہائیکو بھی اردو شاعری کی معروف ومشہور صنف سخن ہے لطف کی بات یہ ہے کہ یہ صنف اردو شاعری میں قدیم نہ ہو کر ۲۴-۲۵ برسوں میں ہی عالمی سطح پر پھیلے ہوئے اردو شعراء کے اظہار کا وسیلہ بنی ہوئی ہے اور اردو شعراء بھی اسے ٹوٹ کر اپنائے ہوئے ہیں، جس کے پیش نظر اردو ہائیکو کا گرانقدر ذخیرہ اردو شعروادب کی تاریخ کو درخشاں کئے ہوئے ہے۔ اب بھی اردو ہائیکو کا سفر جاری ہے۔ ڈاکٹر فراز نے پاکستان کے معروف قلمکار اور شعراء کی

(۱) مضمون ہائیکو کی تاریخی جھلکیاں اور ہائیکو نگاری مشمولہ یادوں کی سوغات مرتب ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۸

(۲) توازن ڈاکٹر فراز حامدی ص ۱۲۷ موڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولا مارکیٹ دہلی ۲۰۰۴

طویل فہرست دی ہے، جسے من وعن اس موقع پر پیش کرنا ہائیکو کی عالمی سطح پر پذیرائی کی نشاندہی کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو:

''پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر محمد امین نے اردو شاعری میں ہائیکو کے وجود کو قائم کرنے اور اسے استحکام عطا کرنے کا ایسا لگتا ہے کہ جیسے کہ مصمم ارادہ کر رکھا ہے اور اپنے طبع زاد ہائیکوز کا مجموعہ ۱۹۸۱ء میں شائع کر چکے ہیں۔ پاکستان کے دوسرے قد آور شعراء نے ہائیکو کے فروغ وارتقاء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، جن میں محسن بھوپالی، قاضی سلیم، مخمور جالندھری، دلنواز دل، شاہین فصیح ربانی، عبدالعزیز خالد سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کے مدیر اعلیٰ سید معراج جامی، امین راحت چغتائی، نصیر احمد، قمر ساحری، بشیر سیفی، پروفیسر سجاد مرزا، پروفیسر ریاض احمد سحر، فراست رضوی، رفیق سندیلوی، علی محمد فرشی، انور فیروز، سید حمایت علی شاعر کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔''(۱)

ہندوستان میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی (مدیر اعلیٰ سہ ماہی کوہسار جنرل بھاگلپور) نے ہائیکو کو سرفرازیاں عطا کیں۔ انہوں نے منتخب ہائیکو کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا، جس میں ہندوستان اور پاکستان کے ہائیکو نگار شعراء کے ہائیکوز شامل ہیں۔ یہ عالمی سطح پر ہائیکو کی پہلی کتاب ہے، جو چار زبانوں میں شائع کی گئی ہے۔

پروفیسر نادم بلخی، ناوک ہمزہ پوری، شارق جمال جیسے مستند اور معتبر شعراء نے بعد میں ہائیکو کے مجموعے شائع کئے، علیم صبا نویدی نے ۸۷-۱۹۸۹ء میں اور ۱۹۸۹ء میں تسلسل کے ساتھ ترسیلے شعاع مشرق اور تشدد کے ناموں سے اپنے طبع زاد ہائیکوز کے مجموعے زیور طبع سے آراستہ کر کے ہائیکو نگاری کو فروغ دیا۔

معروف نقاد ڈاکٹر رفعت خاں نے گہوارہ علم وادب ٹونک سے ہائیکو تنقیدی جائزہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ ڈاکٹر فراز حامدی نے ہائیکو مجموعہ ۱۹۸۹ء میں ترتیب دیا، جس کی اشاعت غیر معمولی تاخیر

---

(۱) کوکن کا مسافر ص ۴۲ ڈاکٹر جمیلہ عرشی مضمون شاعر کوکن ہائیکو کے درین میں ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۵

کے بعد یادوں کی سوغات کے نام سے ۲۰۰۸ میں شائع ہوا۔ موصوف کا تنکا کا مجموعہ ابھی اشاعت کے مرحلے میں ہے۔

ہندوستان میں ہائیکو کے ارتقائی سفر میں مظہر امام بلراج کومل، کرامت علی کرامت، شان الحق حقی، ساحل احمد، کرشن موہن، شیو بھوشن، نینا جوگن، سرشار بلند شہری، کاوش پرتاب گڈھی، چراغ جے پوری، ڈاکٹر ولی چشتی، ڈاکٹر عبید حاصل، ڈاکٹر پرواز پیکر اور ڈاکٹر ارشد کمال وغیرہ کی ہائیکو خدمات لائق تحسین ہیں۔

اردو شاعری میں ہائیکو کے تعارف کے ساتھ ساتھ ہائیکو کی ہیئت میں تجربے ہونا شروع ہوئے، جاپانی ہائیکو کی تقلید میں مقفیٰ اور غیر مقفیٰ ہائیکو لکھے گئے اور اس ہیئت سے انحراف بھی کیا گیا۔ مساوی الاوزان مصرعوں میں ہائیکو لکھے گئے، بحر خفیف میں ہائیکو لکھے گئے نثری ہائیکوز کا بھی چلن عام ہوا اور اردو شاعری میں عرصہ دراز تک اردو ہائیکو مباحث کا موضوع بنا رہا۔ لیکن اردو شاعری میں گذشتہ چند سالوں سے اردو ہائیکو کے لئے دو ہیئتیں زیادہ مستعمل ہیں پہلی ہیئت بحر خفیف مسدس میں غیر مقفیٰ تین مصرعے اور دوسری ہیئت فعلن فعلن فع/ فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع یہ ہیئت جاپانی کلاسیکی سے قریب ترین ہے اور اس ہیئت میں ہائیکو کا پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم قافیہ ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ قافیہ کا استعمال اور سہ مصرعی اور مختصری صنف میں نہ صرف یہ کہ لطافت پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے رنگ و آہنگ میں بھی اضافہ کرتا ہے۔ ساحر شیوی اردو شعر و ادب میں ایک معتبر نام ہے قادر الکلام شاعر ہونے کی حیثیت سے سبھی اصناف سخن پر ان کو دسترس حاصل ہے۔ اسی طرح ہائیکو کہنے میں بھی انہیں بڑی مہارت حاصل ہے۔ ان کی ہائیکو کا مجموعہ کوکن کی خوشبو ۲۰۰۲ء میں شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکا ہے۔ یوروپین ممالک کو ہائیکو سے متعارف کرانے کا سہرا فرانس کے مشہور شاعر پال لائیس شونشو کے سر ہے، جن کی محنتوں اور کوششوں کی بنا پر دوسرے شعر و ادب کے ساتھ ساتھ اردو شعر و ادب میں بھی متعدد ہائیکوز معرض وجود میں آ چکے ہیں۔ اب بھی ان کی مشق جاری ہے۔ یوروپین ممالک میں قیام پذیر اردو شعراء میں شاعر کوکن ساحر شیوی کی ہائیکو نوازی کے پیش نظر انہیں یہ مرتبہ حاصل ہے کوکن کی خوشبو اس بر اعظم سے شائع ہونے والا اردو کا اولین ہائیکو کا مجموعہ ہے۔

جیسا کہ پچھلی سطور میں کہا جا چکا ہے کہ جاپانی صنف تنکا کے پہلے تین مصرعے ہی ہائیکو کی اولین شکل ہے اس لئے اس موقع پر تنکا کے بارے میں چنداں تفصیلی ذکر بعید از موضوع نہ ہوگا جاپانی اصناف میں ہائیکوز اور سین ریوز کا عہد شباب تو بہت پہلے بعد کی بات ہے اس سے پہلے جاپان ہی میں ہائیکو تنکا اور رینگا کی شکل میں پروان چڑھ رہا تھا ان پانچ مصرعوں کی اصناف کو ۵+۷+۵+۷+۷=۳۱ ارکان واوزان میں ترتیب دیا جاتا تھا۔ ان اصناف کا براہ راست تعلق شاہی دربار سے رہا ہے یہ توصیفی نظمیں جو قصیدے کے مشابہ ہوتی تھیں ان کو دربار شاہی میں گا کر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ نظم اگر ایک شاعر کی تخلیق ہوتی تھی تو اسے تنکا کہتے تھے اگر اس کے پہلے تین مصرعے ایک شاعر کے اور بقیہ دو مصرعے دوسرے شاعر کی دین ہوتے تھے تو اس ملی جلی نظم کو رینگا کہا جاتا تھا۔ بعد میں جب ان نظموں کے چوتھے اور پانچویں مصرعے کو مسترد کر کے اس کے محض تین مصرعوں میں خیال نظم کیا جانے لگا تو اس سہ مصرعی صنف کو ہائیکو کا نام دیا گیا، جو بعد میں مقبول ہو کر جاپان کی سب سے زیادہ مقبول صنف بن گئی۔

رفیق شاہین کے لفظوں میں تنکا کی تعریف اس طرح ہے:

تنکا ۵+۷+۵+۷+۷=۳۱ ارکان۔

تنکا ۳۱ صوتی ارکان پر مشتمل ایسی پانچ مصرعی نظم یا گیت ہے، جس کے اولین تین مصرعے باعتبار اوزان وترتیب ہائیکو کے مماثل ہوتے ہیں، جس میں سات سات ارکان کے اضافے سے نظم کا مضمون مکمل ہوتا ہے۔ کوئی بھی نثری یا شعری صنف اگر اپنے دامن میں اظہار کی وسعت رکھتی ہے تو فنکاروں کی توجہ اپنی جانب مبذول کر ہی لیتی ہے۔ تنکا اپنے پانچ مصرعوں کے امتیاز کے سبب ہائیکوز سے بھی زیادہ باصلاحیت اور کارآمد صنف سخن ہے، جس میں خیال کو موثر طور پر سجا کر اور سنوار کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی نے تنکا کو ہمہ جہت موضوعات سے آراستہ کیا ہے اور اس میں انہوں نے خاص طور پر من موہنے اور رسیلے گیت برہا گیت، آس ونراس کے گیت، ملن کے گیت، رس بھرے گیت، مستی سے سرشار گیت پیش کئے ہیں، جو فوراً ہی دل میں اثر کر جذبات سے رشتہ استوار کر لیتے ہیں۔ گیتوں کے علاوہ انہوں نے نظموں کو بھی

تنکا میں جگہ دی ہے، چند تنکا گیت ملاحظہ کیجئے:

گھر آئے بادل
بچھڑا ساتھی یاد آیا
ہوا ہے من بیکل
کاش کے بچھڑے مل جائیں
خوشبو کے گل کھل جائیں

چھوئے گا یہ ساتھ
کہا نجومی نے مجھ سے
دیکھ کے میرا ہاتھ
وہی ہوا وہ چھوٹ گیا
جیون مجھ سے روٹھ گیا

گھر آیا اندھیار
ماجھی رہنا سادھان
تاک میں ہے منجدھار
دو لے نیا دھارے پر
لے چل مجھے کنارے پر

ٹوٹ نہ جائے آس
طوفانوں سے مت گھبرا
خود پہ رکھ وشواس
آنچل رات کا ڈھلکے گا
سورج صبح کا چمکے گا

دل تو پاگل ہے
کسی پہ بھی آ جاتا ہے
یہی تو مشکل ہے
پتھر سے خود ٹکرائے
چوٹ لگے تو مسکائے

توڑ لیا تھا پھول
ایک شام گل مرگ میں
تن سے اتری دھول
لہو میں خوشبو اس کی ہے
آج تلک وہ اپنی ہے

پتھر برسیں گے
شیشے کی دیواروں پر
اور لوگ ہنسیں گے
سوچا کر کچھ سمجھا کر
دن میں خواب نہ دیکھا کر

ماضی کی قدریں
چندا کی شکلوں کی طرح
گھٹتی بڑھتی ہیں
ہونٹوں ہونٹوں چلتی ہیں
بن ممتا کے پلتی ہیں

آنے والا کل
خوشیاں لے کر آئے گا
ایسا مان کے چل
امیدوں کی چھت پر آ
ارمانوں کو دھوپ دکھا

جھرنے کی آواز
دریا میں بہتی رہتی ہے
خاموشی کے ساتھ
ساگر میں مل جائے گی
گہرائی کہلائے گی

یوں تو محبت ہے
اپنے سائے میں لیکن
ایک شکایت ہے
سورج جب سر پر آئے
سایہ چھوٹا ہو جائے

اے ودیا ساگر
ہے ایسی کوئی وڈیا
یا ہے کوئی دوا
شیشہ پتھر بن جائے
لہروں پر گھر بن جائے (۱)

---

(۱) مضمون جاپانی شعری اصناف مشمولہ اردو کے ہمہ جہت قلمکار رفیق شاہین ص ۹۸ ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۶

ڈاکٹر امین راحت چغتائی راولپنڈی نے اردو ہائیکو نگاری کے مسائل سے متعلق ایک طویل مقالہ اپنے تحقیقی اور تنقیدی مضامین کی کتاب ردِ عمل میں شامل کیا ہے انہوں نے اس مضمون میں اس امر پر زور دیا ہے کہ ہائیکو کہنے کے لئے زین بدھ ازم کا مطالعہ کرلیا جائے تو تفہیم آسان ہو جاتی ہے۔ جاپانی ہائیکو نگار عام طور پر ہائیکو کے تیسرے مصرعے کے مفہوم کو قاری کی فکری سطح جانچنے کیلئے چھوڑ دیتا ہے ان کا کہنا ہے کہ غزل میں ابہام ہو تو غزل ناقص اور ہائیکو میں ابہام نہ ہو تو ہائیکو ناقص۔ اور زین بدھ ازم میں ان کہی ہوئی بات کہی ہوئی بات سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ جاپانی اپنی روزمرہ کی زبان میں اختصار سے کام لیتے ہوئے لفظ کم کہہ کر بات زیادہ سمجھنے کیلئے مخاطب کو سپرد کر دیتے ہیں یعنی گفتگو میں محاکمہ زیادہ اور عمل اس سے بھی زیادہ یہی اہل جاپان کا شعری رویہ ہے۔ ہائیکو کے یہی دو اسلوب ہیں ایک جو پہلا مذکور ہو چکا اور دوسرا یہ کہ پوری ہائیکو میں عام شاہد ہے کہ کوئی ایسی بات کہہ دی جائے، جسے بادی النظر میں کوئی اہمیت نہ دی گئی ہو یا اس پر کم توجہ دی گئی ہو۔ مثال کے طور پر یہ ہائیکو دیکھئے:

پریتم کا سندیش
پروا لے کر آئی ہے
بکھرے میرے کیش

مفہوم یہ ہے کہ ساجن کے آنے کی خبر پا کر محبوبہ پریشان ہے کہ اسی وقت تو مجھے بن کر سنور کر پوری آراستگی اور مشاطگی سے سج کر اپنے پریتم کے خیر مقدم کیلئے تیار رہنا چاہئے تھا اور حال یہ ہے کہ میرے بال ابھی تک بکھرے ہوئے ہیں ان میں کنگھی چوٹی کی بھی نوبت نہیں آئی۔ ہائیکو میں شعوری یا غیر شعوری طور پر سارا بھاؤ Treatment زین بدھ ازم کی تعلیمات کا سایہ ہے۔ سامنے کی بات مشاہدے کی ندرت سادہ الفاظ بڑا مفہوم اور بے سبب تراکیب سے لطف بیان پیدا ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی اس لحاظ سے لائق ستائش ہیں کہ انہوں نے جاپانی مزاج شاعری کو زین بدھ ازم کی حیثیت سے اپنا کر چراغ جلانے کی روایت کو قائم رکھا ہے۔ زین بدھ ازم کیا ہے، جس کا ذکر ایک معمہ کی صورت میں ہائیکو کی تاریخ اور اس کی

ارتقائی منزلوں کے سفر کے دوران بار بار موضوع بحث آتا ہے۔اس کی تعریف کرتے ہوئے امین راحت چغتائی نے ایک عجیب سی بات کہی ہے، جو عجیب ہونے کے ساتھ ساتھ ہائیکو کی تخلیق کے سلسلے میں ذہن میں رکھنے کی بھی بات ہے، وہ لکھتے ہیں:

''جاپان کے قدیم دارالحکومت کیوٹو (۱۷۹۴ء-۱۸۶۸ء) میں زین بدھ ازم کی تعلیم وتہذیب کا پرچارک ایک معبد ہے، جسے رائیوآن جی مندر Rounji Temple کہا جاتا ہے۔ یہ مندر ۱۴۵۰ء میں تعمیر ہوا تھا اور اب اسے عالیشان میراث کا درجہ حاصل ہے۔اس مندر سے ملحق تعمیر شدہ عمدہ ترین باغوں میں ہوتا ہے اور باغ کیا ہے ....ایک وسیع وعریض احاطہ، جس میں چھوٹی سفید مجری بچھائی گئی ہے، جیسے کھیت میں سہاگہ پھیر کر ہل سے باریک کھالیاں بنائی گئی ہوں۔ بیچ میں مختلف مقامات پر چھوٹے بڑے حجم کے پندرہ پتھر Rock رکھے ہوئے ہیں۔کہیں دو کہیں تین ان پتھروں کے اردگرد دائرے کی شکل میں گھاس اگائی گئی ہے اور گھاس کے اردگرد مجری میں بڑے پرکار سے بارہ بارہ دائرے کھینچے گئے ہیں اور بس .... یہ ہے رائیوآن جی مندر کا باغ جو دراصل خالی الذہن ہو کر من کی شانتی پانے کا آسان علامتی اظہار ہے۔زین بدھ ازم کی یہی سادگی اور پرکاری ہے، ظاہر میں آنکھ کو یہ باغ نظر نہیں آتا۔''

''اسی طرح ظاہر میں آنکھ کو پانچ سات اور پانچ صوتی ارکان پر مشتمل تین مصرعوں میں کوئی بڑا پن کوئی حسن دکھائی نہیں دیتا لیکن زندگی کو آسان اور سادہ بنالیا جائے تو کتنے مسائل ازخود حل ہوجاتے ہیں اور چھوٹی بڑی باتیں بڑی بن کر سمجھ میں آنے لگتی ہیں یہی رائیوآن جی مندر کا باغ ہے۔''(۱)

اپنی گفتگو کو اور واضح کرنے کی غرض سے موصوف نے ڈاکٹر فراز حامدی کے چھ ہائیکوز درج کئے ہیں، جن میں ابہام یعنی بات ادھوری چھوڑ کر قاری کی ذہانت کا گویا کہ امتحان لیا گیا ہے، ملاحظہ کیجئے:

کل دوپہر میں
جب وہ ملی تو اس کا
دامن گیلا تھا

(۱) مشمولہ یادوں کی سوغات ص ۱۳ ڈاکٹر فراز حامدی مضمون نگار امین راحت چغتائی کوکن رائٹرس لکھنؤ نیروبی کینیا ۲۰۰۸

اس لڑکی کے پاس
اک بوڑھا بیٹھے بیٹھے
حقہ پیتا ہے

پیڑوں کے سایے
سہمے سہمے بیٹھے ہیں
سورج کے ڈر سے

کتراتا ہوں میں
خود سے ملتا ہو اگر
ہٹ جاتا ہوں میں

ساہس تھا آدھار
آخر آخر کر ہی لی
لچھمن ریکھا پار

سوکھا سا اک پیڑ
میرے گھر کے پچھواڑے
گرنے والا ہے

بظاہر ان ہائیکوز میں کوئی ابہام سمجھ میں نہیں آتا ہے یہاں دو ہائیکو نظمیں دیکھئے جو جاپانی اسلوب میں ہیں۔ دامن گیلا تھا اور حقہ پیتا ہے کا اصل مفہوم نہیں ظاہر کیا گیا ہے یہ ہے کسی ہائیکو کو نظم کی سادگی شاعر نے یہ بات نہیں بتائی کہ سماجی اذیتوں اور تکلیفوں سے نڈھال لڑکی کا رو رو کر دامن بھیگ گیا تھا۔ اب دو پہر میں جب اس سے ملاقات ہوئی تو مظالم کی داستان محبوب پر ظاہر ہوئی اور دوسری ہائیکو میں حقہ پیتا ہے میں نہایت سادہ طور پر ایک حقیقت بیان کی گئی ہے کہ لڑکی جوان ہو چکی بڈھے کو اپنی بیٹی کی شادی کی فکر نہیں ہے دیکھو کس اطمینان سے اس فکر سے بے نیاز ہو کر حقہ گڑگڑا رہا ہے۔ اس کی ساری توجہ لڑکی کی رکھوالی پر ہے۔

اسی طرح کتراتا ہوں والے ہائیکو میں شاعر کہتا ہے کہ آج ہر شخص اپنا ظاہر ہی دکھاتا ہے باطن غائب رکھتا ہے اس لئے اس کی ساری حقیقت مخفی رہتی ہے اور اصل حقیقت صرف باطن میں جھانکنے سے پتہ چلتی ہے۔ لچھمن ریکھا پار والے ہائیکو میں ایک تاریخ کے درپن کی سچائی بیان کی گئی ہے کہ سیتا جی نے اپنی ہمت سے لچھمن جی کے کھینچے ہوئے حصار کو پار کرلیا تھا اسی وجہ سے ان کو مصائب کا دکھ اٹھانا پڑا مگر یہ ان کے حوصلے کی بات تھی، جو انہوں نے حصار توڑ کر دکھ جھیلے اور آخر کار شر پست ہوا اور خیر فتح یاب ہوا۔ اگر وہ لچھمن ریکھا نہ پار کرتیں تو شر اور کوئی مشکل اختیار کر لیتا سیتا نے اپنی ہمت سے ریکھا سے باہر آ کر راون کے سارے شر کو نیست و نابود کر دیا اور آخری ہائیکو بھی خالصتاً جاپانی اسلوب میں ہے۔ پیڑ آج سوکھا ہے لیکن ہمیشہ سوکھا نہیں ہرا بھرا تھا۔ اس پر پرندوں کو ٹھکانا ملتا تھا۔ گھر میں سایہ رہتا تھا پیڑ پر بیٹھنے والے پرندوں کے نغمے سنائی دیتے تھے۔ آج گھر والوں کا رویہ یہ ہے کہ نرم چھاؤں اور پرندوں کی چہکار سے تو لطف لیتے رہے مگر اسے سوکھنے سے نہ بچا سکے۔ یہی رسم دنیا ہے کہ جب تک دوسرے سے مدد ملتی ہے تو ساتھ اور جب اس کی مدد یا سہارا ختم تو اس سے منہ پھیر لیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا سبھی ہائیکوز کا مزاج جاپانی ہائیکوز کا ہے، جس کی وجہ سے ہر موضوع ایک نیا پن لئے ہوئے سامنے آتا ہے یہی چیز زین بدھ ازم ہے۔ حقیقت میں ہائیکو نگاری ایک خاص رویے کو کہتے ہیں، جس میں زین بدھ ازم کی روح جلوہ گر ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر ہائیکو میں عام مشاہدے کی بات میں نیا اور انوکھا پن پیدا کیا جائے یا تیسرے مصرعہ کی بے ربطگی میں ربط تلاش کیا جائے۔ مافی الضمیر کے اظہار کیلئے سادہ الفاظ کا سہارا لینا ہی ہائیکو نگاری کا متقاضی ہوتا ہے اگر اس تہہ داری میں جھانکیں تو شاعر کا مطمع نظر منکشف ہوتا چلا جائے۔

جاپانی پیٹرن کے کچھ اور ہائیکوز دیکھئے:

دریا میں سیلاب
آتے جاتے رہتے ہیں
آنکھوں میں کچھ خواب

سیلاب تو آتے رہتے ہیں لیکن کیسے کیسے خواب آنکھوں سے جاتے رہتے ہیں یہ خواب وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں، جنہوں نے سیلاب آتے جاتے دیکھے ہوں گے اور جن کی آنکھوں سے خواب تعبیر کی صورت میں سب کچھ بہا کر لے گئے ہوں ایک دوسرا ہائیکو دیکھئے:

کس کا لڑکا ہے
آتے جاتے لوگوں سے
لڑتا رہتا ہے

لفظ کس غور طلب ہے لڑکا کسی بڑے کا ہی ہوسکتا ہے جو آتے جاتے لوگوں سے لڑتے رہنے کی نہایت اوچھی حرکت کرتا ہے پھر بھی اس میں وہ اپنی بڑائی محسوس کرتا ہے اس بات پر اسے گھمنڈ ہے کہ اس کو کہنے سننے والا کوئی نہیں ہے۔ یعنی وہ ہر طرح سے آزاد ہے اس سے کسی میں پوچھنے کی ہمت نہیں ہے کہ وہ ایسی نازیبا حرکت کیوں کرتا ہے۔ ایک طرف جہاں یہ لوگوں کی کم ہمتی کا رونا ہے وہیں معاشرے کی بے حسی اور بزدلی کی بھی تصویر ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کچھ ممکن بھی تو نہیں سب ہی کا یہ کہنا ہے ایک اور ہائیکو ملاحظہ کیجئے:

مجھ کو لگتا ہے
بھیگی بھیگی پلکوں سے
تجھ کو پڑھتا ہے

حال غم جہاں لکھنے والے کے آنکھیں درکار ہیں وہیں پڑھنے والے کو بھی آنکھیں چاہئیں۔ لکھنا اگر ایک مجبوری ہے تو دوسرے کی پڑھنا مجبوری اب ایسی حالت میں پلکیں بھیگیں گی ضرور ہی:

کس کا خط آیا
یہ تو کورا کاغذ ہے
کیا لکھا ہوگا

محبوب کا خط تو آیا ہے مگر کورے کاغذ کی صورت میں اور زندگی تو پہلے کورا کاغذ تھی یہ صورت اس کو اور کورا

کر گئی۔ پنجابی یا ہندی میں کورا بندہ یا کورا جواب لکھتے یا کہتے ہیں یعنی صاف جواب بمعنیٰ نفی میں جواب (بغیر کسی خلوص ومحبت کے) ادھر خط پانے والا آس لگائے تھا کہ کوئی امید افزا صورت ہوگی شاید خوشی یا وصل کی بات شاید محبوب نے لکھی ہو۔ جو اس کا وہم ہی ثابت ہوا کورا کاغذ ملنا ہی عاشق کی خود فریبی کی دلیل ہے۔ دلنواز دل صاحب ہائیکو کیلئے ردیف قافیہ کی قید سے آزاد لکھنے پر زور دیتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ یہ تمام ہو کر بھی نا تمام رہتی ہے اور یہی ایک عمدہ ہائیکو کی معراج ہے، جیسے:

کشتی ساحل تک

آتے آتے ہوگئی

آنکھوں سے اوجھل

پہلی لائن میں ہائیکو ایک منظر پیش کرتا ہے دوسری سطر میں آتے آتے نے دیری وقت کا اظہار کیا ہے یا اشارہ دیا ہے اور تیسری سطر میں وقت اور منظر کو آنکھوں سے اوجھل کر دیا ہے۔ اس طرح ہائیکو تمام ہو کر بھی قاری کیلئے نا تمام رہ گیا ہے۔ یہی ہائیکو نگاری کا کمال فن اور یہی ہائیکو کی بلندی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کشتی کیا ہوئی کشتی میں کتنے لوگ سوار تھے یا تھے ہی نہیں، کیسے لوگ تھے، کون کون تھے، بچے تھے، بوڑھے تھے، جوان تھے، مرد تھے، عورتیں تھیں، کشتی کا ملاح تھا کہ نہیں کیا چپوار راہ میں ٹوٹ گئی تھی یا کنارے پہونچتے پہونچتے چھوٹ گئی یا ٹوٹ گئی، اگر ٹوٹی تو کیسے ہائیکو کا یہی ادھورا پن کوئی بڑا یا اعلیٰ ہائیکو نگار چھوڑ جاتا ہے یا قاری اس ادھورے پن اور ہائیکو نگاری کے تخلیقی عمل میں اس کا ہم سفر ہو اور اپنی فکر وسوچ کے مطابق ان سوالوں کا حل خود تلاش کرے کیونکہ ہائیکو نگار اس کا جواب دے نہیں۔

کیسے ہیں وہ لوگ

آؤ چل کر دیکھ آئیں

بیٹی کی سسرال

اس ہائیکو میں ایک بیٹی کے ماں باپ کا کرب کسی بلا سے کم نہیں جو دشت خیال میں ہر دیدۂ خواب کو تعبیر

کے وہ آنسو رلاتا ہے، جو کسی طرح تھمتے نہیں۔

یہ ہائیکو زندگی کے ایسے نا تمام المیے کا بیان ہے، جس کا دورانیہ تمام ہو کر بھی نا تمام رہتا ہے۔ یعنی زندگی بھر نا تمام رہتا ہے۔ جس میں لڑکی کی ماں گیلی لکڑی کی طرح سلگتی ہے اور اس کا باپ جل جل کر راکھ ہو جاتا ہے مگر راکھ نہیں ہو پاتا۔

دھند میں لپٹی صبح
کتنی اچھی لگتی ہے
قہوہ خانے میں

صبح کا دھند میں لپٹا ہونا، جہاں یخ بستہ برفیلے ماحول کا پتہ دیتا ہے وہاں قہوے کی پیالی سے بھاپ کا اٹھنا دل میں برپا طوفان کی طرف واضح اشارہ ہے، جس کو ساحل امید پر کھڑا ہر دل صدف صدف دیکھتا اور گوہر گوہر چنتا ہے پہاڑ بھی تو کبھی ساگر کی تہہ میں تھے۔ نشیب ہی تو وادیاں ہیں اور فراز کوہسار زندگی اسی نشیب و فراز سے گذرتی ہے اور عروج و زوال دیکھتی ہے:

یہ ہے کسی اعلیٰ ہائیکو کی شناخت، جو کسی ردیفی یا قافیائی ہائیکو کی اڑان میں نظر نہیں آ سکتی اگر مان لیا یہ مساوی الاوزان میں بھی ہو تو اور لطف کی بات ہے، اس سلسلے میں دلنواز دل لکھتے ہیں:

''یہی بات میں نے پاکستان میں منعقدہ ہائیکو کے مشاعرے میں جاپانی ایمبیسی کے زور دینے پر واضح طور پر کہی تھی کہ ہائیکو کے بارے میں سب لوگ بہتر طور سے جان سکیں کہ آخر یہ صنف سخن ہے کیا۔ میں نے ہائیکو کی تعریف (Difinition) یوں کی ہے، یہ تعریف بوجوہ اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں کی ہے۔''

''آج ہائیکو ایک ایسی سہ مصرعی مختصر نظم ہے، جو ترجیحی طور پر مساوی الاوزان، توجیہی طور پر مخلوط الاوزان، قطعی طور پر کسی نہ کسی بحر میں اور حتمی طور پر غیر مقفیٰ ہوتے ہوئے ہر حال اور قال میں خدا کائنات اور انسان کی ازلی اور ابدی مثلث کا کماحقہٗ احاطہ کرتی ہے۔''

"Modern Haiku is a short Poem Composition of three

vorsified lines, composed preferable equal and adjustable varied meters, during a sagacious momets, with almost sublimity and foremost cosmology, with out any rhyme what soever covering the eternal triangle of God, universe and mankind to the best of ones obiluty."(1)

دلنواز دل صاحب کی اس جامع تعریف کو خاطر خواہ پذیرائی ملی اور اب یہ ہر طرح سے حتمی اور آخری تعریف ہائیکو کی سمجھی جاتی ہے یا سمجھی جانا چاہئے۔ان کے بقول یہ ان کی برسوں کی فکر کا حاصل ہے۔ان کے قول کے مطابق مستقبل کے ہائیکو نگاروں اور ہائیکو کی بہتری اور بھلائی ہے۔

---

(۱) یادوں کی سوغات ص ۲۹-۳۰ ڈاکٹر فراز حامدی مضمون یار اسیلی سیلی، دلنواز دل لاہور کینٹ ادبی دنیا پبلی کیشنز جے پور ۲۰۰۸

باب دوم

(الف) جدید شاعری اور ہائیکو

(ب) سہ مصرعی اصناف سخن کی تعریف و تعارف

ہائیکو، سین ریو، ترو ینی، ثلاثی، ماہیا

(ج) ہائیکو اور سین ریو میں فرق، ہائیکو اور ترو ینی میں فرق

ہائیکو ماہیا میں فرق، ہائیکو اور ثلاثی میں فرق

(الف) سہ مصرعی اصناف سخن کی تعریف وتعارف

اردو ادب میں سہ مصرعی شاعری کا چلن عام ہوتا جا رہا ہے ان سہ مصرعی اصناف میں ثلاثی، ترو ینی، ہائیکو اور ماہیا قابل ذکر ہیں۔ ان چاروں اصناف سخن کے اوزان اور مزاج جدا جدا ہیں۔ اردو شعراء ثلاثی کیلئے مختلف اوزان کا استعمال کرر ہے ہیں، ترو ینی کے لئے اوزان طے کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ اردو ماہیا بھی شعراء دو مختلف اوزان میں لکھ رہے ہیں اور ہائیکو کے لئے سر دست دو مختلف اوزان ہی رائج ہیں ان چاروں سہ مصرعی اصناف میں اردو ماہیا اور اردو ہائیکو عالمگیر شہرت وحیثیت کے مالک ہیں۔

ماہیا ہندوستانی لوک صنف ہے اور ہائیکو ایک ودیشی صنف سخن ہے۔ لیکن اس کا شمار بھی ایشیائی اصناف سخن میں ہوتا ہے ان سہ مصرعی اصناف سخن میں سب سے مختصر صنف ہائیکو ہے، جو گذشتہ ۲۴-۲۵ سالوں سے اردو شاعری میں مروج ہے۔ ویسے اس صنف کا تعلق جاپانی ادب سے ہے جاپانی شعروادب چونکہ اختصار بسندی کا قائل ہے اس لئے ہائیکو جاپانی شاعری کی مقبول ترین صنف ہے۔

جاپانی فنون لطیفہ کی اختصار پسندی کی بابت جاپانی ادبیات کے ایک مفکر پروفیسر ہیسا ماتسو سینچی (Hisamatsu Senichi) کی گرانقدر رائے کچھ اس طرح ہے:

''جاپانی فنون لطیفہ بشمول ادبیات اور مغربی فنون میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جاپان ہیئت کے استیصال کی حد تک اختصار پسند ہے، جبکہ مغرب ہیئت کے پھیلاؤ میں یقین رکھتا ہے۔''

پروفیسر سینجی کی رائے جاپانی ادب کی آئینہ دار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانی شعری اصناف نہ صرف مختصر ہوتی ہیں ان کے یہاں کم سے لفظوں میں بات کہنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے جاپانی شاعری ردیف وقافیہ کی قیود سے مبرا ہے بلکہ ان کا استعمال غیر ضروری تصور کیا جاتا ہے۔

(ب) ہائیکو نگاری

اردو شاعری میں مروجہ ہائیکو صنف سخن کا تعلق جاپانی شعروادب سے ہے، جس کا ابتدائی نام ہوکو Hokko اور ثانوی نام ہائیکو Haiku ہے اور اسی ثانوی نام سے اس سہ مصرعی شعری صنف کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی یہ صنف کب اور کیسے جاپانی اصناف میں شامل ہوئی اس کی وضاحت کیلئے جاپانی محققین کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ہے ایک روایت کے مطابق جس شاعر نے پہلی بار ہوکو لکھی اس کا نام ہوری کاوا تھا۔ یہ جاپان کا شہنشاہ تھا ہوکو یا ہائیکو کی ایجاد کے بعد ہائیکو نگاری کا باقاعدہ آغاز شہنشاہ جاپان گوتابا کے عہد میں ہوا۔ جاپان کی قدیم شعری اصناف تنکا اور رینگا خصوصی طور پر جاپانی دربار میں گا کر پڑھی جانے والی نظمیں ہوا کرتی تھی۔ جاپانی ادیبوں اور دانشوروں کی نگاہ میں ہائیکو جاپانی صنف تنکا کا اوپری حصہ ہے۔ تنکا نظم کے یہی اولین تین مصرعے، جو ۵+۷+۵=۱۷ اسیلبلز پر مشتمل ہوتے ہیں زیادہ مقبول ہوکر سترہویں صدی عیسوی میں آزادانہ طور پر ایک مکمل نظم کی صورت میں نمودار ہوئی۔

جاپانی شاعری کے چوتھے بڑے شاعر کا ساکا شیکی (۱۸۶۷ء-۱۹۰۲ء) نے ہائیکو پر خصوصی طور پر توجہ صرف کی اس کی شعری بصیرتوں اور فکری جولانیوں نے ہائیکو کو نہ صرف ہر دل عزیز صنف سخن بنا دیا بلکہ اسے معیار و میزان بھی عطا کیا، جس کی بنیاد پر شیکی کو ہائیکو کا پہلا جدید شاعر تسلیم کیا گیا۔ اس کا کمال یہ ہے کہ اس کے عہد میں ہائیکو کو ایک خودمختار صنف سخن کا درجہ ملا اور ہمیشہ کیلئے اس صنف کا نام ہائیکو ہوگیا۔

ہائیکو کیلئے بحر فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع = ۱۷ اسیلبلیز کی پابندی ضروری ہے۔ اس کا پہلا مصرعہ موضوع کا آغاز ہوتا ہے۔ دوسرا یا وسطی مصرعہ آغاز کا ارتقاء اور تیسرا مصرعہ آغاز کے

ارتقا کا انجام ہوتا ہے۔ بیشتر شعراء نے مجوزہ انہیں ارکان کا پابند ہوکر ہائیکو کہتے ہیں، جبکہ کچھ معریٰ اور غیر مقفیٰ ہائیکو بھی نظر آتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم (بہار) اپنے ایک مضمون میں ہائیکو پر لکھے گئے تنقیدی مضامین کے حوالے سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں:

''جاپانی شاعری کی یہ صنف ہوکو Hukku کی متغیر شکل کا نام ہے،'' ہوکو' جاپانی زبان کا وہ لفظ ہے، جو اصطلاحاً کسی نظم کے ابتدائی حصے کے معنیٰ میں مستعمل ہے، جیسے اردو میں لفظ مطلع، جب جاپانی شاعری میں نظم کا یہ ابتدائی حصہ ہوکو علاحدہ انفرادی شکل میں پیش کیا گیا ہوتو ہائی کائی Hai kai اور پھر ہائیکو کہلایا۔ ہائیکو کا پہلی بار تجربہ مشہور جاپانی شاعر باشو (۱۶۴۴ء-۱۶۹۴ء) نے کیا اور پھر ہائیکو باقاعدہ رائج ہوگیا اردو دنیا تک آپہونچا۔''(۱)

تین مصرعوں والی مختلف اصناف پر تمام مباحث کے بعد اردو شعراء کی واضح اکثریت نے ہائیکو کے تین مصرعوں پر سترہ صوتی اجزا کی ترکیب ۵+۷+۵=۱۷ پر عملی اتفاق کا اظہار کیا ہے یہ سترہ صوتی اجزاء سبب خفیف قرار دیئے گئے۔ سترہ سبب خفیف کو مروجہ عروض ارکان میں ۵+۷+۵ کی ترتیب میں ظاہر کرتے ہیں ہائیکو کی درج ذیل شکل سامنے آتی ہے:

فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فعلن فع
فعلن فعلن فع

اس طرح ہائیکو کے اول آخر مصرعے مساوی الوزن قرار پائے، جبکہ دریانی مصرعہ دو سبب خفیف زائد پر مبنی ٹھہرا۔ اس کے علاوہ بقول انور شمیم انور فیروز آبادی اس جاپانی صنف سخن کو اردو شاعری کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ کرنے اور زیادہ پرکشش اور مترنم بنانے کیلئے دوسری خوبی شعراء نے یہ کہ کہ پہلے

(۱) مضمون ساحر شیوی کے ہائیکوز۔ مشمولہ کوکن کی خوشبو ص ۳۲ بزم تخلیق ادب کراچی مارچ ۲۰۰۲

اور تیسرے مصرعے کو ردیف وقوافی سے آراستہ کر دیا، چند ہائیکوز ملاحظہ کریں:

جینا ہے مشکل
پھر بھی ہم جی لیتے ہیں
اتنے ہیں قابل

اس سے ہوا جب پیار
ساتھ میں جینے کا بھی ہوا
آنکھوں میں اقرار

یہ کہتے ہیں لوگ
محنت کر کے نعمت کھا
لالچ ہے اک روگ

جب سے ہوئے حصے
دھرتی کی بربادی کے
سنتا ہوں قصے

ارتھی سے محروم
لت پت ہے جو کوچے میں
خون میں اک معصوم

تین مصرعوں میں اپنے دل کی بات کہہ دینا حالانکہ آسان کام نہیں ہے پھر بھی اردو شاعروں کی ایک بڑی تعداد نے ہائیکو کو وسعت دے کر اسے عام فہم اور سادگی سے معمور صنف سخن کے بلند مرتبے پر فائز کر دیا ہے۔ اردو شاعری میں جس طرح غزل کا دامن نہایت وسیع ہے اور اس میں ہر طرح کے مضامین نظم کرنے کی گنجائش ہے غالباً اسی لئے اسے اردو شاعری کی آبرو کہا گیا ہے۔ اسی طرح ہائیکو کا دامن بھی اپنے اختصار کے

باوجود نہایت وسیع ہے۔ یہی وسعت دامانی اس کی پذیرائی کا ثبوت ہے کہ اس محبوبہ طناز نے چند ہی برسوں میں ایک عالم کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس کا چلن عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس موقع پر مختلف النوع مضامین کے حامل ہائیکوز پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت سمجھتے ہوئے چند ہائیکوز نذر ناظرین ہیں:

ہم نے ذرے میں
دیکھا ہے یزداں کو
غنچے غنچے میں

ذرے ذرے میں
تیرا جلوہ ہے موجود
ہر آئینہ میں

بسم اللہ پڑھو
اس کی رہنمائی میں
اپنا کام کرو

نعت گوئی حمد کہنے سے بھی زیادہ مشکل فن ہے اس میں اللہ اور اس کے رسول کے درمیان حد فاصل کا قائم رکھنا بے حد ضروری ہوتا ہے ورنہ بقول ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ''ہماری ساری روشنی طبع ہم پر بلا بن کر نازل ہوسکتی ہے''، رسول مقبول سے والہانہ عشق وعقیدت کے جذبات ملاحظہ کیجئے:

میرا پیغمبر
پرچھائیں سے بے نیاز
ہے نوری پیکر

اسم پیغمبر
خوب حلاوت رکھتا ہے
میرے ہونٹوں پر

اخلاقی ہائیکوز

بے جا مت بولو
بات کسی ہے جب بھی کرو
لفظوں کو تولو

کیوں یہ کرتے ہو
اپنی غلطی کو میرے
سر پر دھرتے ہو

امبر کے نیچے
دنیا کیا کیا کرتی ہے
پردے کے پیچھے

عشق جذبہ فطری ہے اس سے فرد واحد بھی محفوظ نہیں ہے۔عورت اور مرد کی الفت و چاہت بھی قلب انسان کو ودیعت کردی گئی ہے۔اسی لئے عشق کی بیشتر داستانیں عورت و مرد کے حوالے سے سننے کو ملتی ہیں ملاحظہ کیجئے:

گوری تیرا روپ
چار دشا میں پھیلائے
اجلی اجلی دھوپ

تن من کا حقدار
جیون بھر کے واسطے
میرا پہلا پیار

جو بھی ہو انجام
عشق ہمیشہ رکھتا ہے
اپنے کام سے کام

تن من ہے بیکل
موسم لے کر آتے ہیں
جیون میں پل پل

تنہائی کے ساتھ
خود سے باتیں کرتا ہوں
گہرائی کے ساتھ

کیسی ہے الجھن
یہ کیسی اگنی میں پل پل
جلتا ہے تن من

جب کوئی معاشرہ اپنی موروثی تہذیب سے بے تعلق ہو جائے خوف خدا کی جگہ حرص و ہوس لالچ و غرض عبادت بن جائیں اور پیسے کی پرستش ہونے لگے، لکچھمی ہی دیوی کا روپ دھار لے، ایسے میں سکون دامن و آتشی کی جگہ قتل و غارت لوٹ کھسوٹ، آتش زدگی اور دہشت گردی عدم تحفظ و مساوات، مذہبی تعصّبات، لاقانونیت، خوف و حراس ماحول میں رونما ہوتے ہیں۔ زندگی گھٹن بن جاتی ہے۔ سب ہی کے اظہار کیلئے ہائیکو کا دامن کھلا ہوا ہے ہائیکو شعراء نے ان سب باتوں کا احاطہ کیا ہے۔

کیسا ہے یہ خوف
اب تو پرچھائیں ہی سے بھی
ڈر جاتے ہیں لوگ

کرفیو کے دوران
بوٹوں کی آوازیں بھی
لے لیتی ہیں جان

گھر گھر ہے آتنک
سب کے چہرے اترے ہیں
راجہ ہو یا رنک

دھیرے دھیرے بول
دیواریں بھی سنتی ہیں
بھید نہ اپنے کھول

خون میں لت پت ہاتھ
اکثر ہوتی آئی ہے
بن موسم برسات

کیسا ہے یہ شور
سناٹوں کی بستی میں
ناچ رہے ہیں مور

آزادی کے سنہرے خوابوں سے ہر ہندوستانی کا دل منور تھا۔ لیکن آنکھ کھلتے ہی ان خوابوں کی بھیانک تعبیر نے ہر ایک کو مضمحل کر دیا ہے۔ یہ بات اب ڈھکی چھپی نہیں ہے:

جب سے ہوئے حصے
دھرتی کی بربادی کے
سنتا ہوں قصے

ہم نے دیکھا خواب
آزادی سے رہنے کا
ہوا نہ سچا خواب

امین راحت چغتائی (راولپنڈی) نے ہائیکو کی تفہیم اور ان سے کما حقہ لطف اندوز ہونے کیلئے زین بدھ ازم کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

''جاپانی ہائیکو نگار بالعموم ہائیکو کے تیسرے مصرعے کے مفہوم کو قاری کی فکری سطح جانچنے کیلئے غائب کر دیتا ہے۔غزل میں ابہام ہوتو غزل ناقص اور ہائیکو میں ابہام ہوتو ہائیکو ناقص۔اسی لئے زین بدھ ازم میں ان کہی بات کہی ہوئی بات سے زیادہ اہم ہے۔زین بدھ ازم کوئی مواعظ حسنہ کی چیز نہیں بلکہ گفتگو کم محاکمہ زیادہ اور عمل اس سے بھی زیادہ۔جاپانی شعراء اسی کو سادگی اور پرکاری کا نام دیتے ہیں اور یہی ان کا شعری رویہ ہے۔پوری ہائیکو میں عام مشاہدے کی کوئی ایسی بات کہہ دی جاتی ہے، جسے بادی النظر میں کوئی اہمیت نہ دی گئی ہو، یا جس پر کم توجہ دی گئی ہو۔زین بدھ ازم کی یہی سادگی اور پرکاری ہے، ظاہر میں آنکھ کو یہ باغ نظر نہیں آتا لیکن ہے۔

اسی طرح ظاہر میں آنکھ کو پانچ سات اور پانچ صوتی ارکان پر مشتمل تین مصرعوں میں کوئی بڑا پن کوئی حسن نہیں دکھائی دیتا۔لیکن زندگی کو آسان اور سادہ بنالیا جائے تو کتنے ہی مسائل ازخود حل ہو جاتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی بن کر سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔یہی رئیوآن جی مندر کا باغ ہے یہی ہائیکو کی تفہیم اور تعریف ہے۔''(۱)

سین ریوز

اردو کی جملہ اصناف میں غزل کی مقبولیت اس حد تک ہمہ گیر ہے کہ اس کے سحر سے ترقی پسند شعراء تک اپنا دامن نہ بچا سکے، جنہوں نے اسے ازکار رفتہ ٹھہرا کر معتوب کیا تھا ان کے یہاں بھی غزل اپنے تمام رنگ وروپ کے ساتھ ضوبار ہے، لیکن عہد حاضر میں دوہا اور گیت کے علاوہ تین مصرعوں والی شاعری ثلاثی ماہیا ہائیکو اور سین ریوز کی طرف خاص طور سے اردو شعراء کا رجحان بڑھا ہے۔ چنانچہ ان نئی اصناف کی شمولیت سے اردو شاعری کے امکانات اور زیادہ روشن ہوئے ہیں۔

---

(۱) پیش لفظ محررہ امین راحت چغتائی کتاب یادوں کی سوغات مصنفہ ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۸

سین ریوز ایک مختصر جاپانی نظم ہے، جو ہیئت اور فارم کے لحاظ سے ہائیکو جیسی ہے مگر معنوی اعتبار سے بالکل مختلف صنف شاعری ہے۔ یہ مختصر ترین نظم ہائیکو کی طرح تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے اور شاعر انہیں تین مصرعوں کے مختصر ترین پیرائے میں کوئی جذبہ احساس خیال تجربہ واقعہ یا افسوں بیان کرتا ہے۔ اس کی شناخت ظاہری ڈھانچے عروض آہنگ اور موضوع کی انفرادیت کے ملے جلے تاثرات سے ہوتی ہے۔

جہاں تک تین مصرعوں کی شاعری کا تعلق ہے ثلاثی کے برعکس اردو ماہیا کی طرح ہائیکو اور سین ریوز میں بھی بحر وزن کی پابندی ضروری ہے۔ ماہیا کی طرح اس کے صوتی ارکان کی مجموعی تعداد سترہ ہوتی ہے، فرق یہ ہے کہ ماہیا کے پہلے اور تیسرے مصرعہ میں چھ چھ سیلیبلز اور درمیانی مصرعے میں کل پانچ سیلیبلز ہوتے ہیں، جبکہ ہائیکو یا سین ریوز میں پہلے اور تیسرے مصرعے میں پانچ پانچ اور درمیان کے مصرعے میں سات صوتی ارکان ہوتے ہیں۔ ہائیکو اور سین ریوز ایک ہوکر بھی ایک دوسرے کے برعکس ہیں، ہائیکو ایک سنجیدہ صنف ہے، جبکہ سین ریوز طنز و مزاح کے موضوعات سے مملو ہوتی ہے مختصر یہ کہ ہائیکو اور سین ریوز میں وہی فرق ہے جو غزل اور ہزل میں ہوتا ہے۔ سین ریوز اور ہائیکو میں صرف معمولی سا فرق ہوتا ہے۔ سین ریوز میں طنزیہ اور مزاحیہ مضامین ہوتے ہیں۔ مختصر طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہائیکو اور سین ریوز ٹریٹ منٹ کا فرق ہے۔ سیو ریوز کا یہ ٹریٹ منٹ مزاحیہ اور طنزیہ ہوتا ہے یعنی سین ریوز میں نثریت ہوتی ہے ویسے بھی سین ریوز اور ہائیکو کا رشتہ گہرا ہے یہ دونوں اصناف سترہویں صدی میں پروان چڑھیں۔ ہائیکو کی ابتداء تو گیارہویں صدی میں ہوچکی تھی اور اسے فروغ دینے والے شعراء میں باشو (۱۶۴۴ء-۱۶۹۴ء) کا نام سرفہرست ہے اور اس عہد کی جاپانی تاریخ و تہذیب کا عہد کہا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر فراز حامدی کی تحقیق کے مطابق:

''یہ عہد ۱۶۰۰ تا ۱۸۶۸ء کی طویل مدت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس عہد میں میکو **Macku** صنف شاعری کا چلن عام تھا، جس میں سات + سات صوتی ارکان کی ابتداء میں پانچ + سات + پانچ صوتی ارکان کے ریشیو سے نظم کئے گئے تین مصرعوں کا مزاحیہ بند لگا دیا جاتا تھا یہی مزاحیہ بند تین مصرعے آگے چل

کر سین ریوز کے نام سے مشہور ومعروف ہوا۔ ویسے یہ صنف جسٹس کارائی سین ریو (Justice Katai sanryu) کے نام سے معنون ہے اور انہیں کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے، جنہوں نے اس صنف کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔۱۷۵۰ء کے آس پاس یہ صنف اس قدر مقبول ہوگئی کہ جاپانی شعراء نے صنف ہیکو کے صوتی ارکان کے ساتھ اسے جوڑنا غیر ضروری سمجھا اور یہ صنف سین ریو ہیکو کے اضافے کے بغیر ہی لکھی اور پڑھی جانے لگی۔''(۱)

یوں تو کہنے کو سین ریوز ایک طنز یہ ومزاحیہ مطبوعات پر مبنی ایک مختصر نظم ہوتی ہے۔ اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جسٹس کاروائی سین ریوز نے اس صنف پر سنجیدگی سے سوچا اور اس پر کام کیا۔ انہوں نے بہت استقلال سے سین ریوز کو اکٹھا کیا۔ انہیں مرتب کیا اور ایک کے بعد ایک حساب سے بائیس مجموعے کئے، جسٹس کارائی سین ریوز نے جس لگن اور خلوص سے اس صنف کے فروغ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں، جس سے جاپان کے دوسرے شعرائے کرام اور دانشوران ادب بھی بخوبی واقف تھے لہٰذا جسٹس کارائی سین ریوز کے انتقال کے بعد ان کے ہم خیال ادیبوں نے سین ریوز کے ایک سو چوالیس مجموعے ترتیب دیئے اور انہیں شائع کرایا۔ دنیائے شعروادب میں بہت سی اصناف ہیں لیکن کوئی بھی صنف کسی خاص شاعر مرتب موجد انتخاب کار موجد یا ناشر کے نام سے معروف نہیں ہے۔ لیکن سین ریوز اکیلی ایسی صنف سخن ہے، جو اپنے محسن مرتب وناشر یعنی جسٹس کارائی سین ریوز کے ہی نام معنون ہے بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس صنف کو دنیا میں متعارف کرانے کا سہرا جسٹس کارائی سین ریوز کے ہی سر ہے۔

پچھلے کچھ سالوں سے اردو شعراء بھی اس صنف میں مشق سخن کر رہے ہیں حالانکہ اردو شاعری میں مزاحیہ موضوعات کی ترجمانی کیلئے ہزل موجود ہے، جو مختلف اوزان وبحور میں تصنیف کی جاتی ہے لیکن اردو شاعری میں سین ریوز کے یاد پانے سے مزید ایک نئی صنف کا اضافہ ہوا، جو مختصر صنف ہوتے ہوئے بھی غیر سنجیدہ موضوعات کو اپنے اندر جذب کرنے کی بھر پور صلاحیت رکھتی ہے۔ ویسے تو یہ سہ مصرعی صنف ہے اور

(۱) دیواروں کے کان مضمون محررہ ڈاکٹر فراز حامدی ص۶ بزم تخلیق ادب پاکستان ۲۰۰۵

طرہ یہ کہ مختصر بھی اس کے باوجود یہ ہر شاعر کے بس میں نہیں آتی یہ انہیں کے قابو کی چیز ہے، جو کہنہ مشق قادرالکلامی کے ساتھ اس کے لئے مخصوص افتادِ طبع بھی رکھتے ہوں۔

سین ریوز پر مشتمل سید معراج جامی کا مجموعہ بیوی سے چھپ کر ستمبر ۲۰۰۳ء میں بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی سے اشاعت پذیر ہوا ہے اور اردو کے پرستاروں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔ اس موقع پر یہ بات باور کرادینے کے لائق ہے کہ سید معراج جامی کے اس مجموعے کو عالمی سطح پر اولیت کا درجہ حاصل ہے دیواروں کے کان ساحر شیوی کے سین ریوز کا لگ بھگ تین سو سے زیادہ ہی سین ریوز کا مجموعہ ہے، جو اکتوبر ۲۰۰۵ء میں بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی سے شائع ہوا ہے۔ اس طرح یہ عالمی پیمانہ پر سین ریوز کا دوسرا مجموعہ ہے۔

اردو شاعری میں اکبرالہ آبادی نے مزاح اور ظرافت سے اصلاح معاشرے کی کوشش کی۔ سین ریوز سے بھی یہی کام لیا جاسکتا ہے اس لحاظ سے سین ریوز کا ایک اصلاحی پہلو بھی ہے۔

سین ریوز اور ہائیکو میں صرف اتنا فرق ہے کہ ہائیکو میں سنجیدگی غالب آتی ہے اور سین ریوز میں مزاح۔ حیات و کائنات کی مختلف چیزوں اور نوع بہ نوع پہلوؤں کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ کی شفق کھیلنے لگے یہی سین ریوز کا خاصہ ہے۔ اس کیلئے یہ لحاظ ضروری ہے کہ براہ راست فرد کو ہدف ملامت نہ بنایا جائے بلکہ ایسا انداز اپنایا جائے کہ پیغام کی ترسیل بھی ہوجائے اور بات ناگوار نہ ہو اور نہ مزاح صرف ٹھٹھول بن کر رہ جائے۔ سین ریوز میں عموماً ان ہی چیزوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جنہیں ہائیکو میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ غزل یا ہائیکو کی طرح سین ریوز کا دامن بھی بہت وسیع ہے اس میں ہر طرح کے مضامین قلم بند کرسکنے کیلئے کھلا ہوا میدان ہے۔

ایک مغربی مفکر کی رائے میں اچھی نظم وہ ہے، جو اپنے مفہوم میں مکمل ہو، جس میں نہایت موثر طریقے سے کفایت شعاری کے ساتھ بات کہی جائے اور جو صرف شاعرانہ سبب سے لکھی گئی ہو۔ اس تعریف میں شاعرانہ سبب اور کفایت شعاری کے لوازمات شاید جاپانی اصناف پر پوری طرح صادق آتے ہیں فلسفہ،

حیات، ساختیات، پس ساختیات وغیرہ کی ثقالت سے دامن بچاتے ہوئے عام تجربات زندگی کو مختصر لفظوں میں بیان کرنے کے لئے ہائیکو اور سین ریوز جیسی اصناف کی موزونیت میں کلام نہیں ہے۔

ویسے تو اردو میں سین ریوز لکھنے والوں کی تعداد کچھ زیادہ نہیں ہے پاکستان میں اس صنف میں زور قلم صرف کرنے والوں میں سید معراج جامی، کرنل دلنواز دل، محسن بھوپالی، وضاحت نسیم کے نام لئے جاسکتے ہیں۔ ہندوستان میں اس صنف میں طبع آزمائی کرنے والوں میں ڈاکٹر اسلم حنیف گنوری کا نام اگر سر فہرست ہے تو ساتھ ہی بہت سے معتبر شعرائے اردو اس صنف کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دے رہے ہیں، جن میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر فراز حامدی، شارق عدیل، مطاہر زراقی، سید مختار ٹونکی، ڈاکٹر عبید حاصل، ڈاکٹر طالب دھولپوری، ڈاکٹر شاہین اجمیری، وسیم اختر اور رفیق شاہین کے نام لائق ذکر ہیں اور مغربی ممالک میں ڈاکٹر شیوی کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر ساحر شیوی کا مختصر تعارف ڈاکٹر فراز حامدی کے لفظوں میں ملاحظہ کیجئے:

''لاریب ساحر شیوی ایک سنجیدہ شاعر ہیں لیکن ہر شخص کیلئے یہ ضروری نہیں کہ وہ بہت سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے رہے کبھی کبھی ایسے مواقع آجاتے ہیں کہ اس کو اپنی ذات کے خول سے باہر آنا پڑتا ہے اور یہی بات شاعر کیلئے بھی کہی جاسکتی ہے۔ شاعر جو محسوس کرتا ہے یہ اس کو سنجیدہ لب ولہجہ کے بجائے ہلکے پھلکے انداز میں بھی قاری تک اپنے خیالات پہونچا سکتا ہے۔ ساحر شیوی نے بھی یہی فریضہ انجام دیا ہے کہ سماجی ناہمواریوں اور زمانے کی تلخیوں کو سین ریوز کے پیکر میں ڈھال کر پیش کیا ہے، جس سے عام قاری بخوبی لطف اندوز ہوسکتا ہے۔ اردو میں ہزل اور واسوخت کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اب طنزیہ اور مزاحیہ خیال کیلئے اردو میں سین ریوز کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔ سید معراج جامی کے بعد ساحر شیوی دوسرے شاعر ہیں، جن کا مجموعہ اردو قارئین تک پہونچ چکا ہے۔''(۱)

ساحر کا تخلیقی سفر کافی طویل ہے ان کی قادرالکلامی سے اردو دنیا بخوبی واقف ہے مختلف اصناف سخن

---

(۱) دیواروں کے کان ص ۱۱ مضمون ڈاکٹر فراز حامدی بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی اکتوبر ۲۰۰۵

مثلاً حمد، نعت، غزل، رباعی، قصیدہ، قطعہ، ماہیا اور ہائیکو وغیرہ پر مشتمل ان کے مجموعے چھپ کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی کا یہ تجزیہ ملاحظہ کیجئے:

''ساحر شیوی سادگی پسند شاعر ہیں ان کے طریقہ اظہار میں کسی قسم کی پیچیدگی، تصنع یا ابہام نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے مشاہدات و تجربات کو ہی اپنے تخلیقی شعور سے زیب قرطاس کر دیتے ہیں اس لئے ان کے اشعار میں زندگی کی حرارت اور تازگی کا احساس ہوتا ہے ساحر نے سین ریوز کے وسیلے سے اسباب تعفن مہیا کرنے کے ساتھ نہایت محتاط طریقے سے انسان کے بے تکے ریوں پر اسے آئینہ بھی دکھایا ہے۔''(۱)

ذیل میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی اور سید معراج جامی کے سین ریوز دیکھئے، جن کے آخری مصرعوں پر تضمین کی گئی ہے:

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی:

ٹیڑھے رستے میں
بانٹوں کس کس کو لاٹھی
''دنیا اندھی ہے''

میری حویلی
خواب بنوں گا جتنے
''بکتی رہے گی''

سید معراج جامی کے تضمینی سین ریوز دیکھئے:

من کی دلکش دھن
جب بھی بستر میں گونجے
''دھیرے دھیرے سن''

(۱) ساحر شیوی کے سین ریوز ایک جائزہ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی مشمولہ دیوالوں کے مکان بزم تخلیق ادب پاکستان

کیا تجھ کو سوچوں
دو حصوں میں بانٹے ہے
''یہ دل کی دھڑکن''

بچے بھوکے تھے
گوری گروی رکھ آئی
''کانوں کی بالی''

جانے کیا شے تھی
میرے اندر کوئی
''اک دھیمی لے تھی''

حادثہ گجرات کے حوالے سے ڈاکٹر اسلم حنیف کے سین ریوز ملاحظہ کیجیے:

تاج ملا تو
دہشت ہر سو پھیلا دی
اف دیوانہ پن

سونے والوں کے
آگ لگا کر گھر میں
خوش ہیں درندے

بن گئے ظالم
چاٹ گیا ذہنوں کو
نشۂ طاقت

پاپی مذہب کی
ماؤں بہنوں کے خون سے
ہولی کھیلتے تھے

جشن مناؤ

خون کی ہولی کھیلی ہے

تم ہو بہادر

اور درج ذیل سین ریوز میں اسلم حنیف نے تینوں مصرعوں میں قوافی کا التزام رکھا ہے:

چیونٹی ننھی سی

زخمی بھڑ سے جا لپٹی

کتنی شاطر تھی

شاید تشنہ تھے

دستکیں پیتے رہے

اس کے دروازے

کھٹا میٹھا سا

آنکھیں میں شہد پگھلا

جب اس کو دیکھا

انجانا سا ڈر

رقصاں ہے منظر منظر

آفس ہے یا گھر

بیوی کے ڈر سے

ان آنکھوں نے دیکھے

دن میں تارے

مت بن ہر جائی
زر والی سے کر شادی
ذات بنے گی

ہم نے جب نوچے
کیوں سدّ راہ بنے
پاؤں کے چھالے

شیخ جو سوئے
خود میں ایماں کو بوئے
خودوں میں کھوئے

اس موقع پر مختلف شعراء کے مختلف النوع مضامین کے حامل چند سین ریوز ملاحظہ کیجئے:

سید معراج جامی کے سین ریوز میں زن مرید شوہروں کا حال دیکھئے:

گھر پر ہوتا ہوں
بیوی دفتر جاتی ہے
برتن دھوتا ہوں

خوش قسمت شوہر
دفتر میں ہے افسر دہ
اور گھر میں شوفر

کیا رتبہ پایا
بیوی کا نوکر ہوں
بچوں کی آیا

کام تو کوئی سیکھو

ورنہ دردر مانگے گا

تو بھی جا کر بھیک

جامی اپنے ملک پاکستان میں رہتے ہوئے اہل سیاست اور مجموعی طور پر اہل وطن کے ناکارہ پن اور ہر عیب کو ہنر بنا کر اپنانے والوں کے رویوں پر کف افسوس ملتے ہیں کہ آج انہیں پاکستان کو اپنا وطن کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے:

مسجد کا چندہ

پیٹ کی خاطر کرتے ہیں

اچھا ہے دھندہ

ملک کا بگڑا روپ

ایسا کرپشن پھیلا ہے

جیسے پھیلے دھوپ

ہائے پاکستان

کیسے پنپے گا مالک

قرض نے لے لی جان

شرم سے گنگ زبان

کب ہم فخر سے بولیں گے

میرا پاکستان

اس زمانے میں عالم دین ہو یا سیاسی رہنما سب ہی کے ظاہر و باطن میں زمین و آسمان کا فرق ہے:

مانا عالم ہے
اس کی بیوی سے پوچھو
کتنا ظالم ہے

دیشی ہے گردش میں
آج کے لیڈر رہتے ہیں
ہردم سازش میں

صورت سے انسان
لیکن لگتے ہیں ساحر
خصلت ہے شیطان

عزم وعمل ہی لید کامرانی ہے۔ساحر سین ریوز کے وسیلے سے اس مقام کی ترسیل یوں کرتے ہیں:

محنت میں برکت
سمجھیں اگر دنیا والے
کھائیں گے نعمت

ہمت ہو گر یار
کاغذ کی کشتی سے بھی
دریا ہو گا پار

صحرا ہی گلشن
اس نے بنایا محنت سے
شائستہ جیون

ڈاکٹر گوہر مسعود کہتے ہیں:

بچہ ہے کہ پھول
لاد کے بستہ اک من کا
جاتا ہے اسکول

اور آخر میں ڈاکٹر فراز حامدی کے یہ سین ریوز ملاحظہ کیجئے، جن میں سماجی کوائف بھی ہیں اور کئی تلخ سچائیاں، جنہیں پیش کر کے انہوں نے ہمیں آئینہ دکھایا اور معاشرے کے ذہن پر دستک دی ہے۔ لطیف طنز یہ ملاحظہ کیجئے:

بھوکوں کو یا رب
عزت وذلت مت دے
روٹی بوٹی دے

دادا بھی دیکھے
فیشن شو کی بیوٹی کو
پوتا بھی دیکھے

سینہ زوری سے
جرأت ہے تو کیا ڈرنا
رشوت خوری سے

پہلے اور تیسرے سین ریوز میں آخری مصرعہ دوسرے کا ہے، جس میں ڈاکٹر فراز صاحب نے دو دو مصرعے جوڑے ہیں۔

ان فضاؤں میں حیا کہاں زندہ رہ سکتی ہے اور دولت مند کا یہ روپ دیکھئے:

چوری چوری سے
دولت مند وہ بن گیا
رشوت خوری سے

ملک کا یہ منظر نامہ دیکھئے:

بھوکا ننگا ہوں

بھارت ماتا کی جے ہو

بولا کرتا ہوں

بلڈر بن جاؤ تو

چمک اٹھیں گے بھاگ ترے

لیڈر بن جاؤ تو

سید معراج جامی اور ساحر شیوی کے بعد عالمی پیمانے پر سین ریوز کا تیسرا لائق قدر مجموعہ ڈاکٹر فراز حامدی کی تخلیق ''مجنوں کو اولاد'' ہے۔ جہاں تک معیار اور فنی ہنر مندیوں کو پرکھنے کی بات ہے تو ڈاکٹر فراز صاحب یقیناً سب سے آگے ہیں، بہ الفاظ رفیق شاہین:

''انہوں نے شراب کی بوتل میں شراب ہی بھری ہے شربت روح افزا بھر کر نہیں پیش کیا ہے یعنی سین ریوز کے نام پر ہائیکو نہیں بلکہ سین ریوز ہی پیش کئے ہیں۔ انہوں نے وہ سبھی مضامین جن میں طنز و مزاح کیلئے گنجائش نہیں تھی انہیں چھیڑنے کی کوشش نہیں کی اور سین ریوز میں صرف وہی سین ریوز منتخب کئے ہیں، جو طنز و مزاح سے آراستہ ہیں، اور جن میں عصری حسیت اور سماجی ناہمواری کے مضحکہ خیز پہلوؤں کی جھلک موجود ہے۔''(۱)

سین ریوز اور ہائیکو کا مزاج ایک دوسرے کے برعکس ہونے کی بنا پر ان دونوں اصناف کی حیثیت جدا جدا ہے۔ یعنی ہائیکو سے سین ریوز مشابہ ہونے کے باوجود آزاد اور خود مختار ہے۔ ہائیکو جاپان کی نہایت سنجیدہ اور بردبار صنف سخن ہے۔ یہ صنف اردو شاعری کی مقبول و محبوب صنف سخن غزل کی مانند جاپانی شاعری کی مقبول صنف ہے، جبکہ سین ریوز جاپانی شاعری میں طنز و مزاح اور ہنسی مذاق کے موضوعات کیلئے مستعمل ہے۔ یعنی مروجہ اردو شاعری میں ہزل کو جو مرتبہ حاصل ہے وہی مرتبہ جاپان میں سین ریوز کو حاصل ہے۔

---

(۱) اردو کے ہمہ جہت قلمکار ڈاکٹر فراز حامدی ص ۱۶۵ ر رفیق شاہین ادبی دنیا پبلیکیشنز۔ جے پور جون ۲۰۰۶

ثلاثی

اس کے اس بھاری سرمائے میں ہیئت کے لحاظ سے اگر دیکھیں تو غزل میں سب سے زیادہ موجود ہے۔ غزل ایسی صنف ہے، جس کی گرانقدر مثال حضرت امیر خسرو کے یہاں اس طرح نظر آتی ہے کہ انہوں نے ایک مصرعہ فارسی کا اور دوسرا مصرعہ ہندی یا اردو کا جوڑ کر ایک نیا انداز ایجاد کیا۔

زحال مسکیں مکن تغافل در آئے پیتاں بنائے بتیاں
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نئے تجربوں کی شروعات سات آٹھ سو سال قبل ہو چکی تھی۔ غزل کی متعینہ یا مخصوص ہیئت میں جس میں مطلع اور اس کے بعد کے اشعار ہم قافیہ وردیف میں بھی ان گنت غزلیں کہی گئی ہوں گی اردو کی دوسری مقبول صنف مثنوی کہی جا سکتی ہے، جس میں بیان جاری رہتا ہے اور ہر شعر الگ الگ ہم قافیہ اور مردف ہوتا ہے اس صنف میں بھی کہی گئی مثنویوں کا بھی شمار ممکن نہیں ہے۔

عہد قدیم سے لیکر عہد حاضر کے شعراء تک سب ہی نے مثنویاں کہی ہیں اس کے بعد مسدس جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں مخمس کے ہر بند میں پانچ مصرعے ہوتے ہیں اور ربع چار مصرعوں پر مشتمل صنف سخن ہے۔ چار ہی سطروں پر مشتمل رباعی بھی ہے، جس کی ہیئت اور وزن مخصوص ہے یہ بحر ہزج میں کہی جاتی ہے اس کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے اسی کے پہلے تین مصرعوں میں تمہید ہوتی ہے اور چوتھا مصرعہ حاصل کلام ہوتا ہے۔

اسی طرح منجملہ دوسری اصناف کے مثلث بھی ہے، جس کا ہر بند تین مصرعوں کا ہوتا ہے اساتذہ قدیم کے یہاں اس کے پہلے اور دوسری مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور تیسرا مصرعہ آزاد اور اگلے بند میں پہلے دو مصرعوں کی ترتیب الگ اور تیسرا مصرعہ پہلے بند کے تیسرے مصرعے کے ہم قافیہ (اور کبھی کبھی ہم قافیہ اور ہم ردیف بھی) مثال کے طور پر مثلث کے یہ دو بند دیکھئے:

شفق کی جھاڑی میں چرواہا جب بنسی بجاتا ہے
تصور میں مرے ماضی کے نقشے کھینچ لاتا ہے
نظر میں ایک بھولا بسرا عالم لہلہاتا ہے
مرے افکار طفلی کو ہے نسبت اس کے نغموں سے
میں بچپن میں کیا کرتا تھا الفت اس کے نغموں سے
جبھی بنسی کی لے میں عہد طفلی جھلملاتا ہے

اسی انداز واہتمام کا مومن کی مثلث کا یہ بند دیکھئے:

نہیں ہوں اتنا بھی ناداں بھلا میں اے ناصح
سمجھ کے اور ہی کچھ اور ہی مر چلا میں اے ناصح
کہا جو تو نے نہیں جان جاکے آئے گی

نئے نئے تجربوں کے حوالے سے رفعت سروش (دہلی) کا یہ گرانقدر تجزیہ غور طلب ہے ملاحظہ کیجئے:

''نئے تجربوں اور روایت شکنی کا عمل خاص طور پر بیسویں صدی کے تیسرے اور چوتھے دہے میں شروع ہوا اور آزاد نظم اور معریٰ نظم کے وجود میں آنے کے بعد بہت سی بندشیں ٹوٹنے لگیں خاص طور سے آزاد نظم کی ہیئت میں بہت سے تجربے کئے گئے کبھی ارکان مصرعہ در مصرعہ بڑھاتے جانا اور پھر اسی ترتیب سے گھٹاتے جانا یہ تجربہ لنگڑی کسر کی طرح تھا۔ چونکہ اس میں بھی ایک طرح کی پابندی تھی اس لئے زیادہ دن یہ تجربہ نہیں چلا۔ بحروں اور اوزان کی شکست وریخت کا مسئلہ اتنا آسان نہیں، جتنا نظر آتا ہے ارکان میں یہ آزادہ روی وہی اختیار کر سکتا ہے، جسے صحیح معنوں میں پابند شاعری پر عبور حاصل ہو۔ دراصل یہ مشق سخن ہی شاعر کو شکست وریخت کے مراتب عطا کرتی ہے کیونکہ وہ الفاظ کو صیقل کرنا سیکھ جاتا ہے۔''

''طویل اور مقفیٰ اور مسجع نظموں سے گزر کر مختصر نظموں کا دور شروع ہوا تو چند مصرعوں پر مشتمل نظمیں کہی جانے لگیں، جن میں نفس مضمون کی بھرپور ادائیگی ہوتی تھی اس وقت یہ اہتمام نہیں رکھا گیا کہ آپ کسی

نظم میں چھ سات یا آٹھ مصرعے کہہ رہے ہیں یا چار تین اور کس ترتیب سے۔''(۱)

بہت پہلے حمایت علی شاعر نے تین مصرعوں کی نظمیں کہیں اور ان کا ثلاثی نام رکھا بعض لوگوں نے حمایت علی شاعر کی ان نظموں کو تثلیث کہا۔ حمایت علی نے ان نظموں میں یہ اہتمام برقرار رکھا کہ اول اور سوئم مصرعہ ہم قافیہ ہوتا اور دوسرا مصرعہ آزاد ہوتا تھا مثال کے طور پر:

پھر کوئی قربان اے رب جلیل

ذہن کے غار حرا میں کب سے ہے

فکر محو انتظار جبرئیل (۲)

حمایت علی شاعر ایک مشہور اور کامیاب شاعر ہیں اور اپنے مترنم کلام کے پہلے عام طور پر تحت اللفظ میں ثلاثی پیش کرتے ہیں، جس طرح قدیم اساتذہ کے یہاں مرثیہ کے پہلے رباعی پڑھنے کا رواج تھا رفتہ رفتہ یہ صنف ثلاثی رسائل و جرائد سے نکل کر مشاعروں کے اسٹیج تک پہونچ گئی۔

حمایت علی نے اپنے ثلاثی میں یہ اہتمام باقی رکھا کہ پہلے اور تیسرے مصرعوں کو ہم قافیہ وہم ردیف اور دوسرا آزاد، ہوسکتا ہے کہ وہ اردو کی عظمت اس کی تاریخی اہمیت اس کی سماجی عزت و شان و شوکت کے بارے میں کیا کچھ اور کس کس پہلو سے سوچتے ہیں۔

ثلاثی کہنے والے شعراء کے زمرے میں کوثر صدیقی ایک معتبر نام ہے۔ کوثر صدیقی کی مہارت شعر گوئی اور ان کی فکر کی بالیدگی، گہری سوچ، ہلکی پھلکی طنز کی چاشنی ان کے فن کے خاص اوصاف ہیں۔ موصوف کی ایک مشہور طویل نظم جس کا ہر بند ایک ثلاثی ہے اس میں انہوں نے اردو کی عظمت اور اس کی دیرپا حیات کی جھلکیاں ہیں۔ ان کا یہ زبردست کارنامہ یقیناً مبارکباد کا مستحق ہے۔ کوثر صدیقی کی یہ پوری کتاب صنف ثلاثی میں ایک طویل نظم ہے۔ اس لحاظ سے یہ کہنا صحیح ہے کہ سب ہے مربوط ہیں اور اتنی طویل نظم ایک ہی موضوع پر کہنا کسی قادر الکلام شاعر کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ اگر ان کے اس ہی کارنامہ کو ذہن میں

---

(۱) ترسیل اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ ص ۳۴ مضمون نگار رفعت سروش دہلی چیف ایڈیٹر ترسیل مائی شاہ روڈ جے پور

(۲) بحوالہ فرہنگ ادبیات ص ۲۱۱

رکھا جائے تو بلا شبہ حمایت علی شاعر کے مقابلے میں وہ ممتاز ہیں۔ کوثر صدیقی نے اپنی نظم میں یہ بات ملحوظ رکھی ہے کہ اس میں ہر ثلاثی کا پہلا اور تیسرا مصرعہ مردف ہے، ذیل میں ان کی طویل نظم کے یہ بند ملاحظہ کیجئے اور محسوس کیجئے کہ کوثر صدیقی کو اردو سے کتنا لگاؤ ہے:

میں علمدار امن والفت ہوں
زخم ہر دل پہ رکھتی ہوں مرہم
میں زباں ہوں پیام رحمت ہوں

ہر محبّ وطن سے ہے فریاد
سب کو اردو کی دے کے پھر تعلیم
گھر میں اردو کو پھر کرو آباد

اہل اردو ہیں عقل سے پیدل
اردو پڑھنے کے چور ہیں لیکن
مشاعروں کا کراتے ہیں دنگل

حسن اردو نکھاردے یارب
عارض ولب کو اور دلکش کر
زلف اردو سنواردے یارب

اردو ہے بستر علالت پر
دلی جاؤں کہ لکھنؤ جاؤں
اب عیادت کے واسطے کوثر

عزت اردو کو خوب دیتا ہوں
کوئی کاغذ ملے جو اردو کا
احتراماً میں چوم لیتا ہوں

گنگا جمنی زبان ہے اردو
سب زبانوں کا ہے یہ اک سنگم
یعنی ہندوستان ہے اردو
گل ہیں سارے چراغ بنگلوں کے
شمع اردو تو صرف جلتی ہے
جھونپڑوں میں غریب لوگوں کے
ان کو اردو میں خط جو بھیجا ہے
کیوں نہ مرجاؤں اس ادا پر میں
پوچھتے ہیں کہ یہ لکھا گیا ہے
کب ہواؤں سے اردو ڈرتی ہے
اپنی ہی اجڑی ہی شاخ گلشن پر
بکھرے تنکوں کو جمع کرتی ہے
اردو تہذیب میں وہ شکتی ہے
مختلف سوچ والے لوگوں کو
ایک دھاگے میں باندھ سکتی ہے
پیار کی انجمن سجاتی ہے
شمع نفرت بجھاکے اردو ہی
ایکتا کے دئے جلاتی ہے

اسی مندرجہ بالا ہیئت واوزان میں کوثر صدیقی جونہایت زورگواور پرگو ہیں، کی ذیل ثلاثیاں دیکھئے، سبھی ثلاثی میں سماج کا کرب اور فکر کا منظر نامہ ہے۔ زبان سادگی سے معمور ہے اس لئے ان کی تفہیم اور

ذہن قاری تک ان کی ترسیل آسان ہے۔ مقصد تعمیری اور اصلاحی ہے ملاحظہ کیجئے:

پھر شب غم کرید کر دیکھوں
صبح شاید کہیں ہو پوشیدہ
تیرگی کو بھی چھید کر دیکھوں

کب ہوا کے ہدف سے ڈرتے ہیں
ایک ہی پل سہی حیات مگر
سر اٹھا کر حباب ابھرتے ہیں

کل تلک جنگ ہو رہی تھی جہاں
پیار کے پھول آج مہکے ہیں
چل رہی ہے ہوائے امن وہاں

میں ہوں اک چشم نرگس حیراں
دیکھتا ہوں گلوں کے زخم مگر
کھول پاتا نہیں ہوں اپنی زباں

ہم ہواؤں کا رخ بناتے ہیں
بادبانوں کی سمت طے کر کے
وقت کی کشتیاں چلاتے ہیں

کتنے خطروں کو جھیلتا ہوں میں
لے کے بیٹھا ہوں پھوس کا چہرہ
آگ سے پھر بھی کھیلتا ہوں میں

شعلے جب دل میں جلنے لگتے ہیں
گرم کردیتے ہیں پہاڑوں کو
برف کے تودے گلنے لگتے ہیں

ٹکڑوں ٹکڑوں میں کاٹ دیتے ہیں
دوست ہوں یا عزیز ہوں کوثر
سب میرا جسم بانٹ لیتے ہیں

بھیڑ میں جو بچھڑ گئے مجھ سے
ڈھونڈھئے اب کہاں کہاں ان کو
وہ کسی موڑ پر نہیں ملتے

درد سہہ کر خموش ہی رہئے
ہجر کا غم شکایت دوراں
مصلحت کی زبان میں کہئے

آج اسی کا زمانہ ہے کوثر صدیقی کی وقت کی ہر کروٹ پر نگاہ ہے اور وہ زندگی کو بدامنی کی فضاؤں میں جھونکنے کا سبق پڑھانے کے بجائے زندگی کو ہر طرح تباہ دینے کی صلاح دیتے ہیں۔

ڈاکٹر ساحر شیوی کی ثلاثیاں:- حمایت علی شاعر یا کوثر صدیقی کی روایات سے یکسر مختلف ہیں ان دونوں دانشوروں نے اپنی ثلاثیوں میں یہ التزام برقرار رکھا ہے کہ پہلے اور تیسرے مصرعے کو ہم قافیہ و ردیف باندھا ہے اور بیچ کا یعنی دوسرا مصرعہ آزاد۔ ساحر شیوی کی ثلاثیوں میں یہ طریقہ یکسر بدل جاتا ہے ان میں حمایت علی شاعر یا کوثر صدیقی کی طرح اس ضابطے کی پابندی نظر نہیں آتی ہے۔ ان کی ثلاثی کا ہر مصرعہ ازاد ہے کوئی دو مصرعے ہم قافیہ وردیف نہیں ہیں۔ پھر بھی ان ثلاثیوں کا شمار صنف ثلاثی ہی میں کیا جاتا ہے۔ اس منفرد روش سے اندازہ ہوتا ہے کہ تروینی کی طرح ثلاثی کیلئے بھی کوئی بحر یا وزن یا ردیف

وقافیہ کا تعین نہیں ہوسکا ہے ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ثلاثی کی ہیئت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہائیکو، سین ریوز اور ماہیا کی طرح ثلاثی بھی تین مصرعوں کی شاعری ہے، جس طرح رباعی کا آخری مصرعہ حاصل کلام یا رباعی کی جان ہوتا ہے۔ ثلاثی کے تیسرے مصرعے کی بھی یہی نوعیت اور اہمیت سے ساحر نے اس صنف میں تجربے کئے ہیں، جن میں وہ کامیاب بھی ہوئے ہیں، چند ثلاثیاں ملاحظہ کیجئے:

زندگی ایک عجیب الجھن ہے
نہیں آسان زندگی جینا
راہ میں جس کی لوگ مرتے ہیں

زندگی کے اٹھائے ناز بہت
ہر قدم اس میں رنگ بھرتا رہا
پھر بھی پھیکا رہا مرا جیون

چیخ اٹھا ہے درد سینے میں
اور نگاہیں مری پریشاں ہیں
جانے کس کا ہے انتظار مجھے

آدمی ہر بشر اگر ہوتا
اس کے ہوتے ہر جگہ چرچے
فاش ہوتا ہم پہ راز حیات(۱)

مندرجہ بالا ثلاثیوں کے جائزے سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ ثلاثی کیلئے نہ کسی بحر یا وزن کی قید ہے اور نہ ردیف وقافیہ کا احترام واجب ہے۔ غرضکہ کی طرح کی پابندی کی شرط نہیں ہے یا یہ کہ ابھی تک ان کے اوزان یا ہیئت متعین نہیں ہوسکی ہے اسی لئے شعراء اس کی تخلیق میں ہر طرح کی فنی پابندیوں سے

---

(۱) مضمون مجاہد اردو ڈاکٹر ساحر شیوی از ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی مشمولہ کوکن میرا مہمان ڈاکٹر ساحر شیوی ماڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۷

آزاد ہیں۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ اس کے ابتدائی دو مصرعوں میں تمہید کلام ہوتی ہے اور آخری یا تیسرا مصرعہ حاصل کلام ہوتا ہے۔ ساحر شیوی کی چند ثلاثیاں بطور مثال پیش ہیں:

زندگی ایک عجیب الجھن ہے
نہیں آسان زندگی جینا
راہ میں جس کے لوگ مرتے ہیں

آدمی ہر اگر بشر ہوتا
امن کے ہوتے ہر جگہ چرچے
فاش ہوجاتا ہم پہ راز حیات

زندگی کے اٹھائے ناز بہت
ہر قدم اس میں رنگ بھرتا رہا
پھر بھی پھیکا رہا میرا جیون

راہ الفت میں ڈگمگائے قدم
کب تلک چلتے خار زاروں پر
ہوئے غرقاب غم کے ساگر میں

جس کی امید تھی نہیں ہرگز
تیری زلفوں میں رہ کے دکھ جھیلے
داستاں یہ کسے سناؤں میں

کیسے گھٹ گھٹ کے جی رہا ہوں میں
اپنے دامن میں پالتا ہوں غم
موت کیوں مانگ کر نہیں آتی

چیخ اٹھا ہے درد سینے میں
اور نگاہیں مری پریشاں ہیں
جانے ہے کس کا انتظار مجھے

زندگی اپنی کون جیتا ہے
دوسروں کے لئے بھی جی لینا
زندگی آپ کی سپھل ہوگی

ہوا بدنام میں تمہارے لئے
ٹھوکریں کھا رہا ہوں روز و شب
تم کو پانا ہے زندگی میری

زیست میں کس قدر جھمیلے ہیں
ساتھ غم کے خوشی کا ہے موسم
زندگی تو گزر ہی جاتی ہے

زلزلہ میرے دل کے اندر ہے
فکر محشر ستا رہی ہے مجھے
کب گناہوں کا ساتھ چھوٹ جائے

پاس میرے نہیں ہے کالا دھن
ہے کمائی کھرے پسینے کی
جیسا بھی ہو گزارا کرتا ہوں

دامن صبر ہاتھ سے مت چھوڑ
انتظار اجل نہیں کرنا
موت آتی ہے وقت پر اپنے

زیست سے دوستی نہیں اچھی
جو بھی پڑتا ہے اس کی لالچ میں
وہ جہاں میں وقار کھوتا ہے

دل میں خواہش یہی ہے مدت سے
آسماں تک مری رسائی ہو
موت کے بعد بھی میں زندہ رہوں

آدمی چاند پر گیا ہوگا
ہوا مٹی کے بھر کے دامن میں
چاند کی روشنی نہیں لایا

میں خوشی کا فقط نہیں شیدا
غم سے بھی استفادہ کرتا ہوں
زیست میں اس کی بھی ضرورت ہے

حرص نے آدمی کو مارا ہے
آدمی اب رہا نہ آپے میں
ہیں یہ آثار سب قیامت کے

ڈوبتی تیرتی ہوئی تیری
زندگی پہونچی ہے کنارے پر
اب اسے تم سنبھال کر رکھنا

یہ سب ہی ثلاثیاں اپنے دامن میں کوئی نہ کوئی تلخ حقیقت حیات اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں، جس کی طرف شاعر نے لطیف اشارے کر کے متنبہ کرنے کی مستحسن کوشش کی ہے یہی ایک اچھی شاعری کا مقصد اور حسن

ہے مثلاً اس صفحہ کی پہلی ثلاثی دیکھئے اوراس رباعی کے حوالے سے اس کے مفاہیم پرنظر ڈالئے رباعی یہ ہے:

حرص وہوس حیات فانی نہ گئی　　اس دل سے ہوائی کامرانی نہ گئی
ہے لوح مزار پر تیرا نام رواں　　مرکر بھی امید زندگانی نہ گئی

یہ ہے ہماری فکراورعہد حاضر کی بھول جس کا ہر شخص گناہ گار ہے،طنزومزاح ہنسی ہنسی میں ان حقائق کی نشاندہی کرنے کی صلاحیت ہےتو وہ کامیاب طنز ہے، جیسے اکبرالہ آبادی کے اشعاراور یہی صفت اچھے طنز کی مثالیں ہیں۔ڈاکٹرفراز حامدی جو نئے تجربات اور نت نئ اختراعات کیلئے زبردست شہرت کے حامل ہیں انہوں نے مثلث یا ثلاثی کی تعریف کرتے ہوئے اس صنعت کی لائق غورتعریف کی ہے وہ لکھتے ہیں:

''تین مصرعوں کی مکمل نظم کو مثلث یا ثلاثی کہتے ہیں۔ ماضی میں اس کی کوئی روایت نہیں ہے، ویسے بھی مثلث کیلئے اردو میں کوئی بحرمخصوص نہیں ہےلہٰذا راقم نے دوہا بحر میں ۱۳+۱۱=۲۴ ماتراؤں میں مثلث تخلیق کرنے کی کوشش کی ہےاوراسے دوہا مثلث کا نام دیا ہے۔بلینک ورس ''نظم غیرمقفیٰ'' یانظم معریٰ کیلئے انگریزی میں بے قافیہ آئمبک پیٹا میٹرمخصوص ہےمگراردو میں ان اوزان کو پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔عروضی نظام کےمطابق اس کے تینوں مصرعے ہم وزن ہوتے ہیں اوران میں قافیہ نہیں ہوتا۔''(۱)

ڈاکٹرفراز حامدی نے دوہا بحر میں (۱۳+۱۱) ۲۴ ماتراؤں میں تین مصرعے بغیر قافیے کا تجربہ مئی ۱۹۹۳میں کیا ہےاوراس کا دوہا مثلث نام دیا ہے۔

تو اپنی رفتار پر کرتا رہا گمان
تجھ سے بھی کچھ تیز تر دوڑ چکے ہیں لوگ
منزل سے رفتار کا رشتہ بھی تو جوڑ

جب سے دھرم کو چھوڑ کر ذہن ہوا آزاد
مجھ پر ان افکارکا ہونے لگا نزول
حیوانوں سے ہوگئی بدتر میری ذات

(۱)اردودوھاص ۲۰۷ڈاکٹرفراز حامدی کوکن رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا۲۰۰۶

ذیل میں ڈاکٹر فراز حامدی صاحب کی چند ثلاثیاں دیکھئے ان میں موصوف نے دوہا بحر میں کہی گئی مثلث یا ثلاثی میں ہر مصرعے میں قافیہ کی رعایت برقرار رکھی ہے، ملاحظہ کیجئے یہ ثلاثیاں غیر مردف ہیں:

ہونا تھا جو ہوگیا یاد نہ رکھ ہر بات
آپس کی اس جھوٹ سے بگڑیں گے حالات
آؤ دن کو دن کہیں کہیں رات کو رات

کچھ تیری تدبیر ہو کچھ میری تدبیر
تو میری تقدیر بن میں تیری تقدیر
آؤ مل کر پھر کریں بھارت کی تعمیر

بانسوں کے جنگل میں بھی لگ جاتی ہے آگ
اپنا سایہ بھی کبھی بن جاتا ہے ناگ
اپنے سایے سے کبھی بھاگ سکے تو بھاگ

علم وادب کی جان تھا تہذیب الاخلاق
سرسید کی آن تھا تہذیب الاخلاق
ملت پر احسان تھا تہذیب الاخلاق

آؤ مل جل کر کریں ایسی کوئی تدبیر
جیسی تھی ویسی بنی بھارت کی تصویر
بھارت اپنا بھاگیہ ہے ہم اس کی تقدیر

درج ذیل دو ثلاثیوں میں پہلا اور دوسرا مصرعہ ہم قافیہ ہے:

خون ہے طاری ہر نفس ہر پگ اک آزار
سر پر ہر انسان کے لٹکی ہے تلوار
لے آئی کس موڑ پر ہمیں نئی تہذیب

پگھلے سیسے کی طرح کان میں جائیں بول
اپنے لب اظہار کو ایسے بھی مت کھول
بیٹے لہجہ نرم کر میں ہوں تیرا باپ

اوران ثلاثیوں میں پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم قافیہ ہے:

بچپن کا وہ دور کیا تجھ کو بھی ہے یاد
باغوں میں جب آم کے آجاتی تھی بور
داروغہ بنتا تھا تو میں بنتا تھا چور

مجھ کو کب یہ علم تھا چھوڑ کے تیرا ہاتھ
خوابوں کو ڈس جائے گی کالی ناگن رات
کھیلا ہے جذبات نے مجھ سے کیسا کھیل

صنف مثلث کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر فراز حامدی صاحب کا یہ تجزیہ غور طلب ہے ملاحظہ کیجئے:

''تین مصرعی نظموں کے حوالے سے وجود میں آنے والے تجربات کے سلسلے میں علامہ شارق جمال کی تربینی جس کی عروضی ہیئت (فارم) کے مطابق پہلے مصرعہ کو دو رکن پر اور دوسرے کو تین ارکان پر اور تیسرے کو چار ارکان پر یعنی مصرعہ اول بقول ان کے مربع دوسرا مسدس اور تیرا مثمن بحور کے اوزان سے ماخوذ ہے اسلم حنیف صاحب کی زبان میں ''اس طرح جیسی تین ندیوں کا سنگم ہو'' اسلم حنیف اس ہیئت کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ وہ خود عروض داں ہوتے ہوئے بھی جدید اور جدید ترین معقول تجربات کرنے اور ان کی تائید کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں۔ پھر بھی ان کا اعتراض یہ ہے کہ عروض میں مربع، مسدس اور مثمن کی اصطلاعات دراصل پورے شعر یا دو مصرعوں کے مجموعی ارکان کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ اس لئے دو رکن تین رکن اور چار رکن پر مرحوم نے ان کا اطلاق کر کے بشری سہو کا ثبوت دیا ہے۔'' (۱)

(۱) اسلم حنیف اردو زبان کا پہلا منفرد شاعر ص ۴۵ مضمون ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور جون ۲۰۰۶

اسلم حنیف تین مصرعوں میں بالترتیب ایک دو اور تین ارکان سے مرتب ہونے والی نظم کو بھی سہ گوشے میں شامل کرتے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر فراز حامدی صاحب نے مندرجہ بالا سطور میں اظہار کیا ہے۔ اسلم حنیف نے مثلث اور ثلاثی سے الگ ہیئت میں مثلثی ایک سہ مصرعی الگ صنف تخلیق کی ہے اس کی دو قسمیں (۱) مطلع کی صورت میں شعر کہہ کر تیسرا مصرعہ معریٰ شکل میں جوڑ دیا جائے (۲) پہلے مصرعہ کو قافیہ سے آزاد رکھا جائے اور بعد کے دونوں مصرعے مقفیٰ ہوں اس میں بحر کی کوئی قید نہیں ہے۔ اس فارم میں مثلثی تخلیق کی جا سکتی ہے۔ بطور مثال یہ دو مثلثیاں ملاحظہ کیجئے:

(۱) کیسے حالات تھے
جب مقابل مرے
حادثے تھے فقط

(۲) زندگی جانتا ہوں حقیقت تری
تو سراپا فقط جبر ہی جبر ہے
پھر بھی زندہ ہوں میں یہ میرا صبر ہے

نمبر ۲ رفارم میں چند اور مثلثیاں ملاحظہ کیجئے پہلی شکل میں پہلا مصرعہ معریٰ ہے اور بعد کے مصرعہ مقفیٰ:

اگر احساس سے لبریز کرلوگے نگاہیں
بنام تجربہ باریک ہوں گی تیز ہوں گی
حقیقت خیز ہوں گی حوصلہ آمیز ہوں گی

زخم دل کے تم دہانے کھول کر
منتشر خوابوں کا شیرازہ کرو
ضبط کا پھر اپنے اندازہ کرو

مال وزر کے نہیں پجاری ہم
اپنی جیبوں میں اپنے ہاتھ رکھ
عظمتیں اپنی اپنے ساتھ رکھ

پوشیدہ میری ذات تھے فاصلے ورنہ
جب غم بھی میری شب کا نگہبان نہیں تھا
جب خود سے بچھڑنا کوئی آسان نہیں تھا

ذرے ذرے میں نہاں ہیں معانی تہہ در تہہ
بڑھ رہی ہے دیکھ کر روز حیرانی میری
اے خدا کر دے فزوں اور تابانی میری

یہ انا کا شہر ہے میں اس لئے
قید زندان فراست میں رہا
عمر بھر اپنی حراست میں رہا

فریب خوردہ ہستی ہوں ہو کے صاحب عزم
حسین خواب نگاہوں میں پھر بھروں کیسے
ہتھیلیوں پہ نئے حوصلے دھروں کیسے

اگر ہے پیار وطن سے دلوں میں پیار انڈیل
تعصّبات جنوں کو نظر میں گھولتے ہیں
درندگی کے طریقے بدن میں گھولتے ہیں

منافقت کی حقیقت جب ہوا احساس
حصار مکر وفن یار سے نکل آیا
میں اک کرن تھا شب تار سے نکل آیا

اسی طرح مثلثیوں کی یہ دوسری ہیئت ملاحظہ کیجئے: مطلع پر غیر مقفیٰ مصرعہ جوڑ کر مثلث تخلیق کی ہے:

سب ہوا کے رستے مسدود ہیں
خوشبوئیں بھی جسم تک محدود ہیں
یہ کہاں تو آ گیا اسے سیم تن

سنگلاخوں سے گزرنا سیکھ لے
ضبط کو تعبیر کرنا سیکھ لے
یا پھر اپنے آپ کو مومن نہ کہہ

جب بھی مانی کی سمت جائے گی
تیری آوا ز لوٹ آئے گی
ڈال کر منہ کنویں میں چیخ کے دیکھ

ہاتھ اپنے قرآن پہ رکھ کے وعدہ دیں اور قسمیں کھائیں
لیکن قربت حاصل کر کے مکر کے جلوے دکھلائیں
ایسے وعدہ شکن لوگوں کو نام جو دیں تو کیا دیں ہم

شامل جاں تھے روبرو ہو اب
دوستوں باز وے عدو ہو اب
کیا تمہیں مصلحت نے چاٹ لیا

کون تجھ کو گلے لگائے گا
کون پھر حوصلے بڑھائے گا
پیار کے دیپ اس طرح نہ بجھا

محبت کی ادھر بھی سوزشیں پیدا نہیں ہوتیں
ملن کی اس طرف بھی خواہشیں سدا نہیں ہوتیں
اگر راہ وفا میں فاصلے حائل نہیں ہوتے

غموں میں ڈوبے ترانے اچھال دیتا ہے
سکون دل کے بہانے اچھا ل دیتا ہے
خدا نے اس کو وہ بخشا ہے لحن داؤدی

کیف پرور زیست کی تعبیر ہوں
اک سراپا پیار کی تنویر ہوں
مجھ سے تو پھر منحرف ہے کس لئے

آگ احساس میں زیادہ ہے
اس لئے کوئی غرق بادہ ہے
ورنہ کب ڈوبتا ہے خود میں کوئی

خوشبو یاں غیروں کی راس آتی نہیں
اپنی فکریں عروج پاتی نھیں
آگ میں کیوں حسد کی جلتے ہو

وفا تلاش جو کرتی ہیں بنکے بیگانہ
میری نظر میں اترتی ہیں بن کے بیگانہ
عجیب ہیں یہ تغافل پسند آنکھیں تری

اسلم حنیف کی ایجاد کردہ اصناف کی تعداد چھ تک پہونچتی ہے کسی سطحی فکر یا جذباتی یا ہیجانی سوچ کا ثمرہ نہیں ہیں بلکہ انہوں نے ہر ایجاد کے بارے میں گہرائی سے غور وفکر کی ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا پوری

طرح جائزہ لے کر ہی اس کو تخلیقی وقار عطا کیا ہے۔ ان کی ہر تخلیق میں مثبت اقدار حیات اور سماج کی تصویر اور زندگی کے تلخ حقائق کا اظہار نہایت سبک اور دلپذیر پیرائے میں بیان کئے ہیں۔ موصوف کی اختراعات ایک نیا اضافہ کہی جاسکتی ہیں۔

تروینی

گلزار کی ایجاد کردہ سہ مصرعی شعری صنف ہے اس میں مکمل شعر پر تیسرا مصرعہ لگا کر تاثر کو یکسر بدل دیا جاتا ہے۔ بہ اعتبار ہیئت اسے معریٰ مثلث قرار دیا جاسکتا ہے۔ بلا امتیاز بحر مثلث کی دو ہیئتیں پہلے سے رائج ہیں، یعنی تینوں مصرعوں میں قافیہ کا استعمال بھی کیا گیا ہے اور درمیانی مصرعے کو آزاد رکھ کر اول آخر مصرعوں میں بھی قافیہ کو برتا گیا ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی نے دونوں ہیئتوں میں اپنے دوہا مثلث لکھے ہیں تین مصرعوں میں علامہ شارق جمال ناگپوری اور گلزار کی تروینی بھی ایجادی اصناف کا مرتبہ رکھتی ہے، جبکہ جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے حمایت علی شاعر کی مثلث پہلے سے رائج تین مصرعوں کی نظم کی ہیئت کی نقل ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر موضوعاتی اصناف سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہمعصر اردو شاعری میں موضعاتی اصناف کی ایجاد کا سب سے زیادہ کام انور شیخ نے انجام دیا ہے۔ تکونی، کہمن، غزالہ، منظومہ، تلخی، سکرولی، مکرولچہ، دوآشتہ اور نعمانہ جیسی اصناف ان کی ایجاد کردہ ہیں اور انہوں نے ہر صنف کے موضوع اور تکنیک سے بھی بحث کی ہے۔ شعری اصناف کی ایجادات واختراعات کا شدید رجحان پچھلی صدی کے آخری کچھ دہوں میں رونما ہوتا ہے۔ متروک قدیم اصناف کے احیاء اور نئی ہیئتوں اور اصناف کو وضع کرنے میں اگرچہ اردو شعراء کی افتادِ طبع کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس تجرباتی تحریک کے بلند قامت ناقد اور دانشور جناب مناظر عاشق ہرگانوی اردو کے واحد ایسے مدیر ہیں، جنہوں نے اپنے جریدے کہسار جنرل کے حوالے سے بیشتر نئی اصناف کو نمایاں طور پر فروغ دیا ہے۔ ڈاکٹر مناظر عاشق صاحب کا زبردست کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض اصناف پر خصوصی توجہ دی تحقیقی اور تنقیدی مضامین لکھے اور ان کی تخلیق کیلئے روابط بھی قائم کئے۔

ادھر کچھ برسوں سے اردو شاعری میں ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے باڑھ آگئی ہو۔ لیکن ہر سنجیدہ ادبی

شخص اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ یہ تجربات واختراعات تجربہ محض سے زیادہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ بیشتر تجربات فکری اور فنی سطح پر اتنے زیادہ اہم نہیں ہیں۔ تاہم اجتہاد وایجاد کی خوش گمانی کا حوالہ ضرور ہیں۔ شعری نہج پر دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں اختراعات کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ جو تجربے عظیم شخصیات سے منسوب ہیں باعتبار تعداد ان کا دائرہ محدود ہے یعنی ایک فنکار نے ایک یا ایک سے زیادہ دو تین ہی تجربات کئے ایک دو شعری اصناف ایجاد کی ہیں۔

ماهیا

اردو شاعری میں ماہیا ایک نئی صنف ہے، جو پنجابی لوک گیتوں سے مستعار ہے اردو ماہیا کے بانی شاعر ہمت رائے شرما ہیں، جن کی ابتداء انہوں نے ابنی فلموں کے لئے ۱۹۳۷ء میں کی تھی۔ ان کے بعد اردو ماہیا نگاروں میں مولانا چراغ حسن حسرت، قمر جلال آبادی اور ساحر لدھیانوی کے نام سامنے آتے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی ماہیے اپنی فلموں کیلئے لکھے تھے اور اردو شاعری میں ماہیے کو متعارف کرانے فروغ دینے اور اس کی ادبی شناخت قائم کرنے مین حیدر قریشی، (جرمنی) کا نام سرفہرست ہے۔ اردو ماہیا کے ارتقاء اور فروغ میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی گراں قدر خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی حالانکہ ماہیا نگاری کی ابتداء ۱۹۳۷ء میں ہوئی تھی لیکن اسے باقاعدہ استحکام ۱۹۹۰ء کے بعد مل سکا۔ پچھلی قریب بیس سال کی مختصر سی مدت میں اسے بے حد مقبولیت اور پذیرائی حاصل ہوئی پھر بھی لطف کی بات یہ ہے کہ اس نئی صنف سخن کے ۱۹۹۶ء سے اب تک تقریباً ۲۵ مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ماہیا سے متعلق چند انتخابات اور چند رسائل اپنے خصوصی نمبر بھی شائع کر چکے ہیں، جن میں مناظر عاشق ہرگانوی کی کتاب رم جھم رم جھم، سعید شباب کی اردو ماہیے، شمیم انجمن وارثی کی مغربی بنگالی میں ماہیا نگاری، پنجابی اخبار بنگھرا گوجرانوالہ کا ماہیا ایڈیشن، ماہنامہ نیرنگ خیال راولپنڈی کا ماہیا نمبر، دو ماہی قرطاس ناگپور کے دو خصوصی نمبر سہ ماہی ماہیا روپ کراچی اور سہ ماہی اردو ماہیا انٹرنیشنل کے خصوصی ماہیے نمبر لائق ذکر ہیں۔ ماہیا کا ایک عالمی انتخاب باغوں میں بہار آئی کے عنوان سے ارشد اقبال آرش نے اٹلی سے شائع کیا ہے اساق کے مدی

نذیر فتحپوری بھی پونا سے اردو ماہیے کا ہندوستان نمبر شائع کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ اردو ماہیا بہت تھوڑے عرصے میں عالمگیر شہرت اور مقبولیت حاصل کر لی ہے اور شاعروں کی ایک بڑی تعداد اس طرف رجوع ہو رہی ہے۔ حالانکہ ماہیا مختصر ترین صنف ہے پھر بھی اس میں غزل کی طرح ایسی وسعت دامانی ہے کہ اس میں ہر طرح کے مضامین کو سمویا جا سکتا ہے، جس طرح ہائیکو کا ہر شعر اس کوزے کی طرح ہوتا ہے، جو اپنے اندر ایک سمندر سمیٹے ہوئے ہوتا ہے یہی خصوصیت ماہیا کی بھی ہے۔ لیکن یہ عجیب حقیقت ہے کہ ابھی تک ماہیے کے اوزان کا حتمی فیصلہ ہو چکا ہے اس سلسلے میں حیدر قریشی اور ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی کی سرگرمیاں لائق ستائش ہیں۔ ورنہ اکثر مباحث اوزان کے تعین کے سلسلے کے بغیر کسی فیصلے کے ختم ہو جاتے ہیں مثال کے طور پر تاریخ گوئی کے چند متنازعہ حروف کے اعداد ہزاروں بحثوں کے بعد بھی مقرر نہیں ہو سکے ہیں۔ ماہیے کیلئے درج ذیل اوزان مخصوص ہیں:

مفعول مفاعیلن/فعل مفاعیلن/مفعول مفاعیلن

اور تسکین اوسط کے عمل سے:

فعلن فعلن فعلن/ فع فعلن فعلن/فعلن فعلن فعلن

ماہیے کے آخری رکن میں ایک حرف ساکن کا اضافہ زحاف تسبیغ کے تحت عروض دانوں نے درست ٹھہرایا ہے اس کے علاوہ یہ بھی آسانی ہے کہ ان اوزان کو ایک دوسرے کے مقام پر بالترتیب رکھ سکتے ہیں۔

ماہیا پنجابی زبان کی صنف سخن ہے اور ہجر و وصل کے موضوعات کے لئے ہی خاص کر دی گئی ہے لیکن اردو ماہیا نے ہر موضوع کو اپنایا ہے پچھلے لگ بھگ دس سالوں سے ماہیوں میں انسانی تجربات مشاہدات و محسوسات کو مختلف موضوعات کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد طاہر رزاقی صاحب نے اپنے مضمون میں ماہیا کی کچھ اور وسعت دامانی کا ذکر کیا ہے جو ماہیا کے امکان و وسعت کو واضح کرتا ہے ملاحظہ کیجئے:

''عصر حاضر میں تہذیبی قدروں کی شکست و ریخت سیاست کے نام پر جبر و استبداد، کینہ پروری اور بکھرتے ٹوٹتے رشتوں کا المیہ بھی ماہیے کے موضوعات بنے ہوئے ہیں آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماہیے کے

تین مصرعوں نے وہ سب کچھ قبول کرلیا ہے، جو غزل میں شامل ہے ماہیے میں حمد، نعت، منقبت، طنز اور شخصی توصیفی ماہیے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ماہیے نے مختصر مدت میں وہ مقبولیت حاصل کرلی، جو کسی اور صنف کو اتنے کم وقت میں نصیب نہیں ہوئی آج ماہیے پر کئی حضرات ایم.فل. پی.ایچ.ڈی.ڈی.لٹ کے مقالے پیش کر کے محققین ادب کی فہرست میں شامل ہو چکے ہیں۔ ماہیے کی مقبولیت کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ دور حاضر کے سنجیدہ فنکاران ادب نے اس طرف خاص توجہ دی اور خوبصورت ماہیے تخلیق کئے۔ ان کے ماہیوں کو برصغیر بلکہ یورپ کے معتبر اخبار و جرائد نے خاص اہتمام سے شائع کیا ہے۔''(۱)

سب سے پہلے حمد یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدح وثنا، تعریف وتوصیف میں یہ ماہیے دیکھئے دنیا وعقبٰی کی ہر حمد وثنا ہر تعریف صرف ایک اسی مالک کون ومکان ایک خالق دو جہاں ایک آقائے انس وجان کیلئے مختص ہے۔ ہر حمد وثنا کی ابتداء بھی وہی ذات پاک ہے اور انتہا بھی وہی ذات وحدہٗ لاشریک اللہ قادر مطلق ہے اس ماہیے میں یہ اقتباس دیکھئے:

ذروں میں جھلک اس کی
شاہد فطرت ہے
تاروں میں چمک اس کی

جلوے ہیں ترے ہر سو
کیا کچھ نہ دیا تو نے
ہے شان تری اعلیٰ

ذات بشر پر تو
سب پر ہے تیرا قابو
احسان کیا تو نے

---

(۱) مضمون اردو ماہیا اور ساحر شیوی محررہ ڈاکٹر محمد طاہر رزاقی سنبھلی مشمولہ کوکن کی سیر ص ۹۸ بزم تخلیق ادب کراچی پاکستان ۲۰۰۴

گلشن کی فضا میں دیکھ
مخلوق میں عظمت دی
اللہ کی قدرت

بخت بشر دیکھو
تو آب وہوا میں دیکھ
گفتار کی طاقت دی

وہ ہم سے نہیں ہے دور
جیسے ہو بہاروں میں
دیکھ ذرا دل میں

پھولوں کی خوشبو ہے
اللہ کا روشن نور
اللہ کے ناموں میں

ناچیز ہوں عاصی ہوں
یارب تو مجھے لے لے
حال ہو کچھ میرا

اپنی غلامی میں
اللہ سے راضی ہوں
بس اتنا کرم کردے

ساحر شیوی ایک نیک سرشت پابند شریعت اور صاحب ایمان شخص ہیں ان کا دینی مطالعہ بھی بہت وسیع ہے وہ اپنے ماہیوں میں جگہ جگہ قرآنی آیات کی ترجمانی بھی نہایت ہنرمندی سے کرتے ہیں اسی قبیل

کے چند ماہیے دیکھئے:

سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ترجمانی دیکھئے:

یہ کام بھی تو کر لے

پڑھ کر بسم اللہ

دامن میں خوشی بھر لے

ولقد خلقنا الانسان من سلسلة من طین (اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلا سے پیدا کیا) سورۃ المومنین آیت ۱۲

خوب اس نے نوازا ہے

مٹھی بھر مٹی سے

انسان کو بنایا ہے

ولله المثل الاعلیٰ وھو الفوز الحکیم (اور خدا کو صف اعلیٰ زیب دیتی ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے) سورہ نحل آیت ۶۰

ہر چیز میں حکمت ہے

جگ میں اگر دیکھیں

ہر گام پہ رحمت ہے

فاذ کرونی اذکر کم واشکرولی ولا تکفرون (سو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا) سورۃ البقرآیت ۱۵۲

تو حمد و ثنا کر لے

یاد الٰہی کر

کچھ اس سے وفا لے لے

کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال واکرام (جومخلوق زمین پر ہے سب کوفنا ہونا ہے اورتمہارے پروردگار کی ذات وبرکت جوصاحب جلال وعظمت ہے باقی رہے گی) سورہ رحمٰن آیت ۲۶-۲۷

اللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم (اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے) سورہ نور آیت ۴۶

یا یھا الذین آمنو اتقو اللہ وکونوا مع الصادقین (اے اہل ایمان خدا سے ڈرتے رہو اور راست بازیوں کے ساتھ رہو) سورہ توبہ آیت ۱۱۹

ہم سب کا بھلا ہوگا
صدق کو اپنالیں
خوش ہم سے خدا ہوگا

نعت کی تعریف مختلف محققین نے مختلف لفظوں میں کی ہے، لیکن صحیح معنوں میں نعت وہ منظوم تخلیق ہے، جس میں رسول کریم کی تعریف وتوصیف، تلمیحات ومعجزات اور خاتم المرسلین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی عقیدت کا اظہار کیا گیا ہو۔ ساحر شیوی کے نعتیہ ماہیے محولہ بالا تمام خصوصیات اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں، ملاحظہ کیجئے:

سچے ہیں وہ سخی ہیں
اسلام کے بانی ہو
وہ حافظ وذاکر بھی

محسن ہیں مولیٰ ہیں
طٰہٰ بھی نام ان کا
تم ہی ہو یٰسین

امی ہیں لیکن
میرے نبی یارو
اللہ کے نبی وہ ہیں

اللہ کے جانی ہو
وہ ناطق وناظر بھی
نبیوں میں اولیٰ ہیں

چند ماہیے اور دیکھئے ان میں ساحر نے قرآنی آیات سے استفادہ کرتے ہوئے قرآن کے مطالب کو واضح کیا ہے:

ومامن محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ لکل شئی علیما (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں کی نبوت کی مہر لینے والے اور ان کو ختم کرنے والے ہیں اور خدا ہر چیز سے واقف ہے) سورۃ احزاب آیت ۴۰

اسلام کے رہبر ہو
ایمان ہمارا ہے
خاتم پیغمبر ہو

والتبع ما یوحیٰ الیک من ربک، ان اللہ کان بما تعملون خبیر ا (جو کتاب تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کئے جانا بیشک خدا تمہارے سب عملوں سے خبردار ہے) سورہ احزاب آیت ۲۔

ساحر شیوی کے حمدیہ ونعتیہ ماہیوں کا مجموعہ (خاک مدینہ) بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی سے اکتوبر ۲۰۰۵ میں شائع ہو چکا ہے۔

ماہیا کہنے والوں میں ڈاکٹر فراز حامدی کا نام اس لحاظ سے بھی لائق تحسین ہے کہ وہ جس صنف میں شاعری کرتے ہیں اس پر ان کی تنقیدی نگاہ بہت گہری پڑتی ہے چنانچہ ۴۵ مضامین ماہیا سے متعلق انہوں نے شائع کر کے نہ صرف ماہیا کو بلکہ اپنے نام کو وقار عطار کیا ہے ڈاکٹر فراز کے حمدیہ ماہیے دیکھئے:

تو شاہ غنی ہے تو
محتاج ہوں تیرا
داتا ہے سخی ہے تو

پھولوں میں تری خوشبو
وقت ترا تابع
دن رات میں تو ہی تو

خالق ہے خدایا تو
رزق بڑھا میرا
رازق ہے خدایا تو

غفار یقیناً ہے
عیب چھپا مولا
ستار یقیناً ہے

یارب ترا مجرم ہوں
اپنے گناہوں پر
شرمندہ ہوں نادم ہوں

روشن ہوں منور ہوں
اللہ مہرباں ہے
قسمت کا سکندر ہوں

ڈاکٹر فراز حامدی صاحب کے نعتیہ ماہیوں میں ان کی عقیدت ملاحظہ کیجئے:

نبیوں میں مکرم ہو
کفر شبہ اس میں
سرکار دو عالم ہو

انوار کا طالب ہوں
ارض مدینہ کے
دیدار کا طالب ہوں

کیا حد ہو کہ بے حد ہو

مدح کروں کیوں کر

احمد ہو محمد ہو

دیدار محمد سے

قلب کو روشن کر

انوار محمد سے

سرکار دو عالم سے

مانگ رہی دنیا

مختار دو عالم سے

کہہ دوں گا قیامت میں

شافع محشر سے

ہوں آپ کی امت میں

ڈاکٹر فراز کے مختلف النوع مضامین کے ماہیے ملاحظہ کیجئے ان میں سماجی کوائف عصری حسیت کا احساس ہوتا ہے:

تاثیر میں شبنم ہوں

نام محبت ہے

ہر زخم کا مرہم ہوں

شبنم کی نمی بو دیں

آؤ کہ دھرتی پر

پھولوں کی ہنسی بو دیں

انساں کو مقدر سے
بڑھ کے نہیں ملتا
دولت کے سمندر سے

ہر ساز سنائی دے
علم کی آنکھوں سے
ہر راہ دکھائی دے

کیا ریت تھی گاؤں میں
فیصلے ہوتے تھے
برگد کی جٹاؤں میں

یہ بھی اک عبادت ہے
خوف خدا یارو
ہر دل کی ضرورت ہے

زردار ہو یا کہ غریب
بد سے بدتر ہے
جس میں کہ نہیں تہذیب

میں نوحے گاتا ہوں
انسانوں کا کال
جب شہر میں پاتا ہوں

یہ کیسا معمہ ہے
دور ہی رہتے ہیں
جن سے مرا رشتہ ہے

کیا کام عبادت کا
سر سے پا تک
پیغام محبت کا

حیدر قریشی کے ماہیے ملاحظہ کیجئے:

چلنا مری مجبوری
کیسے قیام کروں
میں ایک ازلی راہی

آنکھوں میں مہک سائیں
دکھلا کر مجھ کو
بس ایک جھلک سائیں

تو خود میں اکیلا ہے
تیرے دم سے مگر
سنسار کا میلہ ہے

پھیلے تھے اجالے سے
کملی والے کو
پرنور حوالے سے

سب صبحوں کی تاج ہوئی
رحمت عالم کو
جس شب معراج ہوئی

کچھ کچھ ہوا اندازہ
طے نہ ہوا ہم سے
جب علم کا دروازہ

نکلی یہ دعا دل سے
فیض محمد سے
رب زدنی علما

دنیا پہ کرم کر دے
پیار کے سینوں
پھر روشنیا بھر دے

نفرت کے اندھیروں کو
توڑ میرے مالک
ظلمات کے گھیروں کو

عاشق محبوب ہوا
کھیل انوکھا تھا
جاذب مجذوب ہوا

اسلم حنیف ہمہ جہت قلمکار ہیں چھ سے زیادہ نئی اصناف کے موجد ہونے کے ساتھ ہر روایتی اور جدید اصناف پر ان کی گہری نگاہ ہے۔

دوسری اصناف کے ساتھ اردو ماہیا بھی ان کے دست تصرف میں ہیں سب سے متفرق آیات کے ترجمہ دیکھئے:

(ان لله لذو فضل على الناس)(رب المشارق والمغارب)

کافر یہ نہیں سمجھے
رب کا کرم بے حد
ہے حال پہ انساں کے

نہیں کوئی تجھ جیسا

رب ہے بس تو ہی

ہر مشرق و مغرب کا

(لا تاخذبه سنة ولا نوم)(ليس كمثله شئى)

یہ بھی ہے صفت ذاتی

نیند تو کیا معنی

اسے اونگھ نہیں آتی

تو سب سے یکتا ہے

قول ہے خود تیرا

نہیں مثل تیرے کوئی اور شے

(**انا اعطيناک الكوثر، فصل لربک وانحر، ان شانئک هو الابتر**) (دو ماہیوں میں پورا ترجمہ)

دیا ہم نے تجھے کوثر

پڑھ تو نمازوں کو

اس رب کی عنایت پر

اور تو قربانی کر

بیشک اک دن خود

تیرے عدو ہوں گے ابتر

(سورة الاخلاص) قل هو الله احد، الله الصمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً احمد.

کہہ دے میرا رب ہے
والد ہے نہ ولد ہے
بے ہم سر وحمد ہے

متفرق موضوعات پر مبنی ماہیے (پہلے اور تیسرے مصاریع کے حوالے سے) مہولہ اوزان کے ماہیے:

تلواریں جیسی ہیں
برکھا رت کی یہ
بوچھاریں کیسی ہیں

جاگا غم کا احساس
تیرے بغیر لگے
شہتوت کے پیڑ اداس

تو نگینہ بن جاتا
اس کا بن چھو کر
آئینہ بن جاتا

میں سراب سے ڈرتا ہوں
جاگا ہوں اتنا
ہر خواب سے ڈرتا ہوں

نہ خوشی سے دبوچ مجھے
تیرا اداسی ہوں
کبھی یوں بھی سوچ مجھے

ترے در پہ آیا کون
پیار کی باتوں سے
من موہ رہا تھا کون

آٹھ اوزان کے ماہیے بحرِ متقارب مزاحف سے ماخوذ:

آدم کی اولادیں
صبح وہیں سمٹ آئے
ہم لوگ جہاں جاگیں

اب حد سے گزر جائیں
سیڑھیاں راتوں کی
ہم لوگ اتر جائیں

لپٹا ہوا بیٹھا ہے
سانپ گھڑے میں مرے
جسم اس کا پیاسا ہے

کیا خوف زیاں رکھنا
تم ہو اگر دلدار
خوابوں کو جواں رکھنا

تیور ہیں یہ موسم کے
خود کو بھول کے ہم
تلخاب پیے غم کے

جس دن وہ اکیلی تھی
اس کے بنگلے میں
اک فاختہ آ بیٹھی

نیتا جوگن بھاگلپور، بہار

اپنا نہ پرایا ہے
آج کی دنیا میں
دکھ سب نے اٹھایا ہے

ہر شخص ہے سودائی
شہر محبت میں
فرزانوں کی رسوائی

صدف جعفری، کلکتہ

لفظوں میں اثر بھرے
پیار کے لہجے میں
ہر دل میں تو گھر کرلے

آزار مسلسل ہے
عشق کہیں جس کو
وہ زہر ہلاہل ہے

اودھو مہاجن بسمل، پونہ

یہ پریت تو دھوکا ہے
جو نہ کبھی کھائے
وہ شخص انوکھا ہے

کیا یہ زمانہ ہے
چیز نئی لیکن
لیبل تو پرانا ہے

عیاث انجم، بکارو شہر

ہر بات بھلا دینا
شیوہ تمہارا ہے
موقع پہ دغا دینا

کانٹوں بھری راہوں میں
شانتی ملتی ہے
پھیلی ہوئی بانہوں میں

ڈاکٹر احتشام اختر

رہزن کا نہ ڈر ہوتا
ساتھ چلتا تو
آسان سفر ہوتا

ووٹوں کی سیاست ہے
جھوٹ کی دنیا میں
نوٹوں کی سیاست ہے

سنجے گوڈبولے، پونہ

الزام بھی ہوتے ہیں
پیار کی نیکی میں
بدنام بھی ہوتے ہیں

سنگیت سے کیا حاصل
پریت نہیں جس میں
اس گیت سے کیا حاصل

(۱) ہائیکو تین مصرعی جاپانی شاعری ہے، اس کے اوزان ہیں ۵+۷+۵ =کل ۱۷ارکان یہ جاپان کی سنجیدہ مضامین کی حامل شاعری ہے اس کا دامن غزل کی طرح بے حد وسیع ہے بیس پچیس سال کی عمر میں اردو ہائیکوز نے عالمی پیمانے پر دھوم مچادی اردو شعراء بھی اسے ٹوٹ کر اپنا رہے ہیں۔ برخلاف اس کے سین ریوز میں انہیں ارکان کی پابندی تو ضرور برتی گئی ہے لیکن اس کا مزاج طنزیہ اور مزاحیہ ہے، جیسا کہ ہزل کا یہ بھی جاپانی صنف شاعری ہے اردو میں متعارف ہوئے اس کی عمر ہائیکو سے بھی کم ہے۔

(۲) ہائیکو جاپانی صنف شاعری ہے اور اس کے اوزان مقرر ہیں یعنی کل ۱۷ارکان۔ رباعی کی طرح اس کے ابتدائی دو مصرعوں میں تمہید ہوتی ہے اور آخری مصرعہ حاصل کلام۔ تر پنی یا تر وینی گلزار کی اختراع اس کیلئے آج تک کوئی خاص ہیئت یا وزن متعین نہیں ہے، موضوع کی اس میں کوئی قید نہیں۔

(۳) ماہیا پنجابی صنف شاعری ہے اس کو پنجاب میں لوک گیت کا درجہ حاصل ہے تین مصرعہ کی ان نظموں کا وزن ۶+۵+۶ =۱۷ارکان ہوتا ہے موضوعات کی کوئی قید نہیں حیدر قریشی، فراز حامدی، ساحر شیوی نے اس کی توسیع وترقی میں ہر ممکن کوشش کی اور اسے ترقی کی منزلوں تک لے جانے کیلئے آج بھی کوشاں ہیں۔ اسلم حنیف گنوری اختراع پسند شاعر ہیں۔ انہوں نے فراز حامدی اور ساحر شیوی نے قرآنی آیات کے تراجم حمدیہ اور نعتیہ ماہیہ کہہ کر چار دانگ میں ماہیوں کو روشناس کرایا ہے اس کو آج اردو کا ہر شاعر اپنانے اور اپنے جوہر اس صنف میں دکھانے کا کوشاں، چند ہی شاعروں کے کلام کے نمونہ پیش کئے جا چکے ہیں۔

ثلاثی بھی تین مصرعوں کی شاعری ہے اس کے بانی حمایت علی شاعر اور کوثر صدیقی ہیں، اس کا دامن موضوع کیلئے وسعت رکھتا ہے، یہ صنف اپنی قدامت کے لحاظ سے نصف صدی سے زیادہ گذر کر ہر دل عزیزی حاصل کر رہی ہے۔

باب سوم

(الف) اردو میں ہائیکو کا تاریخی اور تمدنی تجزیہ

(ب) ممتاز ہائیکو نگار اور ان کے نمونہ کلام

ہائیکو جاپانی شاعری کی مقبول اور محبوب ترین صنف سخن ہے اس صنف کے تنکا سے الگ ہونے اور معرض وجود میں آنے کے بعد جاپانی شعراء نے اس جانب خصوصی توجہ دیکر اسے مقبولیت اور شہرت عطا کی۔ اس مختصر صنف سخن نے وقتاً فوقتاً مختلف اوزان سے بھی سمجھوتہ کیا اور مختلف تحریکوں سے بھی وابستہ رہی۔ جاپانی شاعری کے تین بڑے شاعر باشو (۱۶۴۴ء-۱۶۹۴ء) لوسن ۱۷۱۶ء-۱۷۸۴ء) اور اراسا (۱۷۶۲ء-۱۸۲۶ء) نے ہائیکو کے اوزان ۵+۷+۵=۱۷/ارکان بھی لکھے اور اس وزن سے انحراف بھی کرتے ہوئے ۵+۳+۵=۱۳/اور ۵+۸+۶=۱۹ کے تناسب سے ان نئے اوزان میں بھی ہائیکو لکھ کر اس صنف سے اپنی محبتوں کا اظہار بھی کیا ہے۔ جاپانی شاعری کے چوتھے بڑے شاعر ماسا اکاشیکی (۱۸۷۶ء-۱۹۰۲ء) نے ہائیکو پر خصوصی توجہ صرف کی اکاشیکی کی فکری جولانیوں اور شعری بصیرتوں نے ہائیکو کو معیار و میزان عطا کر کے اسے ہر دلعزیز صنف سخن کی صف میں کھڑا کر اسے اعتبار اور وقار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اکاشیکی کو ہائیکو کا موجد اور پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا لائق ذکر کمال یہ ہے کہ اس کے زمانے میں ہائیکو کو خود مختار صنف سخن کا درجہ بھی ملا اور ہمیشہ کیلئے اس جدید صنف سخن کا نام ہائیکو مختص ہو گیا اس کے عہد میں ہوکو Hokku کو ہائیکو کہا جانے لگا لفظ ہائیکو Haiku کے Hai اور Hkku کے Ku سے مل کر بنا ہے۔

اس کے بعد ۱۹۰۰ء صدی عیسوی کے بعد ہی معروف جاپانی شاعرہ تے ای جو نے زمانہ ہائیکو بطرز بیختی کی حمایت کی اور ایک تحریک سی چلائی اور ۱۹۳۶ء میں شنکو ہائیکو یعنی جدید ہائیکو نے جنم لیا ۱۹۳۳ء تا

۱۹۴۰ء میں شعراء کے ایک بڑے گروہ نے شنکو ہائیکو سے انحراف کیا اور اس سے الگ ہٹ کر آزاد ہائیکو نگاری کیلئے فضا ہموار کی، جیسا کہ اس سے پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور اس ساری تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جاپانی صنف شاعری ہائیکو نئے تجربات سے نبرد آزما رہی لطف کی بات یہ ہے کہ اس کا وجود جاپانی شعراء ہائیکو کے رنگ و آہنگ پر پہلے بھی فریفتہ رہے اور آج بھی ان کی فریفتگی برقرار ہے۔

راقم کے خیال سے ہائیکو کا ذکر کرتے وقت اور اس صنف کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے آر. ایچ. بلائیتھ **R.H. Blyth** بھی ضروری ہے کیونکہ جاپانی ادب وشاعری اور دوسرے زبان وادب کے تخلیق کاروں کو ہائیکو سے روشناس کرانے کا مستحسن کام سب سے پہلے **Blyth** نے انجام دیا ہے۔ بلائیتھ جاپانی ہائیکو کا گہرا مطالعہ کر کے ہائیکو پر ایک لاجواب ضخیم کتاب رکھی جو ۱۳۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہائیکو کے اسی شعری مجموعے کے وسیلے سے ہائیکو شعروادب میں داخل ہوا اور اردو جگت میں اس کی خوب ہی پذیرائی ہوئی۔

اردو شاعری میں ہائیکو کے متعارف ہونے کے ساتھ ساتھ ہائیکو کی ہیئت میں تجربوں کا ایک تانتا بندھ گیا اور جاپانی ہائیکو کی تقلید میں مقفیٰ اور غیر مقفیٰ ہائیکو لکھے گئے اور اس ہیئت سے انحراف بھی کیا گیا۔ مساوی الاوزان ہائیکوز بھی لکھے گئے۔ بحر خفیف میں ہائیکو لکھے گئے نثری ہائیکوز کا بھی چلن ہوا اور اردو شاعری ایک عرصہ دراز تک جاپانی ہائیکو کی طرح اردو ہائیکو بھی موضوع بحث بنا رہا۔ لیکن اردو شاعری میں گذشتہ چند برسوں سے اردو ہائیکو کے لئے دو ہیئتیں زیادہ ہی مستعمل ہیں پہلی ہیئت بحر خفیف مسدس میں غیر مقفیٰ تین مصرعے اور دوسری ہیئت میں فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع = ۱۷ ارکان یہ ہیئت جاپانی ہیئت سے قریب ترین ہے اور اس ہیئت میں ہائیکو کا پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم قافیہ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ قافیہ کا استعمال اس سہ مصرعی مختصر صنف سخن میں نہ صرف لطافت پیدا کرتا ہے بلکہ اس کے رنگ و آہنگ میں بھی خوشگوار اضافے کا موجب ہوتا ہے۔

(ب) ممتاز ہائیکو نگار اور ان کے نمونہ کلام

ہندستان میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی (مدیر اعلیٰ سہ ماہی کوہسار جنرل) نے ہائیکو کو عروج عطا کیا۔ پروفیسر نادم بلخی، ناوک حمزہ پوری، شارق جمال جیسے مستند اور معتبر شعراء نے ہائیکو کے مجموعے شائع کیے علیم صبا نویدی ۸۷-۱۹۸۶ء اور ۱۹۸۹ء میں تسلسل کے ساتھ ترسیلے شعاع مشرق اور تشدید کے ناموں سے اپنے ہائیکوز کے مجموعہ شائع کر کے اس صنف کو ترقی دی۔ معروف نقاد رفعت اختر خاں نے گہوارہ علم وادب ٹونک سے ہائیکو تنقیدی جائزہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی۔ فراز حامدی نے ۱۹۸۹ء ہائیکو کا مجموعہ ترتیب دے لیا تھا مگر اس کی اشاعت ہی کن ہی نامعلوم وجوہات سے تاخیر ہوگئی بالآخر قریب ۱۸ سال کی طویل خاموشی کے بعد موصوف کا یہ مجموعہ یادوں کی سوغات ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا اور جس کی خاطر خواہ پذیرائی بھی ہوئی، موصوف کا تنکا کا مجموعہ ابھی منظر عام پر نہیں پہونچا ہے۔

ہندوستان میں ہائیکو کے ارتقائی سفر میں مظہر امام، بلراج کومل، کرامت علی کرامت، ساحل احمد، شان الحق حقی، کرشن موہن، نینا جوگن، شیوبھوشن گپتا، سرشار بلندشہری، چراغ جے پوری، کاوش پرتاپ گڑھی، ڈاکٹر ولی چشتی، ڈاکٹر عبید حاصل، ڈاکٹر پرواز پیکر اور ارشد کمال کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

مولانا بشیر الدین، ڈاکٹر فراز حامدی کے ہائیکو کے مجموعہ یادوں کی سوغات میں بارے میں لکھتے ہیں:

''یادوں کی سوغات اردو ہائیکو کا ایک ایسا خوشنما گلشن ہے، جس میں ہر رنگ و بوئے گل موجود ہیں۔ خدائے رؤف اور مولا کریم کا نام لاریب و برتر و بالا ہے لہٰذا بنام خدا ہم نے کی ابتدا کا قایل ہر زبان ہوتا ہے۔ فراز نے بھی سب سے پہلے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا لیکن فنی چابکدستی ایسی کہ فن پر نعرہ بازی کا الزام نہیں عاید ہوسکتا۔ اللہ پاک مالک ومختار کل ہے کل عالم کی تمام اشیاء اسی ذات واحد کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ مقدس قرآن میں فرماتا ہے: اللہ علی کل شئی قدیر، ڈاکٹر فراز حامدی کے حمدیہ ہائیکو کا آغاز بھی اللہ اکبر کے نام سے ہی ہوا ہے، جو سب کا معبود ومسجود ہے'' (۱)

(۱) ہائیکو کی تاریخی جھلکیاں یادوں کی سوغات کے آئینہ میں مضمون محررہ مولانا بشیر الدین نالندہ مشمولہ یادوں کی سوغات فراز حامدی صفحہ ۴۷

اللہ اکبر

یعنی جس کا اللہ کا نام

سب سے بالاتر

اے سب کے مسجود

سب تیرے سجدہ گزار

تو سب کا مسجود

دل کے گوشے میں

تو ہی رہتا ہے یارب

میری سانسوں میں

بسم اللہ پڑھو

اس کی رہنمائی میں

اپنا کام کرو

اس مجموعہ کا خاص وصف یہ ہے کہ ڈاکٹر فراز حامدی نے حفظ مراتب کا پاس ولحاظ مجموعے کو ترتیب دیتے وقت خوب باقی رکھا ہے لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ یعنی خدا کے فوراً بعد اس محبوب خدا کا جو خاتم النبین اور سارے نبیوں کا سردار وجہ تخلیق کائنات اور جس سے ملاقات کیلئے اللہ نے براق جیسی سواری بھیجی اور فرش سے تا عرش بریں ہر شے کو آراستہ اور مزین فرمایا۔ تمام مائک کو حکم دیا کہ سب اپنے اپنے کام چھوڑ کر ہمارے محبوب کی پیشوائی کیلئے دست بستہ استادہ رہو اور کائنات کی دھڑکن کب رکی ہے اس کا علم سوائے اللہ اور اس کے رسول کو نہیں ہے۔ آج تک عقل عالم اور سائنس کی کھوج انگشت بدنداں ہے کہ آپ معراج مقدس کس رفتار سے گئے اور کتنی دیر قاب قوسین اور ادنیٰ کی منزل پر آپ کا قیام رہا اور کیا راز و نیاز باہم خدا اور رسول رہے۔ صرف اتنا ہی دنیا نے دیکھا کہ بستر گرم رہا، دروازے کی کنڈی ہلا کی اور وضو کا پانی بہا کیا۔

جب نبض کائنات ہی ٹھہر جائے تو وقت کا اندازہ کیا معنیٰ۔ حمدیہ اور نعتیہ ہائیکوز میں ڈاکٹر فراز حامدی کا فن اپنی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے جلوہ گر ہے۔

نبیوں کے سردار
میری ڈوبتی نیا کے
آپ ہیں کھیون ہار

اسم پیغمبر
خوب حلاوت رکھتا ہے
میرے ہونٹوں پر

اے میرے سرکار
آپ کریں گے محشر میں
میرا بیڑہ پار

میرا پیغمبر
پرچھائیں سے بے نیاز
ہے نوری پیکر

موجودہ معاشرے کو گلوبلائزیشن اور ابھرتے ہوئے جدید کلچر نے انسان کو ایسا نرغے میں لے رکھا ہے کہ زندگی کی تمام مثبت قدریں خطرات سے دوچار ہیں۔ فنکار عام آدمی کے مقابلے میں زیادہ حساس اور فعال ہوتا ہے۔ معاشرے میں درپیش مسائل اور نت نئی رونما ہونے والی تبدیلیوں کو محسوس تو سب ہی کرتے ہیں لیکن اس کی تخلیق اس کی تخلیق کا اظہار لائق قدر فنکار ہی بحسن وخوبی کرسکتا ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی اس پائمالی اقدار پر نالاں اور افسردہ ہیں۔ لیکن گھن گرجے اور چیخ و پکار نہیں مچاتے بلکہ ان مواقع پر بھی ان کی اعتدال پسندی اور سبک گفتاری اور فنی رواداری پر آنچ نہیں آتی اس وجہ سے ان کا کلام یا اظہار یہ مجروح نہیں ہوتا اور نہ فن کی بلندیاں اور سرفرازیاں متاثر ہوتی ہیں ملاحظہ کیجئے:

میرے ہی آدرش
مجھ پر حملہ آور ہیں
کیسا ہے سنگھرش

کیسے بچے ہیں
بجلی کی رفتار سے یہ
دوڑنا چاہتے ہیں

نیند سے اب تو جاگ
دیکھ آ پہونچی
دروازے پر آگ

رشتوں کا اپہار
آج گرادیں ہم
پردے کی دیوار

خون میں لت پت ہاتھ
اکثر ہوتی آئی ہے
بن موسم برسات

پیڑوں کے سایے
سہمے سہمے بیٹھے ہیں
سورج کے ڈر سے

میری ہی آواز
مجھ کو دھوکہ دیتی ہے
کیسا ہے یہ راز

بدلے ہیں حالات
دھرتی پر ہونے لگی
بن بادل برسات

بچوں کی حرکات
دل بہلانے کیلئے
بھڑکائیں جذبات

کرجان ایک پرندہ ہے، جس کا ذکر راجستھانی لوک گیٹ میں سندیش واہک مشیر رفیق یا محبوب کے روپ میں ہوتا ہے۔ لیکن اردو دنیا اس ہنس روپی پرندے سے ناواقف تھی۔ ویسے ہر پرندے کے ذریعے پیغام بھیجنا یا کسی پرندے خوش خبری لانے والا عموماً ہر دور اور ہر جگہ سمجھا جاتا رہا ہے کبوتر کو خط لے جانے والا پرندہ کب نہیں سمجھا گیا اور کوئے کا صبح صبح منڈیر پر آ کر بولنا کسی مہمان کی آمد کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ہوسکتا ہے اس طرح ہجر و فراق یار کی تڑپ اور کسک اور وصال یار کی خوشی کا پیغام کرجان کے ذریعے محبوب تک پہونچانے کا تصور بھی ہو۔ روایت Legend story خواہ کچھ بھی ہو لیکن اردو شاعری میں کرجان کو متعارف کرانے کا کام سب سے پہلے ڈاکٹر فراز حامدی نے کیا ہے۔ موصوف نے صرف اس کو متعارف ہی نہیں کرایا بلکہ اسے ایک نیا رنگ و آہنگ دے کر نئی معنویت اور شہرت دی ہے۔ دوسری اصناف سخن مثلاً دوہا، گیت وغیرہ جوان کے دست تصرف میں ہیں یہ نام بھی نئے لب ولہجہ کے ساتھ جلوہ گر ہے فراز حامدی صاحب کے ہائیکو میں کرجان کا یہ جلوہ دیکھئے:

میں نے کھیلے رنگ
کرجان ان کے نام پر
تنہائی کے سنگ

روٹھ گیا درپن
کرجان جب سے وہ پردیس گئے
سونا گھر آنگن

کرجان جا پردیس
ماہی یہ پوچھیو
کب آئیں گے دیس

کرجان بارش آئی
اب تو ساجن کو لے آ
ڈستی ہے تنہائی

محبوب کی عدم موجودگی میں تنہائی کے ساتھ رنگ کھیلنا اور پھر درپن کا روٹھ جانا، برسات میں بغیر محبوب کے تنہائی کا ڈسنا ندرت تخیل کی مثال Instance ہی تو کہی جاسکتی ہے۔

احساس ذات میں احساس کائنات اس طرح مدغم ہے کہ بیساختہ کہنا پڑتا ہے کہ گویا یہ میرے دل میں ہے۔ فنکار کا ذاتی کرب جب کائناتی دردو کرب کی شکل اختیار کرلیتی ہے تو تجربے مشاہدے رویے میں گہرائی و گیرائی ازخود آنے لگتی ہے اور فنکاری عروج وکمال کی طرف مائل ہونے لگتی ہے ڈاکٹر فراز حامدی کی ہائیکو نگاری میں ان ساری باتوں کی جھلک نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے:

سامنے منزل ہے
لیکن اس کو پالینا
کتنا مشکل ہے

بیٹی ہے چپ چاپ
دیکھ کے اس کو من ہی من
روئے اس کا باپ

کیسے ہیں وہ لوگ
چلو چل کر دیکھ آئیں
بیٹی کی سسرال

آئے ہیں کچھ موڑ
سیدھی سچی راہ میں
آشائیں مت چھوڑ

سوتے کو اکثر
مٹی کے انسانوں نے
ماری ہے ٹھوکر

دریا میں سیلاب
آتے جاتے رہتے ہیں
آنکھوں میں کچھ خواب

چہروں کے احوال
پڑھنے کی عادت ڈال
ہر چہرہ جنجال

خود سے لڑنا ہے
لاکھ مخالف ہو دنیا
آگے بڑھنا ہے

کشتی ساحل تک
آتے آتے ہو گئی
آنکھوں سے اوجھل

آج ہر طرف فرقہ وارانہ فسادات، قتل لوٹ غارت گری، دہشت گردی، سیاسی ہتھکنڈے اور دیروحرم کے جھگڑے مسجد مندر کے نام پر آپسی تنازعات امن وچین کا فقدان اور ڈر وخوف نے انسانی

زندگی کو اجیرن اور مفلوج و ناکارہ بنا دیا ہے۔ کہیں بھی گوشہ امن و عافیت ڈھونڈھے نہیں ملتا گھر ہو یا آنگن، سفر ہو یا حضر، دیس ہو یا پردیس، سیر گاہ ہو یا عبادت خانہ غرضیکہ رفاہ عام کے سارے ٹھکانوں پر امن وحفاظت کی جگہ ڈر و خوف کا راج ہے۔ فنکار جو معاشرے کا سب سے زیادہ حساس فرد ہوتا ہے وہ ایسے ماحول سے صرف متاثر ہوکر ہی نہیں رہ جاتا ہے ان پر اس پر گہری نگاہ ہوتی ہے اس کی تخئیل Imagination پر پرواز کھول کر عالمی منظر نامہ پر نظر ڈالتی ہے۔ ہندی کہاوت ہے ''جہاں نہ جائے روی وہاں جائے کوی'' ڈاکٹر فراز حامدی کی حساس نظر سے یہ فضائیں ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ وہ ان سب امور کا بے چینی سے اظہار اور کھل کر بیان کر دیتے ہیں:

کرفیو کے دوران
بوٹوں کی آوازیں
لے لیتی ہیں جان

گھر گھر ہے آتنک
سب کے چہرے اترے ہیں
راجہ ہو یا رنک

چیخیں شور پکار
سناٹوں میں کر گئیں
زخموں کا اپچار

ٹڈی کی یلغار
کھیتوں کھیتوں چٹ کرتی
ساری پیداوار

اک انجانا خوف
مجھ کو ڈستا رہتا ہے
جنگل ہے یا شہر

شہروں کی رونق
دہشت گردی سے پر ہے
چل جنگل کی سمت

خواب وخیال کی دنیا سے حاصل ہونے والی لمحاتی آسودگی رنگین وادیوں کی سیر زندگی کے خوش آئند لمحے حسن وعشق کی واردات اور نوخیز گلوں کے رنگ، جو مشام جاں کو تازگی اور توانائی بخشتے ہیں ڈاکٹر فراز کے ہائیکوز میں ایسے گلہائے رنگارنگ اگر زیادہ نہیں تو کمتر بھی نہیں ہیں: ''کچھ پاس نہ ہو پاس یہ سوغات تو ہوگی۔''

یوں بھی گذری رات
دل کے آنگھن ہوئی
یادوں کی برسات

سوچوں کو خوشبو
کاغذ میں رچ بس گئی
پھیل گئی ہر سو

تن من کا حقدار
جیون بھر کے واسطے
میرا پہلا پیار

کیسی ہے الجھن
یہ کس اگنی میں پل پل
جلتا ہے تن من

ساون کی بوچھار
تن کو گیلا کر گئی
من کو شعلہ بار

پھولوں کا احساس
پت جھڑ کے موسم میں بھی
جھوٹی ہے یہ آس

بقول ڈاکٹر محمد بشیرالدین نالندہ:

''ڈاکٹر فراز حامدی ایک منجھے ہوئے قادرالکلام قلمکار ہیں، شعریات کا شاید ہی کوئی شعبہ ان سے اچھوتا چھوٹ گیا ہوا اپنے عمیق مطالعہ گہرے مشاہدے فکری بلندی اور منفرد شعری رویے کی بنیاد پر اپنی ایک الگ شناخت قائم کر چکے ہیں ان کی شہرت اور مقبولیت کا گراف ادبی گلوب پر رفتہ رفتہ ہی سہی لیکن اوپر اٹھتا ہی جا رہا ہے۔ کچھوے کی چال ہی سہی لیکن جہد مسلسل کرنے والا کامیابی کی بلندیوں کو ایک نہ ایک دن ضرور چھو لیتا ہے مشہور کہاوت ہے:''.Slow but steedy wins the race"

''ڈاکٹر فراز حامدی کی ہائیکو نگاری اپنے تمام تر فکری وفنی رعنائیوں اور دلآویزیوں کے ساتھ دعوت فکر ونظر دیتی ہے ان کے یہاں محض تخیّل آفرینی ہی نہیں بلکہ احساس کی شدت اور جذبوں کی صداقت بھی ہے موضوع اور مواد میں ہم آہنگی کے ساتھ تسلسل اور روانی بھی برقرار ہے۔ پایان کار یہ کہنے والا اپنے کو حق بجانب سمجھے گا کہ فراز حامدی نے ہائیکو کی ایسی ست رنگی دھنک Rainbow یعنی قوس وقزح تیار کی ہے، جس میں قدر تناسب کے ساتھ ہر رنگ کی آمیزش ہے۔''(۱)

ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''انہوں نے شعوری طور پر اپنے حال کے سماجی کوائف اور حیات انسانی کے تلخ حقائق ماضی کی تاریخ

(۱) ہائیکو کی تاریخی جھلکیاں محررہ ڈاکٹر محمد بشیرالدین مشمولہ یادوں کی سوغات ڈاکٹر فراز حامدی ص ۵۱

گم گشتہ اپنی تمام تر شاعری میں دہرائی ہے، جو سبق آموز بھی ہے اور عبرت دہ انسان بھی۔ ڈاکٹر فراز حامدی کے ہائیکوز ان کی فکری اور فنی مہارتوں رعنائیوں اور دلآویزیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے دعوت غور وفکر دیتے ہیں انہوں نے جس صنف کو اپنایا اس کو درخشانی اور تابندگی عطا کر کے نیز تاباں بنا دیا ہے۔'' (۱)

انگریزی سانیٹ کی طرح ہائیکو بھی ایک ودیشی صنف سخن ہے، جس کے احیاء اور فروغ میں پروفیسر نادم بلخی ابتدا ہی سے پیش پیش رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے طبع زاد ہائیکوز کا مجموعہ ترلوک ۱۹۹۸ء میں منظر عام پر لاکر اردو دنیا سے خاطر خواہ خراج تحسین حاصل کیا ہے حالانکہ اس کتاب کی اشاعت میں قدرے تاخیر سے ہوئی پھر بھی اس کی اہمیت اور انفرادیت سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا۔

ہائیکو جاپانی شعری اصناف کی ایک مقبول ومحبوب ترین صنف ہے، جو ۵+۷+۵/اصوات یا ارکان Syllables کی پابندی کے ساتھ تخلیق کی جاتی ہے، تاریخ گواہ ہے ایک زمانے تک اس نام کی کوئی صنف جاپانی شاعری میں موجود نہیں تھی۔ یہ مختصر ترین سہ مصرعی صنف جاپانی شاعری میں کب اور کیسے شامل ہوئی اس بارے میں باب اول میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ ہائیکو کے ارتقائی سفر میں ہندوستانی شعراء کی بے مثال خدمات اور نمایاں کارنامے بھی تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایسے شعراء میں ایک معتبر نام اور قد آور نام پروفیسر نادم بلخی کا بھی ہے، جن کا شمار ہندوستان میں اس صنف کے بنیاد گزاروں میں ہوتا ہے۔ پروفیسر نادم بلخی مختلف الجہات ادبی شخصیت رکھتے ہیں۔ ایک ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت سے انہوں نے ہزاروں اردو کے قارئین اور شائقین شعروادب پیدا کر ڈالے ہیں اور ایک عروض دان کی حیثیت سے موصوف خاصے مشہور ومعروف بھی ہیں اور اس موضوع پر اپنی ایک کتاب تفہیم العروض بھی شائع کر چکے ہیں، جو عروض سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک تحفہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ پروفیسر نادم بلخی نے متعدد ہائیکو تخلیق کئے ہیں اور اس صنف کے اوزان کی تفہیم کی راہ میں پہل کی ہے۔ اپنی تجدد پسند طبع کے پیش نظر انہوں نے ہائیکو کے مروج اوزان پر غور وخوص کرتے ہوئے مزید اوزان حاصل کئے ہیں اور یہ اختراع انہوں نے ہائیکو کے قدیم

---

(۱) ڈاکٹر فراز حامدی بحیثیت ہائیکو نگار از ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور

اوزان ۵+۷+۷=۷ اصوتی اوقاف کے دائرے میں رکھ کر کی ہے اس بارے میں ان کا خود کہنا ہے کہ:

''میرے دل میں بھی یہ خیال آیا کہ اس کے (ہائیکو کے) اوزان جواب تک پیش کئے گئے ہیں ان کی تعداد مشکل سے پانچ یا سات ہے، جن کو فن عروض کے عین مطابق کہا جائے گا لیکن نئے اوزان کے وجود کا راستہ بند نہیں ہے۔ شاعری کی مجموعی طور پر سالم بحریں سات ہیں ان سات میں بحر متدارک اور بحر متقارب یعنی پنج حرفی دو ہیں ان کے علاوہ ہفت حروفی پانچ ہیں۔ یعنی ہزج رجز، رمل وافر اور کامل ان ساتوں ارکان سے زحافات کی مدد لے کر ہائیکو کیلئے مزید اوزان حاصل کئے جاسکتے ہیں۔'' (۱)

اس خیال سے نادم بلخی نے اپنے تاثر کو عملی جامہ بھی پہنایا اور زحافات کی مدد سے ایک بڑی تعداد میں ہائیکو کے نئے اوزان وضع کئے، جو ان کے تنقیدی و تحقیقی مضامین کے مجموعے شعاع نقد ۱۹۹۹ء میں شامل اشاعت ہیں۔ ان میں ۳۱ نئے اوزان کے ہائیکو ان کے مجموعے ترلوک میں بھی شامل کئے گئے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر فراز لکھتے ہیں:

''ہائیکو کے نئے اوزان کی تلاش میں ہندوستانی اردو دانشوروں کی خدمات قابل ستائش ہیں۔ پروفیسر نادم بلخی کے اوزان کے علاوہ معروف شاعر، ادیب، نقاد، عروضی علامہ شارق جمال نے بھی اس صنف سے اپنی شیفتگی اور گہری وابستگی کے پیش نظر ہائیکو کے متعدد اوزان وضع کئے ہیں، جو ان کی کتاب عروض میں نئے اوزان کا وجود مطبوعہ جنوری ۱۹۹۱ء میں شامل ہیں۔ اس کے معروف نقاد ڈاکٹر رفعت اختر خاں نے بھی اپنی تنقیدی کتاب ہائیکو کا تنقیدی جائزہ مطبوعہ ماہ جولائی ۱۹۹۳ء میں اردو ہائیکو کے نئے اوزان شامل کئے ہیں۔'' (۲)

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے کہ پروفیسر نادم بلخی کا شمار ہندوستان میں صنف ہائیکو گزاروں میں ہوتا ہے انہوں نے شروع ہی سے اس صنف سخن پر گہری نظر رکھی ہے اور اس میں جاذبیت اور دلکشی کے ساتھ ساتھ روانی اور سلاست پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہیں، ان کے ہائیکوز ملاحظہ ہوں:

(۱-۲) توازن فراز حامدی ص ۱۱۸ کوکن اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۴

غم ہو یا شادی
ہر دم ہنستا رہتا ہے
ہنسنے کا عادی

ٹوٹا ہر کس بل
تنہائی کی حالت میں
جب دل تھا بے کل

پا کر پرواز
چھو لیتی ہے ترلوک
دل کی آواز

سپنوں کو چھو لے
سوئے جب تک جھولے ہم
جاگے تو بھولے

باتیں سنجیدہ
نشتر جب بھی بن جائیں
دل ہو رنجیدہ

سن اے غافل
دریاؤں میں ہر دریا
رکھتا ہے ساحل

آنکھیں جب ہوں تم
ظاہر ہو ہی جاتا ہے
ہر پوشیدہ غم

کیا ہے ویسی ہی
چلتی پھرتی یہ دنیا
کل تک تھی جیسی

لوگوں ہم یا تم
اپنے اپنے پیکر میں
منظر منظر گم

حالانکہ جاپانی شاعری میں قافیہ اور ردیف کو غیر ضروری الفاظ میں شمار کیا جاتا ہے لیکن پروفیسر نادم بلخی نے اپنے طبع زاد ہائیکوز میں قافیہ اور ردیف کا استعمال ضروری سمجھا ہے اور اس طرح انہوں نے شعری روایات کی پاسداری کو برقرار رکھتے ہوئے بے شمار خوبصورت ہائیکوز تحریر کئے ہیں۔ پروفیسر نادم صاحب نے ہائیکو کے پہلے تیسرے مصرعے جن میں ۵/اور ۵ سیلیبلز ہوتے ہیں، قافیہ اور ردیف کا التزام رکھا ہے، جس کی وجہ سے ان کے ہائیکوز میں ایک غنائیت پیدا ہوگئی ہے، جو قاری اور سامع دونوں کو ہی اپنی جانب منعطف کرتی ہے اور ان کی قرأت سماعت پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے:

بھاگی تنہائی
یادوں کا نغمہ چھیڑا
گونجی شہنائی

جانے پہچانے
بن جاتے ہیں دانستہ
اکثر انجانے

صورت پاکیزہ
سیرت جانی پہچانی
دامن آوارہ

گھیروں کے اندر

جذبوں میں رقصاں رقصاں

جیون کا منظر

جاہل معمار

بالکل سیدھی بنیاد

ٹیڑھی دیوار

جیون بھر سویا

کترایا بیداری سے

آخر میں رویا

اگنی اندر ہے

گرمی آنسو بن بن کر

پھیلی باہر ہے

راحتیں گئیں

اضطراب کے سبب

وحشتیں بڑھیں

وحشت کا لشکر

بازاروں میں دنگا

سناٹا گھر گھر

پروفیسر نادم بلخی نے اپنے طبع زاد ہائیکوز کو مختلف النوع موضوعات سے سجایا ہے اپنے احساسات، مشاہدات اور قلبی واردات کو ہائیکو کے تین مصرعوں میں ڈھالنے کی مساعی جمیلہ کی ہے۔ ویسے بھی موصوف کو زبان

وبیان پر قدرت کاملہ حاصل ہے اوران کی ہائیکو نگاری شاعری کے لوازمات سے مزین ومملو ہے اس تناظر میں یہ کہنا بعید از موضوع نہ ہوگا کہ پروفیسر نادم بلخی نے بڑی مستقل مزاجی اور انہماک کے ساتھ اس سہ مصرعی صنف سخن کی آبیاری کی ہے۔ درج ذیل ہائیکوان تخلیقی انفرادیت کے حامل اور قلبی عقیدتوں کے مظہر میں ملاحظہ کیجئے:

ذلت عظیم
بے شک رب غفور
جو ہے رحیم

رب کریم
دکھلائے اس کی قندیل
راہ سلیم

بے نیاز ہے
خالق عرش وفرش
کارساز ہے

بولا قرآن
وہ رب العالمین
ہے الرحمٰن

کلام خدا
خدا کا تیرے لئے
کرم ہے بڑا

یہ بولا خامہ
خدا کا بے شک قرآں
ہدایت نامہ

رحمتوں کا سایہ
بے سایہ لیکن ساری
خلقت کا سایہ

رو باصفا
سید المرسلین
نام مصطفیٰ

فخر آدم ہیں
رحمت بن کر جو آئے
جان عالم میں

پیارے رسول
دنیا کے گلشن میں آپ
رحمت کے پھول

دشت میں نہر
آپ ہیں یا رسول
علم کے شہر

اے میرے قلم
نعت لکھنے کا مجھے
وصیف ہو بہم

غرضیکہ پروفیسر نادم بلخی نے اس سہ مصرعی و دیشی صنف سخن کو اردو تہذیب و ثقافت کے مختلف رنگوں سے سجا کر اردو شاعری میں اسے مناسب مقام عطا کر کے نمایاں خدمات انجام دی ہیں، جس کی بنا پر اردو ہائیکو

نگاری کی عالمی تاریخ میں ان کا نام بلند منصب کا حامل ہے ذیل میں صنف ہائیکو کے بارے میں موصوف کے گرانقدر تاثرات ملاحظہ کیجئے، جوانہیں تخلیقی اور تنقیدی سطح پر ان کو امتیازی حیثیت عطا کرتے ہیں:

''موضوعات کے انتخاب میں چابکدستی سے کام لینا اور پیش کشی میں یہ دھیان دینا ہے کہ پہلے دوسرے اور تیسرے مصرعوں میں گہرا ربط ہو اور خیالات اسی طرح پیش کئے جائیں، جس طرح رباعی میں پیش ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح ہائیکو میں بھی خیالات کی پیش کش کے تین حصے ہوتے ہیں پہلا حصہ نمود کا دوسرا اس کے پھیلاؤ کا اور تیسرا حصہ خیالات کو سمیٹ کر پائے تکمیل تک پہونچانے کا۔ ایسا کرنے کے ہی نتیجے میں ہائیکو گہرا اثر چھوڑنے والی ایک منی نظم بن سکتی ہے۔'' (۱)

دل نواز دل کے ہائیکوز ملاحظہ کیجئے:

نشیب کیا ہے فراز کیا ہے
نظر کی پستی میں دل کی دھڑکن
عروج ہستی زوال میں ہے

دور کیوں جاتے ہو تم
تم ہمیں کو دیکھ لو
ہم تمہارے پاس ہیں

ہائیکو کہنا تو کوئی
کیا کہا مشکل نہیں ہے
تو سنو آسان کر دو

برتن ٹکرائے
دل اس خالی جھگڑے میں
ہم تو بھر پائے

---

(۱) توازن فراز حامدی ص ۱۲۱ اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ب ۲۰۰۴

کر جان کر لا نا آ گ

چولستان اور را جستھان

دل کے پاس نظر سے دور

غزال کوئی غزل ہے کوئی

یہ مشک از فزوہ زلف عنبر

ہے چشم حیراں تو دل پریشاں

ڈاکٹر گوہر مسعود کہتے ہیں:

کیسی ہے یلغار

گرم ہے دنیا میں اب تو

موت کا بازار

ڈاکٹر اسلم حنیف پیشے کے اعتبار سے معالج ہیں لیکن شعروادب میں ان کی فکر اور تخلیق وتحقیق انفرادیت مستحکم ومسلم ہے، موصوف نے متعدد شعری اصناف از خود اختراع کیں اور ان کے لوازمات پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے منجملہ ان کی دوسری تخلیقات کے ہائیکو بھی ان کے دست تصرف رہی ہے اور اس صنف میں نہایت دلآ ویز گل بوئے سجائے ہیں اور اس طرح دامن اردو کو مالا مال کر دیا ہے۔ڈاکٹر فراز حامدی نے ان کی فکری جہات تخلیقات اوادبی وشعری کارناموں کو سراہتے ہوئے اپنی عقیدتوں کا یوں اظہار کیا ہے:

''اسلم حنیف اردو کی ہی نہیں بلکہ ادبیات عالم کی واحد ایسی شخصیت ہیں، جنہوں نے تن تنہا اپنے کثیر تجربات کئے ہیں جن کی مثال تلاش نہیں کی جا سکتی۔''(۱)

سہ مصرعی اصناف مثلثی اور ماہیا میں ان کی فکر رسا کے جوہروں کی تابانی تو لائق تحسین ہے ہی ذیل میں ان کے ہائیکو میں ان کی فکر ملاحظہ کیجئے:

---

(۱) اسلم حنیف اردو زبان وادب کا پہلا منفرد شاعر ص ۶۶ ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز امان شاہ روڈ جے پور ۲۰۰۶

غول سے بچھڑا
چیختا پھرتا ہے اب
اک پرندہ

اف یہ تنہائی
اک بھیڑ تو ہے لیکن
رستہ سونا ہے

موسم رنگین ہے
لیکن اے جان غزل
دل کیوں غمگین ہے

شب خوں مارے گی
دھوپ سفر کو میرے
آسان کر دے گی

نظر کی جست
اگر نہیں بلند
اڑو گے پست

اندھی گونگی شب
مجھ سے مل کر پچھتائی
لنگڑی لولی شب

ظلمت کو مٹا
اب خواب جزیروں میں
تو شمع جلا

مایوس کرم
راتیں پرنور بنا
مانا کہ ہے صنم

فشار میں ہوں
میں جب سے احساس کے
حصار میں ہوں

آئی ہے آندھی
جائے گی جدھر بھی یہ
کنکر مارے گی

شور عجب سا
دل بھر مجھکو ڈستا ہے
قہر و غضب سا

لب پر شکوہ رکھ
سچ کو اگلتے ہوئے
لیکن پردہ رکھ

زخم محبت
میں نے تازہ رکھے ہیں
پھول کی صورت

آگ میں جلنا
اہل حسد کا شیوہ
زہر اگلنا

بخش میرے رب
پتلیاں بلی کی اب
شب کی راہی ہیں

میرا اسلوب
کہکشاں کی طرح
کاغذ پر روشن

درد پرندے
شاخ گل پر جب چہکے
ٹوٹ گئے ہم

کہاں گم ہوا
فسادوں سے جو قبل
یہاں شہر تھا

بکھر جائے گا
کمانے سوئے شہر
اگر جائے گا

فسادوالے
غریق شب ہو گئے
تمام چہرے

پھیلا ہراس
میرے افق کا چاند
کیوں ہے اداس

ملول کر دے
مجھے بھی برگد سے تو
ہول کر دے

چاندنی رات
کر گئی مجھ پر آج
غم کی برسات

سائکل جو ہلی
ترے آنے کا مجھے
دھوکا سا ہوا

جب جب بھی دیکھا
محسوس ہوا مجھ کو
جھوٹا آئینہ

خود سے الجھا ہوں
تیرے در سے مایوس
جب بھی لوٹا ہوں

روشن راہوں تک
جہل کی ظلمت ہے اب
دانش گاہوں تک

دھنک کے رنگ
ضمیر میں انڈیل
خدائے سنگ

پت جھڑ کا موسم

احساس نظر پر کیوں

رہتا ہے ہر دم

اور ان ہائیکوز میں تینوں مصرعے باہم مقفیٰ ہیں:

دل کے دروازے

سونے ہیں اک مدت سے

آ کر دستک دے

غربت کی ماری

کوئی مایوس ہوئی

گاگر جب ٹوٹی

داکٹر مناظر عاشق ہرگاوی مدیر اعلیٰ سہ ماہی کوہسار جنرل بھاگلپور نے اردو ہائیکو کو سرفرازیاں عطا کیں۔ انہوں نے ''منتخب ہائیکو'' کے نام سے ایک مجموعہ شائع کیا، جس میں انڈو پاک کے ہائیکو نگار شعراء کے ہائیکو شامل اشاعت ہیں یہ عالمی سطح پر ہائیکو کی پہلی ایسی کتاب ہے، جو چار زبانوں میں شائع ہوئی ہے۔

پروفیسر نادم بلخی، ناوک حمزہ پوری، شارق جمال جیسے معتبر اور مستند شعراء نے ہائیکو کے مجموعے شائع کئے، علیم صبا نویدی نے ۸۷-۱۹۸۶ء میں اور ۱۹۸۹ء میں تسلسل کے ساتھ ترسیلے، شعاع مشرق اور تشدید کے ناموں سے اپنے طبع زاد ہائیکو کے مجموعے شائع کئے ہیں۔ معروف نقاد ڈاکٹر خان اختر نے گہوارہ علم وادب ٹونک سے ہائیکو تنقیدی جائزہ کے نام سے ایک کتاب شائع کی اور ڈاکٹر فراز حامدی نے اپنی طبع زاد ہائیکو کا مجموعہ یادوں کی سوغات کو کن رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا سے ۲۰۰۸ء میں شائع کیا ہے۔ پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر محمد امین نے اردو شاعری میں ہائیکو کے وجود کو قائم کرنے اور اسے استحکام عطا کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور اپنے طبع زاد ہائیکو کا مجموعہ ہائیکو ۱۹۸۱ء میں شائع کیا۔ پاکستان کے دوسرے قد آور شعراء نے

بھی اس صنف سخن کے فروغ و ارتقا میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، جس میں محسن بھوپالی، قاضی سلیم، محمود جالندھری، دلنواز دل، شاہین فصیح ربانی، عبدالعزیز، خالد سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کے مدیر اعلیٰ سید معراج جامی، امین راحت چغتائی، نصیر احمد ناصر، قمر ساحری، پروفیسر سجاد مرزا، بشیر مبین، پروفیسر ریاض احمد، فراست رضوی، رفیق سندیلوی، علی محمد عرشی، انوار فیروز، سیدہ حنا، حمایت علی شاعر کے اسمائے گرامی خاص ہیں۔

سید معراج جامی لیوٹن برطانیہ سے نکلنے والے سہ ماہی سفیر اردو کے مدیران میں شامل ہیں۔ علم و ادب کے دیگر شعبوں سے وابستگی کے علاوہ ان کی ایک شناخت ہائیکو نگاری بھی ہے، کچھ دن پہلے انہوں نے سین ریوز میں طبع آزمائی کی ہے، جو پاکستانی شعراء کیلئے قدرے نئی ہے، تاہم ان اصناف سخن کا بنیادی مقصد زندگی کے لئے لمحات کا شاعرانہ اظہار ہے، جنہوں نے ہمیں متاثر کیا ہو یا ایسے تجربات و مشاہدات کی شعری تشکیل ہے، جو ہم معاشرے سے حاصل کرتے یا معاشرے کو دیتے رہتے ہیں۔ ویسے و یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہر شاعر کا بنیادی مقصد یہی ہوتا ہے اس میں کیا خاص بات ہے۔ لیکن ہائیکو یا سین ریوز اور دوسری اصناف سخن میں ایک فرق یہ ہے کہ ہائیکو میں خیال کو ہلکا سا آگے بڑھا کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بات ادھوری رکھی جاتی ہے اور کم سے کم الفاظ کے ساتھ قاری سے ذہنی مشق اس کلام کو تہہ داریوں تک پہونچنے کیلئے کرائی جاتی ہے اور سین ریوز میں خیال کو ذرا سا چھیڑا اور پھر قاری یا سامع کو محظوظ ہونے کا کام سونپ دیا جاتا ہے۔ یہ ادھوراپن جاپانی شاعری کا مزاج ہے۔ جاپان کے لوگ بھی اپنی نجی اور روزمرہ کی زندگی میں بھی گفتگو کے دوران ذرا سا ابہام رکھنے کو خوگر ہیں۔ اسی کو ہی وہ اپنی بلاغت یا فصاحت کلام تصور کرتے ہیں یہی مزاج ان کی شاعری میں بھی موجود ہے، مثال کے طور پر یہ دو ہائیکو دیکھئے:

کیکڑے کا بچہ
میری ٹانگ پر چڑھ رہا ہے
کیسا شفاف پانی ہے

آدھی رات کا وقت

دور ایک دروازہ

بند ہونے کی آواز

یہ ادھوراپن ہائیکو اور سین ریوز میں قائم رکھنا شاعر کی خوبیوں میں شمار کیا جاتا ہے ان دونوں مثالوں کی تشریح کرتے ہوئے امین راحت چغتائی لکھتے ہیں:

''پہلی ہائیکو بابائے ہائیکو باشو کی ہے، جس کا مقصد اس گدگداہٹ کو قاری تک پہونچانا ہے، جو صاف شفاف پانی میں ٹانگیں لٹکائے بیٹھا کوئی شخص محسوس کر رہا ہے اور دوسری ہائیکو بیسوی صدی کے ایک شاعر اوزاکی ہوسائی کی ہے، جس میں ایک تنہائی کے مارے شخص کی کیفیت بیان کی گئی ہے آدھی رات گذر چکی ہے نینداس سے کوسوں دور ہے، کسی کے لوٹنے اور دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دے رہی ہے، دونوں ہائیکو میں نہ تو شعریت ہے اور نہ ہی کسی فکر کی گہرائی، اس میں روزمرہ کی زندگی کا احساس ہے، مشاہدے اور تجربات سے ہوتا ہوا ہائیکو بن گیا ہے۔'' (۱)

سید معراج جامی کی ہائیکو میں متنوع مضامین نظر آتے ہیں حالانکہ جاپان کے قدیم ہائیکو نگار کے یہاں بھی دوسرے مضامین منع تھے لیکن عام طور پر روایت کے ساتھ چلنا زیادہ ہی اطمینان بخش تصور ہے، بیسوی صدی کے نصف آخر میں داخل ہوتے ہوئے جاپانی مزاج شاعری میں خود بخود تبدیلی پیدا ہوگئی اور یہ تبدیلی جدید زندگی اور اس کے تقاضوں فکر و خیال میں تبدیلیوں کی بنا پر پیدا ہوئی۔ اسی لئے ادب کے موضوعات بھی بدلے جدیدیت کے ساتھ روایت پرستی کے شدید احساس نے ثلاثی کو جنم دیا شعراء نے اس میں ردیف وقوافی کا اہتمام کر کے اسے ہائیکو کا نام دے دیا اور بعض اوقات غزل کی ترکیب بھی ہائیکو میں برقرار رکھی۔ جو شعراء ثلاثی سے منحرف ہوئے انہوں نے پہلے اور تیسرے مصرعے میں ردیف اور قافیہ کو برقرار رکھا حالانکہ جاپان میں صرف مزاحیہ شاعری میں ردیف وقافیہ کا اہتمام کیا جاتا ہے یہ عہد حاضر کے ہائیکو نگار شعراء کا متضاد رویہ ہے یعنی کہ جدید صنف کو بھی اپنا رہے ہیں اور روایت سے بھی ناطہ استوار کئے

(۱) ہیوی سے چھپ کر ص ۱۰ مضمون نگار امین راحت چغتائی بزم تخلیق ادب کراچی ۲۰۰۳

ہوئے ہیں۔اس سلسلے میں مزے کی بات یہ ہے کہ پاکستانی شعراء جو کم وبیش تیس سال سے ہائیکو کہہ رہے وہ جاپانی ہائیکو کے مزاج داں نہیں ہو سکے ہیں اور وہ غزل ماہیے دوہے کے حصار میں اب بھی محبوس ہیں۔سید معراج جامی کے ہائیکوز کا بھی یہی رنگ ہے، ملاحظہ کیجئے:

میرا ہی تھا گھر
اک تصویر میں جب دیکھا
صحرا دھوپ شجر

کیسی ممتا ہے
چیخ کے رویا تو سمجھی
بچہ بھوکا ہے

اب کیا کہتے ہو
اس سے ملنے سے پہلے
خود سے مل لو تو

پردے کے پیچھے
کیسا کیسا چہرہ ہے
چہرے کے پیچھے

کیسا درپن ہے
جب اسے دیکھا ہے اس کو
رات بھی روشن ہے

نکلا تھا جب بند
آپس میں پھر یکجا تھے
سارے غیرتمند

ان ہائیکوز میں جو سادگی اور پرکاری ہے اسی کا نام زین بدھ ازم ہے۔ غور وفکر کا ایسا رویہ ہے، جو خارج کے مشاہدے یا تجربے کو داخلی کیفیات یا وجدان سے روشناس کرتا ہے اور مروجہ ضابطوں کی کورانہ تقلید اور اظہار کیلئے ضرورت سے زیادہ الفاظ کے استعمال سے نجات دلاتا ہے۔ مندرجہ بالا ہائیکو نظموں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جیسے کوزے کو دریا میں بند کردیا گیا ہے۔ جامی صاحب نے جو کچھ کہا ہے اسے ٹھنڈے ذہن سے محسوس کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ ان نظموں میں کچھ ان کہی چیزیں بھی ہیں بظاہر دوسری باتیں سب ہی معمولی ہیں لیکن تاثر جامی صاحب کا اپنا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہیں۔

سید معراج جامی کی ان ہائیکوز میں جامی صاحب کا طرز احساس غیر ارادی طور پر زین بدھ ازم کے طرز فکر سے قریب ہے۔ جاپانی ہائیکو کا پاکستانی ہائیکو نگاری سے یہی تقاضہ ہے، جسے جامی صاحب کا طرز فکر وطرز بیان پورا کرتا ہے اور دوسرا وصف جامی صاحب کی ہائیکو کا یہ ہے وہ جاپانی ہائیکو نگاروں کی طرح کسی نہ کسی سامنے والی بات میں کوئی ایسا نکتہ پیدا کردیتے ہیں، جس سے اس کی اہمیت اور افادیت بڑھ جاتی ہے اور تیسرا وصف جامی صاحب کے ہائیکو کا یہ ہے کہ وہ بالعموم ہائیکو میں اپنی ذات کو بطور حوالہ پیش کردیتے ہیں، جو بڑے حوصلے اور سلیقہ کی بات ہے۔ الغرض جامی صاحب نے اپنی ہمہ جہت شخصیت اور ہنرمندی سے اردو شعر وادب کو توانائی عطا کی ہے۔ بلاشبہ ان کا یہ شعری کارنامہ صاحب علم وفضل کے درمیان مقبولیت حاصل کرے گا اور عزت حاصل کرے گا اس لئے کہ ہر اصلی زبان جب اپنے منبع اور مخرج سے قریب ہو تو بجائے خود طویل مہتم بالشان شاعری کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔ سید معراج جامی کی شاعرانہ شخصیت اور بصیرت ان تمام اصول وضوابط کی پابندیوں کی چاندنی ان کے ہائیکوز میں بکھیرتی اور تازگی کی نئی شکلیں اور معنوں کی نئی صورتیں نکھارتی ہیں۔ یہی وہ سلیقہ ہے، جو وہ اپنے ہنر میں پوری طرح کامیاب ہیں۔

اردو کے عظیم قلمکار اور ناقد ڈاکٹر فراز حامدی سید معراج جامی کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سید معراج جامی اردو کے ایسے ہی باوقار شاعر ہیں، جنہوں نے ہائیکوز اور سین ریوز پر خصوصی توجہ دی ہے اور اپنے تخلیقی شعور اور شاعرانہ وجدان کو اس کے ذریعے صفحہ قرطاس پر منتقل کیا ہے۔'' (۱)

(۱) اردو ادب کے ہمہ جہت قلمکار ڈاکٹر فراز حامدی ص ۲۷ مضمون نگار رفیق شاہین ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۶

برطانیہ جیسی اردو کی تازہ کاربستی رفتہ رفتہ اردو زبان وادب کے ایک بڑے مرکز کے روپ میں ابھر کر سامنے آ رہی ہے گذشتہ چند سالوں سے اردو سے جڑے اسی کے بےلوث خدمت گاروں کے لاتعداد نثری اور شعری مجموعے شائع ہوکر اردو کی تاریخ شعروادب میں گرانقدر اضافہ کر کے عوام الناس سے مقبولیت کی اسناد حاصل کر چکے ہیں کچھ مجموعے زیرترتیب بھی ہیں غرضیکہ پڑھنے لکھنے کا سلسلہ یہاں تواتر کے ساتھ جاری ہے اردو زبان وادب کے فروغ اور ارتقاء میں برطانیہ کے اردو قلمکاروں کی خدمات قابل قدر اور احترام کے لائق ہیں۔ اردو دنیا کے لئے یہ یقیناً نیک فال ہے کہ برطانیہ کے قلمکاران اردو کا ایک بڑا قافلہ ذوق وشوق اور اعتماد ویقین کے ساتھ برابر آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے ان میں غزل گو بھی اور نظم کہنے والے شاعر بھی افسانہ نویس، خاکہ نگار، سفرنامے تحریر کرنے والے بھی ہیں۔ ماہیا نگار بھی ہیں تو ہائیکو نگار شعراء کی ایک بڑی تعداد ہے۔ مترجم صحافی خط نویس غرضیکہ ہر فنکار اپنی زندگی کو اردو زبان وادب کی ترقی و ترویج کسی نہ کسی شکل میں وقف کئے ہوئے ہیں۔ ایسے ہی قد آور قلمکاروں میں ساحر شیوی کا اہم نام ہے اسے ساحر شیوی کا ہی کارنامہ کہا جاسکتا ہے کہ موصوف کے افریقہ سے لیوٹن برطانیہ منتقل ہونے کے بعد سرزمین برطانیہ کے تخلیق کاروں کی رفتار کچھ زیادہ ہی تیز ہوگئی ہے اور یہ برطانیہ کے تخلیق کاروں کیلئے خوشگوار مستقبل کی بشارت ہے۔

یورپی ملکوں میں قیام پذیر اردو شعراء ہی شاعر کوکن کی ہائیکونوازی کو دیکھتے ہوئے انہیں یہ فوقیت بھی حاصل ہے کہ ہائیکو پر مشتمل ان کا مجموعہ کوکن کی خوشبو اس براعظم سے شائع ہونے والا ہائیکو کا سب سے پہلا مجموعہ ہے۔ اردو ہائیکو سے ساحر شیوی کی وابستگی اور دلچسپی کا ایک بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں اور اس کے مدیر سید معراج جامی نامور ہائیکو نگار ادیب وناقد ہیں، جن کی ہائیکو ورلڈ میں واضح شناخت قائم ہے۔

ساحر شیوی کثیر الجہات شاعر ہیں خاص طور پر سہ مصرعی شعری اصناف پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔ ثلاثی تروینی ہائیکو ماہیے سے ساحر شیوی کو گہرا لگاؤ ہے اور ان اصناف سخن میں ان کا خاصہ ذخیرہ موجود ہے،

جو وقتاً فوقتاً شعری مجموعوں کی شکل میں شائع ہو کر داد و تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں۔

ساحر شیوی ہندوستانی ہیں انہیں اپنے وطن سے بے حد پیار ہے چونکہ کوکن علاقے کے ضلع رتنا گیری کے ایک خوبصورت گاؤں شیو میں ان کا جنم ہوا ہے اس لئے کوکن کو خوشبو ان کی نس نس میں رچی بسی ہوئی ہے اور زبان وادب کی خدمت کرنا ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ اردو کے دلدادہ ہیں اور اردو کے حوالے سے ہی شاعری کرتے ہیں۔ ان کے بہت سے ہائیکو اردو سے محبت اور والہانہ وابستگی کے مظہر ہیں بطور تمثیل ان ہائیکوز کو ملاحظہ کیجئے:

اردو سے الفت
جس کے بھی دل میں ہوگی
پائے گا شہرت

اردو سے پیار
میں بھی اس کا دلبر ہوں
وہ میری دلدار

یہ اس کی دلدار
ساحر ہردم رہتا ہے
اردو میں سرشار

اونچا اسکالر
اردو میٹھی بولی ہے
چرچا ہے گھر گھر

شاعر اردو ہوں
خطہ کوکن میں لیکن
گاؤں کی خوشبو ہو

اردو سے الفت
جس کے بھی دل میں ہوگی
پائے گا شہرت

میں بھی شیدا ہوں
جب سے ہوش سنبھالا ہے
میر وغالب کا

دولت پائی ہے
ہم نے اردو دنیا میں
شہرت پائی ہے

ساحر کا ہے نام
اردو ادب کی خدمت میں
پایا ہے انعام

ساحر اپنی ہائیکو نگاری پر متفخر ہوتے ہوئے کہتے ہیں:

ساحر ہے خوش تر
ہائیکو کی خوشبو پھیلی
ہر دل کے اندر

ساحر کا دل اللہ کی ہمہ گیری اور اس کی عظمتوں کا معترف ہے:

ذرے ذرے میں
ہم نے دیکھا یزداں کو
غنچے غنچے میں

ذکر خدا کرنا
دیکھو بہار آ جائے گی
دل سے دعا کرنا

اللہ سے ڈرنا
تم بھی نہتے پر ساحر
وار نہیں کرنا

محبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ساحر کا دل سرشار ہے:

ہادی دو عالم
آپ کا سایہ سر پر ہو
ہر لمحہ ہر دم

نبیوں کے سردار
ختم نبوت کے مالک
اللہ کے دلبر

مکے میں دل ہے
اور مدینے تک جانا
میری منزل ہے

عکس ہے سینے میں
صیقل کرنا دل کو پھر
مکے مدینے میں

کیف ہے جینے میں
دین و دنیا سب کچھ ہے
مکے مدینے میں

ساحر شیوی نے اپنی ہائیکوز میں عالمی سچائیوں Universal Truth کو بھی بڑے دل نشین انداز میں پیش کیا ہے اگر شاعر کا دل اور اس کا ذہن پاک وصاف ہو اور ایمان پختہ ہو تو یہی کلمہ حقیقت بن جاتا ہے ورنہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ تشکیک کے شکار اور بھٹکی ہوئی فکر (ژولیدہ فکر) رکھنے والے گمراہی کے اندھیرے کا شکار رہتے ہیں ساحر اپنی تخلیق کے حوالے سے اپنے قاری کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے ہیں یہ ہائیکوز ملاحظہ کیجئے:

سچ ہی بولا کر
لیکن راز کسی کا بھی
تو مت کھولا کر

بے جا مت بولو
بات کسی سے جب بھی کرو
لفظوں کو تولو

سانچ کو آنچ نہیں
کیسے ٹوٹے گی پل میں
دنیا کانچ نہیں

کیوں آنکھیں ہیں نم
اللہ کے رستے پر چل
نیکی ہر دم کر

جگ سے کیا ڈرنا
یارو دب کر رہنے سے
بہتر ہے مرنا

چار دنوں کی بات
دنیا آنی جانی ہے
کب تک دے گی ساتھ

لوگ ہیں وہ جاہل
رہ کے انا کے نشے میں
خود کا کہیں کامل

غم کو سینا ہے
لاکھ مصیبت آئے ہمیں
زندہ رہنا ہے

لوٹ اسی بستی میں
جینا ہے دشوار یہاں
فرقہ پرستی سے

اجلا کر تو من
سیکھ محبت کرنا بھی
پیار بھی ہے اک دھن

دنیا دیکھی
سچ کا ساتھ نہیں دیتی
کتنی کھوئی ہے

پل بھر جینا ہے
دو دن کی اس دنیا میں
آنسو پینا ہے

نفرت کی دیوار
بوسیدہ ہو جائے گی
مان لے اپنی ہار

سوچ سمجھ کر چل
تیرے جیون کا اے دوست
قیمتی ایک اک پل

سوچ میرے ہمدم
جینا ہے ہر حال تجھے
بھول جا سارے غم

اردو اور گاؤں کی خوشبو کو استعارہ مانتے ہوئے ساحر نے ہائیکو کی دنیا سجائی ہے ان کے ہائیکو کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے ہائیکوز میں پہلے اور تیسرے مصرعے میں لازمی طور پر قافیہ کا اہتمام کیا ہے، جس سے شعری روایت کی پاسداری برقرار رہی ہے اور ان کے ہائیکوز میں دل کشی پیدا ہوگئی ہے۔

آن بھی جائے گی
جیون کے پیچ وخم میں
جان بھی جائے گی

دھوپ بنی سایہ
ساجن لوٹ کے آیا تو
جینا مجھے آیا

یہ تو بتا دلدار
کاغذ کی کشتی ہو
کیسے دریا پار

خوب ہوئے بدنام
دیکھا اپنی آنکھوں سے
الفت کا انجام

وقت نے چھوڑا ساتھ
ڈرتے ڈرتے دن گزرا
آئی کالی رات

تم بھی ہو برہم
کون لگائے اب میرے
زخموں پر مرہم

مندرجہ بالا ہائیکوز میں کچھ جمالیاتی حس اور حسن بھی ہے۔ عاشقی ایشیائی شاعری کی پہچان ہے اس لئے ہجر و وصال کی کیفیات اور قلبی احساسات کی عکاسی اشعار میں کی جاتی ہے ساحر کی بہت سے ہائیکوز جمالیاتی احساس کی ترجمانی کرتے ہیں، جہاں ان کے ہائیکو فکری اور فنی لطافتوں سے معمور ہیں، وہیں جذبات واحساسات اور جمالیات و رومانیت سے بھی پوری طرح مزین ہیں ان کے خوش فکری اور خوش کلامی ہر جگہ نمایاں ہے، ملاحظہ کیجئے:

ساتھ جئیں گے ہم
میرا وعدہ ہے تم سے
ساتھ مریں گے ہم

ڈر گئی تنہائی
اس نے جھانک کر جب دیکھی
دل کی گہرائی

پیمانہ بھر دو
ہم پلا کر نینوں سے
دیوانہ کر دو

دل کا موسم خوب
غم میں بھی مسکائیں ہم
پیار کا عالم خوب

کلیاں کھلتی ہیں
فصل گل آتی ہے جب
نظریں ملتی ہیں

عشق و محبت میں
سب کا یہ انجام ہوا
مر گئے حسرت میں

عشق و محبت کی گرم بازاری حسرت میں بدلتی آرزوؤں اور احساس محرومی اور بے چارگی اور بے بسی کو ساحر شیوی نے اپنی دردمندی سے ہائیکو کے پیکر میں ڈھال کر پیش کیا ہے:

کلیاں کھلتی ہیں
فصل گل آتی ہے جب
نظریں ملتی ہیں

دل کے قریب تم ہو
میرے پیار کی دنیا کا
ماہ جبیں تم ہو

جب بھی آگ لگی
الفت میں دیکھا ہم نے
اک اور آگ بجھی

نشہ آنکھوں میں
جانے کتنی حرارت ہے
اس کی بانہوں میں

گو وہ کالی ہے
اس کے دل میں جھانکو تو
بے حد گوری ہے

راہ الفت میں
سارے بدن کو ڈستی ہے
ہجر کی تاریکی

لیکن یہی دل کی لگی انہیں عشق مجازی کی راہوں سے ہٹا کر عشق حقیقی تک پہونچاتی ہے اور ساری چاہت، محبت، الفت، عقیدت ان کی حسیت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ وصف و توصیف کا انداز بدل جاتا ہے اور تکمیل آرزو میں جمالیاتی بلندی آجاتی ہے اور تلقین کا جیسا انداز پیدا ہو جاتا ہے:

پی زم زم کا جام
جگ سے پیار نہ کر
رب کا دامن تھام

اللہ سے ڈرنا
تم بھی نہتے پر ساحر
وار نہیں کرنا

عکس ہے سینے میں
صیقل کرنا ہے دل کو
مکے مدینے میں

بایں ہمہ ان کو اپنے گردوپیش کی فضاؤں کا خوب ادراک ہے ہر طرف فرقہ پرستی کا ناگ پھن پھیلائے انسانیت کو ڈس رہا ہے۔ عالم ہوں یا جاہل سب ہی تعصب وتنگ نظری کا زہر پھیلا رہے ہیں اور ہندوستان کی اہنسا پر مودھرمہ پر عمل پیرا رہنے والے بھارت باسی خون برسانے والی فضا کو اور بھی لہولہان کرنے پر تلے ہیں ساحران سب حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں اور نہایت پراثر انداز میں ہمارے قلب وذہن پر دستک دیتے ہوئے ہمیں حالات کا جائزہ ازخود لینے کا پیغام دیتے ہیں، ایک ناصح بن کر نہیں بلکہ اشاروں اشاروں میں:

لوٹ اس بستی سے
جینا ہے دشوار یہاں
فرقہ پرستی سے

ارتھی سے محروم
لت پت ہے جو کوچے میں
خون میں اک معصوم

ماری ہے گولی
اک معصوم کی جان لے کر
کھیلی ہے ہولی

انسانوں کا کالی
شیطانوں کے دامن میں
اپنا برا ہے حال

ہم کیسے جی لیں
آتنک وادی ہیں ساحر
ہونٹوں کو سی لیں

چھوڑ و یہ فطرت
جانے کب تک لوٹو گے
دنیا کی دولت

کس کو خبر انسان
خون سے ہولی کھیلے گا
بیچے گا ایمان

ہم کیسے جیتے
چھینا الفت کا موسم
ظالم لوگوں نے

ہر سو ہے یہ شور
سر پر منڈلاتی ہے موت
غنڈوں کا ہے زور

وہ کتنا بے باک
گالی دے کر اپنا منہ
کرتا ہے ناپاک

ہے کتنا کافر
ذلت سے وہ رہتا ہے
دولت کی خاطر

بارہ سال رکھی
کتے کی دم نلکی میں
پھر بھی ٹیڑھی رہی

ان تمام بے رحم حالات اور سنگدل فضاؤں کے باوجود ساحراللہ کی رحمتوں سے مایوس نہیں ہیں بلکہ ہر آن شمع امید جلائے رکھنے کے خوگر ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ترک وطن کر کے برطانیہ جانا ہرگز اس خیال سے نہیں تھا کہ وہاں پہونچتے ہی دولت دنیا ان کے قدموں پر ڈھیر ہو جائے گی اور خوشحالی کی معشوقہ ناز ان کے گلے کی حمایل بن جائی گی۔ ہجرت کا نتیجہ اس کے برعکس بھی عین ممکن تھا۔ لیکن یہ سوچ کر وہ ہراساں نہیں تھے بلکہ شمع امید ان کے ایوان دل کو منور کئے ہوئے تھی۔ غرضکہ انہوں نے ہر لحہ ہمت مرداں مدد خدا کے یقین پر قندیل آس فروزاں رکھی، یہ راز افشاں شمع ان کے ہائیکو میں جھلملاتی ہے، دیکھئے:

ذکر خدا کرنا
دیکھو بہار آئے گی
دل سے دعا کرنا

رت ہے پت جھڑ کی
فصل گل بھی دور نہیں
آ ہی جائے گی

ذہن ہے الجھن میں
کب آئے گی فصل گل
پیار کے گلشن میں

ہندوستان چھوڑنے کے بعد ساحر نے اچھے ہی دن دیکھے، کینیا میں مرفہ حالی ان کے قدم چومتی رہی اور اب برطانیہ میں مطمئن اور صاحب جاہ وثرت ہیں۔ لیکن ان تمام آسایشوں کے طلسم میں بھی وطن عزیز

کی یادکو اپنے سینے میں سجائے ہوئے ہیں اور بقول شاعر:

آتا ہے یاد مجھ کو گزار ہوا زمانہ

وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ

وطن کے ہر ذرے سے ان کو والہانہ لگاؤ ہے اپنے بچپن کے ساتھیوں کی یادیں ان کے دل کو کچو کے لگاتی رہتی ہیں اور انہیں اپنی ساری عیش وآرام، دولت وثروت ذرہ بے مقدار کی طرح ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے اس موقع پر وہ وطن چھوڑنے کی وجہ سے خود پر لعن وطعن کرنے سے بھی نہیں چوکتے اور خود کو حریص ولالچی اور دولت کا بھوکا ٹھہراتے ہیں:

بھوکا دولت کا
انگلستان میں رہتا ہے
باسی بھارت کا

پیاری دھرتی ہے
قدم قدم پر یاد آئی
کوکن کی مٹی

اپنے یاروں کو
کیسے بھلا سکتا ہوں میں
پچھلی یادوں کو

اور اس تناظر خیال میں ان کو لندن کی آب وہوا اور وہاں کے موسموں کی اذیت ناکی بھی بیان کرنے سے نہیں چوکتے:

لندن کی سردی
اور دسمبر کا موسم
اس نے حد کر دی

ساحر کے ہائیکوز میں عام بول چال کا انداز ملاحظہ کیجئے ، ساحر شیوی سیدھی سادی اور عام بول چال کی باتوں کو شاعرانہ پیرائے میں بیان کرنے کا بخوبی ہنر جانتے ہیں، ان کے ہائیکوز نجی باتوں کے اظہار کا لائق قدر وسیلہ ہیں اپنا تعارف کسی کو یوں کراتے ہیں:

میں ہوں بندۂ عام
لیکن محنت سے میں نے
کیا ادب میں نام

کیا راحت آرام
میری دنیا سب سے الگ
کرتا ہوں ہر کام

ساحر کی پہچان
افریقہ نہ ہندوستان
اب ہے انگلستان

انسانی ذہن کی نفسیاتی اور پراسرار کارکردگی کا پہلو لئے ہوئے ان کا یہ ہائیکو دیکھئے: حالانکہ ان کے یہاں نفسیاتی اذکار سے مملو ہائیکو کم ہی ہیں اس ہائیکو میں انہوں نے نفرت کو محبت کا پیش خیمہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:

نفرت کرتے ہو
لوگ سبھی کہتے ہیں تم
مجھ پر مرتے ہو

ساحر شیوی کا شعری سرمایہ ان کی فنی پختگی آور کمال ہنر کا اعلانیہ بھی ہے اور پیش گوئی بھی کہ ادب میں ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا بقول ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی:

''بلاشبہ ساحر نے نووارد جاپانی صنف شاعری کو اردو میں سمو کر اسے وہ وزن و وقار عطا کیا ہے کہ آج ہائیکو اردو شعراء کی پسندیدہ صنف بن گئی ہے، ساحر صاحب کی شعری کاوشیں اور ان کی بے لوث ادبی خدمات ہمیشہ زندہ رہ کر ادبیات عالم میں نہ صرف خود سرفرازیاں حاصل کریں گی بلکہ ان کے نام کو دوام عطا کریں گی''(۱)

یورپین ممالک کو ہائیکو سے متعارف کرانے کا کریڈٹ فرانس کے معروف ادیب پال لائیس شوشو کو پہونچتا ہے، جن کو محنتوں اور کوششوں کی بنا پر دیگر شعروادب کے ساتھ ساتھ اردو شعروادب میں متعدد ہائیکو وجود میں آ چکے ہیں اور ہنوز مشق سخن جاری ہے۔''

ڈاکٹر ودیا ساگر آنند نے غزلیں اور نظموں کے علاوہ اردو میں مروج سہ مصرعی اصناف ہائیکو اور ماہیا پر بھی اپنی دسترس کے جوہر دکھائے ہیں، انہوں نے اردو دوہے مردف دوہے شخصیاتی دوہے، دوہا غزل دوہا گیت وغیرہ پر بھی اچھی خاصی طبع آزمائی کی ہے۔ مختلف اصناف کی یہ ورائٹی اور دسترس یہ ثابت کرتی ہے کہ آنند صاحب صرف غزل یا نظم کے ہی شاعر نہیں ہیں بلکہ وہ ہر صنف کو سلیقے اور فنی مہارت سے برتنے کا تخلیقی ہنر رکھتے ہیں۔ بلاشبہ جدید و قدیم اصناف پر ودیا ساگر آنند کی یہ قادرالکلامی معاصر شعراء کی بھیڑ میں امتیازی حیثیت عطا کرتی ہے ان کے یہ ہائیکو ملاحظہ کیجئے: آنند صاحب نے اپنے ہائیکوز میں ردیف کا بطور خاص لحاظ رکھا ہے، جس سے ان میں غنائیت اور ترنم کا احساس ہوتا ہے:

دنیا سے تو ڈر
اس سے جھگڑا مت کرنا
کر دے گی بے گھر

یہ ہے میری جان
ہوتا ہوں میں روز و شب
اردو پر قربان

---

(۱) منفرد ہائیکو نگار ساحر شیوی از ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی مشمولہ مجموعہ کوکن کا مسافر مرتبہ ڈاکٹر جمیلہ عرشی صفحہ ۱۰۵ ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۵

ہو نہ مردہ دل
اس دنیا میں جینے کا
کچھ تو ہو حاصل

کہتا ہوں میں سچ
دنیا میں گر رہنا ہے
جھوٹوں سے تو بچ

زندہ رہنا ہے
غم سے مت گھبرا جانا
ہر دکھ سہنا ہے

بچ اس سے نادان
شر کو جو پھیلاتا ہے
پورا ہے شیطان

یہ ہے میری دھن
آئینے جیسا ہی ہو
ہر اک کا دامن

میری ہے منزل
میں دنیا میں جب تک رہوں
نیکی ہو حاصل

ایسے ہیں عادل
رشوت جن کا پیشہ ہے
سچ کے ہیں قاتل

وہ پاتا منزل
جو سیدھا رستہ چلتا
ہوتا ہے کاہل

جینا عزت سے
دنیا میں گر رہنا ہے
بچنا ذلت سے

رب سے ہردم ڈر
کہنا کر لے میرا تو
نیکی نیکی کر

گیتا اور قرآن
وحدت کے نغموں سے پُر
ہیں اللہ کی شان

بندے رب کے ہیں
کملی والے جگ کے ہیں
آقا سب کے ہیں

محنت سے مت ڈر
قسمت اس سے بنتی ہے
یہ دیتی ہے زر

فتنہ ہے ہر سُو
گلزاروں سے غائب ہے
پھولوں کی خوشبو

روزی کھائیں حرام
ایسے لوگ ہیں دنیا میں
ہر سُو ہیں بدنام

کیسی قسمت ہے
پونم کی شب میں آنند
ہر سو ظلمت ہے

ہوتا ہوں بیدار
الفت میں جب ہوتی ہے
آنکھیں ان سے چار

آنکھوں میں ہے نیر
فرقت نے مارا ہے تو
دل بھی ہے دلگیر

باز آ سیاست سے
آگ لگاتی ہے ہر سو
اپنی حرارت سے

اللہ اللہ کر
نام خدا سے تو ہر دم
دل کو سنوارا کر

پی لے مست شراب
اس کی لت جب لگتی ہے
بنتی ہے یہ عذاب

دنیا ہے خوبرو
چپے چپے میں جس کی
پھیلی ہے خوشبو

گوروں کا یہ دیس
شیطانوں نے بدلا ہے
انسانوں کا بھیس

ڈاکٹر ودیا ساگر آنند کے مندرجہ ہائیکوز میں حمدیہ اور نعتیہ ہائیکوز کے علاوہ اخلاقی ہائیکوز کی تعداد زیادہ ہے۔ اکثر ہائیکوز میں انہوں نے اردو زبان سے اپنے عشق کا بھی اظہار کیا ہے۔ لندن میں رہتے ہوئے ڈاکٹر آنند مغربی ماحول اور معاشرت میں خود کو نہ ڈھال کر اپنی مشرقی تہذیب کو سینے سے لگائے کسی سخت اور نفرت بھرے انداز میں کہتے ہیں کہ انہیں گوروں کے دیس میں انسانوں کی جگہ شیطانوں کی سی زندگی نظر آتی ہے، جیسے کہ سارے انسانوں نے صرف شیطانوں کا روپ ہی دھار لیا ہو۔ وہ رجائیت کا پیغام اس یقین سے دیتے ہیں کہ محنت اور عمل سے زندگی کی صحیح اور سچی تعمیر ممکن ہے۔ اخوت کا تصور یہ کہ گیتا اور قرآن کے حوالے سے ایکتا کے دھاگے میں سب کو پرونا چاہتے ہیں۔ اتحاد ہی طاقت اور ہمہ گیر قوت عطا کرتا ہے۔ سیاسی زندگی میں انہیں صرف مکاری محسوس ہوتی ہے، ہر کام کے سدھار کیلئے ان کا پیغام صرف اللہ سے لو لگانا ہے۔ غرضکہ ڈاکٹر آنند کے ہائیکوز صحت مند ادب کی عمدہ اور لائق توجہ مثال ہیں۔ یہی وہ منزل ہے، جب شاعری جزو پیغمبری بن جاتی ہے۔

باب چہارم

ملک و بیرون ملک کے چند اہم ہائیکو نگاروں کا تقابلی مطالعہ

ڈاکٹر فراز حامدی کا وطن ٹونک ہے لیکن پچھلے چالیس سالوں سے وہ جے پور میں مستقل طور پر سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر فراز صاحب پیشے کو اعتبار سے معالج اور کاشتکار ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ خود کو کسان کہلوانا زیادہ پسند کرتے ہیں ساتھ ہی جاگیردارانہ مزاج بھی پایا ہے۔ ان کی تمام تر توجہ اردو کی بہبود و بقا ترویج ترقی پر مرکوز ہے گویا ادب کا اور ان کا چولی دامن کا ایسا ساتھ ہو گیا کہ بقول رفیق شاہین صاحب ''اب وہ مکمل طور پر ادب ہو چکے ہیں۔''

ڈاکٹر فراز حامدی کا تخلیقی و تنقیدی سطح پر ادب میں اچھا خاصا کام ہے ان کی حمد و نعتوں کا مجموعہ راجستھان سے شائع ہونے والا پہلا مجموعہ تھا اور ان کے ہائیکوز پر مشتمل ''یادوں کی سوغات ۲۰۰۸'' کو بھی یہی فوقیت حاصل ہے اس کے علاوہ دوسری جاپانی اصناف تنکا، رینگا، سین ریوز، چوکا، سیڈوکا اور کاتا اوتا کو بھی انہوں نے اردو سے سب سے پہلے متعارف کرایا ہے۔ ڈاکٹر فراز صاحب کے ادب سے لگاؤ کا یہی واحد ثبوت نہیں ہے کہ انہوں نے ہائیکو اور سین ریوز (مجنون کی اولاد زیر طبع ہے) کے مجموعے ہی نہیں ترتیب دئے بلکہ ایک محقق اور غیر جانب دار نقاد کی حیثیت سے ان اصناف پر لاتعداد مضامین خود لکھے اور احباب کو بھی اس موضوع پر لکھنے کی برابر ترغیب دیتے رہے ہیں اس کام میں راجستھان اور بیرون راجستھان کے شعراء اور ادبا نے ان کی آواز پر لبیک کہا اور ان کی تحریک کو روبہ کار لا کر اپنی تخلیقات کو عالمی معیار کے رسائل میں شائع کرا کے ہائیکو تحریک کے ارتقا کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی کے ادبی کارناموں کا روشن پہلو یہ بھی ہے کہ وہ جس صنف کو اپنے دست تصرف سے نوازتے ہیں ان پر ان کی تحقیق اور تنقیدی

گرفت مضبوط ہوتی ہے اور وہ کھل کر ان پر بحث کرنے کی خوبی رکھتے ہیں ان کے گیتوں کا مجموعہ آنسو آنسو برکھا ردوہوں کا مجموعہ اردو دوہا کی عالمگیر پیمانہ پر پذیرائی ہوئی ہے اسی طرح دوبیتی میں بھی انہوں نے لائق قدر کارنامے انجام دیے ہیں ان کے علاوہ ان کے تنقیدی مضامین پر مشتمل کتاب توازن اندرون ملک اور بیرون ملک خراج تحسین وصول کر رہی ہے۔

یادوں کی سوغات (مطبوعہ ۲۰۰۸ء) ان کے ہائیکوز کا پہلا مجموعہ ہے، اہل جاپان چونکہ ہائیکوز میں ردیف و قافیہ کے پابند نہیں ہیں اس لئے اردو شعراء نے بھی اکثر نثری انداز کے ہائیکوز تخلیق کیے ہیں لیکن بہتوں نے مساوی الوزن ہائیکوز بھی۔ لیکن عام مقبولیت مقفیٰ اور غیر مساوی الوزن ہائیکوز کی ہے۔ اس لئے کہ اس سے ایک مترنم قسم کی آواز یا جھنکار پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ فراز حامدی نے بھی انہیں مجوزہ اوزان ۵+۷+۵=۱۷ صوتی ارکان کی پابندی کرتے ہوئے ہائیکوز کہے ہیں پھر بھی ان کے یہاں غیر مقفیٰ اور معریٰ ہائیکوز بھی نظر آ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر فراز صاحب کے ہائیکوز مختلف النوع مضامین سے عبارت ہوتے ہیں اس لئے ان میں رنگارنگی اور بوقلمونی کا احساس ہوتا ہے، جس طرح مختلف النوع پھولوں سے سجایا ہوا کوئی گلدستہ جو دل و دماغ کو سرشاری اور سرمستی عطا کرتی ہے ڈاکٹر فراز کو ماہیا کی طرح ہائیکو کہنے پر پوری قدرت حاصل ہے ان میں ان کی زبان صاف شگفتہ اور لہجہ سبک اور مترنم ہوتا ہے وہ پیچیدہ موضوعات کو بھی نہایت سادہ زبان میں ہر لطف بنا کر پیش کرنے کا ہنر رکھتے ہیں۔ نگاہ دور رس اور نکتہ بیں ہے اس لئے گرد و پیش کے حالات پر مسلسل ان کی نگاہ رہتی ہے اور ہر مسئلہ حیات و سماج کو نہایت فنی ہنرمندی سے اپنے ہائیکوز کا موضوع بناتے ہیں خاص بات یہ ہے کہ فرضی حکایات اور من گڑھت قصے نظم کرنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ ان کے ہائیکو ہماری تہذیب اور ہمارے معاشرے کا آئینہ ہوتے ہیں۔ جس میں ہم خود اپنا چہرہ دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر فراز نے اپنے ہائیکوز میں عشقیہ اور رومانی مضامین کو بھی جگہ دی لیکن ان کا انداز اظہار سطحی اور بازاری نہیں ہوتا وہ ہمیشہ کھیل کھیلنے سے گریز کرتے ہیں۔ بلکہ ان میں ایک متمدن اور تہذیبی سماج کی جلوہ گری ہوتی ہے۔ انہوں نے ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہونے کے ناطے اپنا سر عقیدت ہمیشہ اللہ کے آگے جھکا رکھا ہے

اور مالک کائنات کی حمد وثنا اس کی یاد اس کی مدحت وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں، اللہ کی وحدانیت بسم اللہ کی فضیلت پر انہوں نے بھرپور شعریت کے ساتھ اپنے ہائیکوز میں اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے، جیسے:

اللہ اکبر
یعنی بس اللہ کا نام
سب سے بالاتر

بسم اللہ پڑھو
اس کی رہنمائی میں
اپنا کام کرو

اے سب کے مسجود
سب تیرے سجدہ گزار
تو سب کا معبود

نعت گوئی کی اصناف شعر میں سب سے مشکل فن ہے اس میں ذرا سی لغزش عتاب باری تعالیٰ کا مصداق بنا سکتی ہے اور عرفی تو اسے تلوار کی دھار پر چلنے کا مترادف بتاتے ہوئے کہتا ہے:

عرفی مشتاب ایں وہ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است وقدم را

یعنی اے عرفی تو نعت کہتے میں جلد بازی اور بد احتیاطی سے کام نہ لے نعت سرور کونین کہنا جنگل کا راستہ نہیں ہے کہ بھاگ کر انسان گذر جائے اس میں آہستہ روی کی ضرورت ایسی ہے، جیسی کہ گویا پاؤں تلوار کی دھار پر پڑ رہے ہوں، جس میں لحہ کٹ جانے کا ہی اندیشہ رہتا ہے عرفی کا ہی شعر ہے:

ہشدار کہ نتواں بہ یک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را

نعت گوئی کیکاؤس اور جمشید کی مدح سرائی نہیں شہنشاہ کونین کی تعریف و توصیف اور دنیاوی بادشاہوں کی تعریف ایک ہی انداز میں نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے انداز کا بھی محتاط رہنا لازم ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی اس راہ دشوار گزار سے بخیر وخوبی کامیابی سے گزر جاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی والہانہ عقیدت ومحبت کے جذبات سے جو توصیف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں چراغاں کیا ہے اس سے ان کی فنی اور عقائدتی ہنرمندی جھلکتی ہے:

اسم پیغمبر
خوب حلاوت رکھتا ہے
میرے ہونٹوں پر

میرا پیغمبر
پرچھائی سے بے نیاز
ہے نوری پیکر

رکھنا میری لاج
آپ ہی مالک اور مختار
آپ ہی میرے تاج

دنیا کی ساری تہذیبوں میں عشق کی تہذیب اول ہے۔ بقول رفیق شاہین ''عشق ایک ایسا سہ حرفی (ع+ش+ق) لفظ ہے، جس میں ساری کائنات سمائی ہوئی ہے۔'' زمانہ لاکھ بدل جائے لیکن عشق کی کار فرمائیاں اور اس کا مزاج یکساں رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا، وہ ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور ہمیشہ ویسا ہی رہے گا مرد و عورت کا عشق فطری جذبہ ہے اس لیے ساری داستانیں مرد اور عورت کے حوالے ہی سے دیکھنے کو ملتی ہیں چنانچہ ایسے ہی معاملات حسن وعشق ڈاکٹر فراز صاحب نے اپنے ہائیکوز میں بھی پیش کئے ہیں اور ہر ہر منزل عشق کو نہایت محتاط رویے سے سر کر کے دکھایا ہے:

گوری تیرا روپ
چار دشا میں پھیلائے
اجلی اجلی دھوپ

سامنے منزل ہے
لیکن اس کو پا لینا
کتنا مشکل ہے

تنہائی کے ساتھ
خود سے باتیں کرتا ہوں
گہرائی کے ساتھ

جب کوئی معاشرت اپنی تہذیب سے دستبردار ہو جاتا ہے نہ خوف خدا رہتا ہے نہ لحاظ سماج، حرص ہوس غرض ولالچ عبادت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں پیسے کو خدا کے درجے پر فائز کر دیا جاتا ہے ایسے معاشرہ کا سارا نظام بکھر جاتا ہے نہ کوئی بھائی رہ جاتا ہے نہ پڑوسی، ہر طرف لوٹ قتل، غارت گری، درندگی اور بہیمیت کا راج ہو جاتا ہے، ہر فضا بھیانک اور غیر یقینی ہو جاتی ہے۔ قتل عام، کرفیو کی ہولناکیاں، انسانوں کا خون سستا ہو کر گلی کوچوں میں بہنے لگتا ہے ان ہی حالات کی تصویر ڈاکٹر فراز نے نہایت قریب سے کھینچی ہے:

کیسا ہے یہ خوف
اب تو پرچھائیں سے بھی
ڈر جاتے ہیں لوگ

گھر گھر ہے آتنک
سب کے چہرے اترے ہیں
راجہ ہو یا رنک

دھیرے دھیرے بول
دیواریں بھی سنتی ہیں
بھید نہ اپنے کھول

کرفیو کے دوران
بوٹوں کی آوازیں بھی
لے لیتی ہیں جان

اس کے باوجود ڈاکٹر فراز حامدی کو یقین ہے کہ ایکتا، بھائی چارہ، محبت واخوت ہی انسان کے حق میں نعمت غیر مترقبہ ہے، ہر نبی، ولی، صوفی نے اخوت واتحاد باہمی کا ہی درس دیا ہے۔ فراز حامدی صاحب بھی ان پیغامات کو عوامی شکل دینے کی تلقین کرتے ہیں، اسی راہ سے انہیں عافیت اور ہر مشکل کو مل جل کر بانٹ کر آسان بنانے کی راہ نظر آتی ہے، درج ذیل ہائیکوز میں فراز صاحب کا ہمدردانہ انداز اور ایک کی طاقت کا گر دیکھئے:

اے میرے ہمدم
رنجیدہ رہنے سے تو
باتیں مل کر غم

لہریں ساگر کی
کاندھا کاندھا جوڑ کر
بن جاتی ہیں موج

اتنے سارے غم
آؤ مل جل کر سوچیں
کیسے بھوگیں ہم

ہر مذہب نے محبت کا پیغام دیا ہے کہیں ''بسند را کمثب کم'' کہہ کر تو کہیں یہ کہہ کر ''اگر لڑو جھگڑو گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''، ''بغیر علم کے آدمی مثل حیوان کے ہے'' لیکن حال یہ ہے کہ کبھی غلامی کا دھکڑا روکر اور جہالت کا ڈھنڈورا پیٹ کر اپنے رویہ میں سدھار کو بالائے طاق رکھ دیا گیا تھا۔ اب نصف صدی سے زیادہ عرصے سے اہل ہند میں علم کا پرچار و پرساد زیادہ ہوگیا ہے لیکن ہماری وحشیانہ سرگرمیاں جوں کی توں ہیں فراز صاحب ان حالات سے غمگین ہیں اور غم وحسرت اور دل گرفتہ لہجے میں آپسی نفرت کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے ملک کی بدنصیبی کی دردناک تاریخ بھی دہرادی ہے:

نفرت کے جذبات
تیرے میرے خون میں
گھلتے ہیں دن رات

غربت وافلاس کی المنا کی اور غرور کی مذمت ان کے ہائیکوز میں دیکھئے:

اونچے ہیں کچھ لوگ
پربت کی اونچائی سے
یہ بھی ہے اک روگ

بیٹھی ہے چپ چاپ
دیکھ کے اس کو من ہی من
روئے اس کا باپ

کرجاں ہنس روہی ایک راجستھانی پرندہ ہے، جو ایک مونس وغمخوار کا کردار بن کر ہجرزدہ گاؤں کی الھڑ دوشیزائیں اپنے پریتم کی باتیں کر کے اپنے غم کا بوجھ ہلکا کرتی ہیں۔ فراز حامدی نے سب سے پہلے اردو ادب میں اسے معارف کرایا ہے۔ اپنے دوہوں، گیتوں، ماہیوں اور ہائیکوز وغیرہ ہیں اور اس پرندے کے حوالے سے نہایت پرسوز اور شیریں نغمے ان کی شاعری کا حصہ بن گئے ہیں:

روٹھ گیا درپن
کرجاں وہ پردیس گئے
سونا گھر آنگن

صدمے سہتی ہوں
کرجاں ماہی کے غم میں
روتی رہتی ہوں

کیوں بیٹھی ہے اداس
کرجاں کیا تیرا ساجن
جائے سوت کے پاس

دنیا میں کسی شے کو ثبات نہیں، وہ آج ہے وہ کل نہیں رہے گا، اچھائی رہے گی اور نہ ہی برائی بچے گی۔ آج قہر ڈھا کر درندے راگ الاپ لیں کل ان کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا۔ سونامی المیہ کے پس منظر میں یہ ہائیکو دیکھئے:

کانٹے پتے پھول
بس آندھی کے آتے ہی
ہو جائیں گے دھول

فراز صاحب صرف ایک شاعر و نقاد ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے عہد کے معتبر مورخ اور حالات کے نبض شناس بھی ہیں، فراز صاحب کا یہ کمال ہی ہے کہ انہوں نے تاریخ دہرانے کیلئے ہائیکو جیسی مختصر ترین صنف کو وسیلہ بنایا ہے حالانکہ تاریخ لکھنے کیلئے سیکڑوں صفحات بھی کافی نہیں ہیں، اس پس منظر میں ان کے یہ چند ہائیکوز دیکھئے:

میرا ماضی بھی
رنگ برنگے چہروں میں
مجھ سے ملتا ہے

آئینہ میں اب
اپنے چہرے کی مجھے
نہیں رہی پہچان

کیسا ہی سنجوگ
شادی کے موقع پر بھی
ہنستے روتے لوگ

ڈاکٹر فراز کی ہائیکو نگاری اپنی تمام تر فنی لطافتوں کے ساتھ دعوت فکر ونظر دیتی ہے۔ یہ محض ان کی خیال آفرینی ہی نہیں بلکہ احساس کی شدت اور جذبوں کی صداقت ہے، ان کی شہرت ومقبولیت کا گراف ادبی دنیا میں سربلندی کی طرف تیز رفتار ہے۔

پروفیسر نادم بلخی کا شمار ان منفرد قسم کے قلمکاروں میں ہوتا ہے، جنہیں نظم ونثر، تحقیق وتنقید پر برابر کی قدرت حاصل ہے اور جنہوں نے اپنی فکری جولانیوں سے ادبی ذخیرے میں بہت کچھ اضافہ کیا ہے۔ ان کی ادبی شخصیت اور مشغولیت کی متعدد جہات ہیں اور سبھی روشن اور درخشندہ، غزل رباعی، نظم، قطعہ کی دنیا ہو یا بچوں کا ادب تیار کرنے کا فن تحقیق ہو یا تنقید ہر ایک میں ان کی قادرالکلامی زود گوئی پاکیزہ مزاجی کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ دوہا نگاری پر مائل ہوئے تو قلیل عرصے میں اپنے دوہوں کے دو مجموعے ''درشن'' اور ''میٹھی میٹھی بولیاں'' شائع کرا کے دوہا نگار شعراء کی صف اول میں اپنا نام درج کرالیا۔ سانیٹ جیسی ۱۴ مصرعی صنف سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ ۱۹۹۱ء میں انہوں نے سانیٹ کا مجموعہ ''چودہ طبق'' شائع کیا، جس میں حمدیہ، نعتیہ اور دعائیہ سانیٹ بھی شامل ہیں۔ یہ مجموعہ سانیٹ کا دوسرا مجموعہ کہا جاسکتا ہے اس لیے کہ اس سے دو سال قبل ۱۹۸۹ء میں علیم صبا نویدی نے ''نورالسمٰوات'' کے نام سے سانیٹ کے فارم میں حمد ونعت کا اپنا مجموعہ شائع کیا ہے۔

جیسا کہ بالائی سطور میں اظہار کیا جاچکا ہے پروفیسر نادم بلخی مختلف الجہات ادبی شخصیت رکھتے ہیں انہوں نے دوسری اصناف میں طبع آزمائی کے ساتھ اردو ہائیکوز بھی تخلیق کئے ہیں اور اس صنف کے اوزان

کی تفہیم میں بھی پہل کی ۔ اپنی متنوع اور جدت پسند طبیعت کے پیش نظر انہوں نے ہائیکو کے مروج اوزان پر غور وخوض کر کے مزید اوزان وضع کئے ہیں اور یہ اختراع انہوں نے ہائیکو کے قدیم اوزان ۵+۷+۵ صوتی ارکان کے دائرہ میں رہ کر کی ہے، پروفیسر نادم بلخی کا شمار ہندوستان میں ہائیکو کے بنیاد گزاروں میں ہوتا ہے شروع ہی سے وہ اس صنف سے اپنے گہرے لگاؤ کا ثبوت دیتے رہے اور اس روانی اور سلاست پیدا کرنے کے کوشاں رہے اور اپنی کوشش میں کامیاب بھی ہوئے ہیں:

غم ہو یا شادی
ہر دم ہنستا رہتا ہے
ہنسنے کا عادی

آنکھیں جب ہوں نم
ظاہر ہو ہی جاتا ہے
ہر پوشیدہ غم

باتیں سنجیدہ
نشتر جب بھی بن جائیں
دل ہو رنجیدہ

پروفیسر نادم بلخی صاحب کے ہائیکو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے ہائیکوز میں قافیہ کا التزام ضروری سمجھا ہے حالانکہ وہ جاپانی ردیف اور قوافی کو ضروری نہیں سمجھتے ۔ لیکن جیسا کہ مشاہیر ادب کی رائے ہے قوافی کے التزام سے ہائیکو میں غنائیت اور مترنم جھنکار پیدا ہو جاتی ہے اور قاری کو اپنے جانب کھینچتی ہے اور سماعت پر براہ راست اثر انداز ہوتی ہے:

صورت پاکیزہ
سیرت جانی پہچانی
دامن آوارہ

جاہل معمار
بالکل سیدھی بنیاد
ٹیڑھی بنیاد

جانے پہچانے
بن جاتے ہیں دانستہ
اکثر انجانے

پروفیسر صاحب نے اپنے ہائیکو کو ہر طرح کے مضامین سے سجایا اور سنوارا ہے۔ ان میں ان کے احساسات، جذبات، مشاہدات، تجربات اور قلبی واردات سب ہی کا عکس نظر آتا ہے اور انہوں نے طرح طرح کے موضوعات کو اس مختصر سی سہ مصرعی صنف میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں وہ کامیاب بھی ہیں اس میں شک کی کوئی جگہ نہیں ہے کہ موصوف نے نہایت سنجیدگی اور مستقل مزاجی سے ہائیکو کے پودے کی آبیاری کی اور اسے پروان چڑھایا ہے نیز یہ کہ اس بدیشی صنف کو مختلف رنگ دے کر اسے اردو شاعری میں ایک مناسب مقام دلانے کی لائق قدر کوشش کی ہے۔ سید معراج جامی ہندوستان کے سب سے بڑے شہر کلکتہ کے معزز ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامیات اور اردو میں پوسٹ گریجویشن کی اسناد رکھتے ہیں۔ ان کی غزلیات کا مجموعہ ''روزن خیال'' شائع ہو کر خاطر خواہ پذیرائی حاصل کر چکا ہے، بہ الفاظ ڈاکٹر فراز حامدی:

''غزل اردو شاعری کی معراج ہے اور سید معراج جامی غزل کا ایک وقیع نام .... سید معراج جامی، جنہوں نے صرف بیس سال کی کچی عمر میں امریکن کلچرل سنٹر کراچی کی طرف سے ۱۹۸۰ء میں منعقدہ مقابلہ شعر گوئی میں ایک سو چورانوے شعراء کو شکست دے کر اول انعام حاصل کیا تھا۔'' (۱)

جامی صرف بنیادی طور پر نہیں بلکہ پوری طرح غزل کے شاعر ہیں، جس کا انہیں اعتراف بھی ہے۔

''میں غزل کا شاعر ہوں میری اکمل و مکمل توجہ غزل پر ہے'' (۲)

(۱-۲) توازن ص ۴۴ ڈاکٹر فراز حامدی ماڈرن پبلشنگ ہاؤس ۹ گولا مارکیٹ دریا گنج دہلی ۲۰۰۴

ویسے تو یہ کہنا آسان ہے کہ موجودہ دور میں سیکڑوں غزل کہنے والے شعراء ہیں، جنہوں نے اردو دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے اور پچاسوں غزلیات کے مجموعے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ سچائی بھی ناقابل فراموش ہے کہ کمتر ہی کوئی مجموعہ قبول عام ہو پاتا ہے اور مشکل ہی سے کوئی شاعر غزل کی مسند پر شکوہ پر فائز ہو پاتا ہے شعر گوئی کو اعتبار اور وقار تب ہی حاصل ہو پاتا ہے جب اس میں فنی رکھ رکھاؤ ہو، سلیقہ اور ہنر مندی ہو، محسوسات و مشاہدات کی اچھی ترجمانی ہو اور قاری یہ محسوس کرے کہ جیسے وہ ایک جانی پہچانی فضا میں محوخرام ہے، جامی کے کلام میں یہ خوبیاں موجود ہیں۔

جامی صاحب کی ہائیکو نظموں میں متنوع مضامین کی فراوانی ہے، جاپانی شعراء کے یہاں بھی مناظر فطرت یا موسموں کے اذکار شجر ممنوعہ کا درجہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کو روایت کی پاسداری کا لحاظ بھی برقرار رکھنا پڑتا تھا لیکن بیسویں صدی کی آمد آمد کے ساتھ جدید زندگی کے تقاضے اور جدید فکر و نظر نے جاپانی مزاج کو بھی بدلا اسی طرح ادب کے موضوعات میں بھی تنوع پیدا ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ جدید ہائیکو نگاروں نے کتے کی وفاداری، بازار کی رونق اور گہما گہمی کو بھی اپنے ہائیکو میں جگہ دی ہے۔ پورا پاؤنڈ نے ۱۹۱۲ء میں مغربی شاعری کو یہ کہہ کر چھٹی دے دی تھی کہ میں شاعری میں ایک ایسے مطلق آہنگ پر اعتقاد رکھتا ہوں، جو جذبے کے کسی پہلو کے اظہار کا ہم مزاج ہو یہی وجہ ہے کہ آج کے ہائیکو نگار روایت کی پاسداری کے ساتھ مختلف النوع مضامین سے مملو ہائیکوز لکھ رہے ہیں۔ ان ہی حالات میں سید معراج جامی نے ہائیکو کہنے کی شروعات کی۔ پہلی نظر میں انہیں یہ محسوس ہوا کہ شاید وہ غزل کی طلسمی دنیا سے باہر نکل آئے ہیں اس لئے اب ان کیلئے دو اور دو چار کہنا ضروری نہیں تاہم وہ اب بھی ردیف و قوافی کے پابند ہیں، چند ہائیکوز ملاحظہ کیجئے:

میرا ہی گھر تھا

ایک تصویر میں جب دیکھا

صحرا دھوپ شجر

اب کیا کہتے ہو
اس سے ملنے سے پہلے
خود سے مل لوتو

پردے کے پیچھے
کیسا کیسا چہرہ ہے
چہرے کے پیچھے

کیسی ممتا ہے
چیخ کے رویا تو سمجھی
بچہ بھوکا ہے

نکلا تھا جب بند
آپس میں پھر یکجا تھے
سارے غیر تمند

کیسا درپن ہے
جب سے دیکھا اس کو
رات بھی روشن ہے

ان ہائیکوز میں جو سادگی، پرکاری اور مشاہدے اور تجربے کا جامع اظہار ہے اسی کا نام زین بدھ ازم ہے، جس کی تعریف پہلے اوراق میں کی جا چکی ہے۔ ان میں بظاہر سب معمولی باتیں ہیں مگر تاثر کی فضا بحال کرنا جامی کا اپنا کام ہے جس میں وہ کامیاب ہیں۔ زین بدھ ازم کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ کم سے کم تر چیزوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کی جائے۔ اگر نظر غور سے دیکھیں تو ہائیکو میں اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ مندرجہ ہائیکوز میں کسی ایک کو لیجئے اور دیکھئے کہ جامی صاحب نے اپنے مشاہدے

کو شامل کر کے ایک معمولی سی بات کو کتنا اعلیٰ بنا دیا ہے مثال کے طور پر آخری ہائیکو ''نکلا تھا جب بند'' حالات یہ ہیں کہ پانی کی قلت ہے محلے کے نکڑ کے سامنے لگا ہوا نل پر لوگ پانی بھرنے کیلئے سارے اہل محلہ اپنے اپنے برتن لئے ایک لائن میں کھڑے ہونے کیلئے الجھ رہے ہیں اور اچانک نل بند ہو جائے تو سارے جھگڑے ختم اور سب کی سوچ متحد ہو جاتی ہے۔ شاعر شعر کی تشریح کرنے کا الزام اپنے سر نہیں دھرتا۔ یہی چیز جاپانی مزاج شاعروں سے قریب تر ہے۔ مختصر یہ کہ سادگی اور پرکاری سے حقائق کے چہرے سے ذرا سا نقاب سرکا دینے کا نام زین بدھ ازم ہے۔ اسی حصول مقاصد یا زدان کیلئے ایک طرز فکر یا طرز عمل کہا جا سکتا ہے اس کا کسی فلسفہ، مذہب یا نفسیات سے کوئی رشتہ نہیں ہے، جس طرح کوئی سچی بات کہہ کر اپنا بوجھ ہلکا کرتا ہے اسیطر ح زین بدھ ازم اپنے اثرات مرتب کرتا ہے یہی بات کیسا درپن ہے والی ہائیکو میں نظر آتی ہے۔ آئینہ محیر بھی تو عطا کرتا ہے اور صوفی اگر تحیر آشنا ہو جائے تو اسے پھر چاہئے ہی کیا رہ جاتا ہے۔

ان ہائیکوز کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید معراج جامی کا طرز احساس غیر ارادی طور پر بھی زین بدھ ازم کے طرز فکر سے وابستہ ہے جاپانی ہائیکو پاکستانی ہائیکو نگاری سے یہی وصف پیدا کرنے کی متقاضی ہے۔

یوں تو سید معراج جامی سہ ماہی سفیر اردو کے معاون مدیر، ماہنامہ آگہی کے ایگزیکٹیو ایڈیٹر ہیں بحثیت ایک افسانہ نگار شاعر اور نقاد کے عالمی شناخت رکھتے ہیں۔ غرض کہ اپنی ہمہ جہت شخصیت کے ذریعے اردو شعر و ادب کو توانائی بخشنے میں مصروف ہیں۔ آخر میں یہ چند ہائیکوز دیکھئے، جس میں ان کے اٹوٹ عقائد کا نور ضوفگن ہے۔

میرے رب کا نور
دل میں ظاہر ہے لیکن
عقل سے کوسوں دور

کیا چھاؤں کیا دھوپ
جو بھی شے ہے دنیا میں
سب میں تیرا روپ

چاہے مان نہ مان

اس کی رحمت سب پر ہے

وہ سب کا رجحان

ڈاکٹر یونس حسنی کے لفظوں میں سید معراج جامی کی ہائیکو نگاری کی مختصر تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ:

''ہائیکو کہنا دو دھاری تلوار سے نبرد آزما ہونا ہے۔ اس کیلئے شدید جمالیاتی احساس کی ضرورت ہوتی ہے، جس شخص میں جمالیاتی ذوق کا فقدان ہے وہ ہائیکو کا شاعر نہیں ہو سکتا جامی صاحب میں جمالیاتی ذوق کی فراوانی نظر آتی ہے۔''(۱)

ایک مغربی دانشور کی رائے میں اچھی نظم وہ ہے جو اپنے مفہوم میں مکمل ہو، جس میں موثر طریقے سے کفایت شعاری کے ساتھ بات کہی جائے اور جو صرف شاعرانہ سبب سے لکھی گئی ہو۔ اس تعریف میں کفایت شعاری شاعرانہ سبب کے لوازمات شاید جاپانی اضافہ شاعری پر پوری طرح صادق ٹھہرتے ہیں۔ فلسفہ، حیات، ساختیات، پس ساختیات وغیرہ کی ثقافت سے پہلو تہی کرتے ہوئے عام تجربات و مشاہدات زندگی کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کیلئے ہائیکو اور سین ریو کی موزونیت میں کلام نہیں ہے۔ غرض کہ سید معراج جامی نے اس مختصر سی صنف سخن کو بڑی فنی چابکدستی اور ہوشمندی سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اور آنے والے شعراء کیلئے راستہ ہموار کیا ہے۔ بلاشبہ سید معراج جامی ہائیکو اور سین ریو کہنے والے شاعر ہیں اور اس راستے پر گامزن ہیں، جہاں بقول ڈاکٹر فراز حامدی:

ٹریفک جام نہیں

کیونکہ یہ رستہ جامی

شارع عام نہیں

ڈاکٹر ساحر شیوی :۔ساحر شیوی اردو دنیا میں ایک معتبر شناخت رکھتے ہیں۔انہوں

(۱) بیوی سے چھپ کر ص ۳۵ سید معراج جامی بزم تخلیق ادب کراچی پاکستان ستمبر ۲۰۰۳

نے ویسے تو سب ہی اصناف سخن میں اپنی فکر رسا کے کرشمے دکھائے ہیں، جیسے غزل، نظم، قطعہ، رباعی، ماہیا، سین ریو، ہائیکو وغیرہ ان کے علاوہ تکونی، ترو ینی کہہ مکرنی، ثلاثی جیسی بھولی بسری اصناف پر بھی ان کو پوری دسترس حاصل ہے۔ لیکن تین مصرعوں والی شاعری جیسے ماہیا اور ہائیکو میں ان کی خدمات نمایاں اور شہرتوں کے بام عروج پر ہیں، جن کے مجموعے شایع ہو کر عالمی پیانہ پر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کی تیرہ عدد شعری اور سات نثری کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ساحر کے فن اور شخصیت پر چار اردو کے معروف نقادوں کی کتابیں بھی منظر عام پر آ چکی ہیں اور کئی ابھی زیر طبع ہیں۔ اس کے علاوہ ساحر صاحب متعدد معیاری اور مقبول عام رسائل اور جرائد سے بھی جڑے ہوئے ہیں۔ ماہنامہ پرواز لندن، ماہنامہ صدا لندن، ماہنامہ آئینہ لندن، سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کراچی، سہ ماہی ترسیل ممبئی، سہ ماہی سفیر اردو لندن اور سہ ماہی ماہیا روپ کراچی جیسے معیاری جریدے ساحر شیوی کی ہی ادارت میں شائع ہوتے ہیں۔

جہاں تک غزل گوئی کا تعلق ہے سب ہی شاعر خواہ قصیدہ گو ہوں یا مرثیہ نگار، مثنوی کہنے والے ہوں یا گیت کار نظم گو ہوں یا رباعی گو سب ہی کا رشتہ ابتداء میں ضرور غزل سے جڑا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ غزل میر و غالب کے زمانے سے لے کر آج تک شاعری کی سبھی اصناف میں غزل کو سرتاج صنف کا مرتبہ و مقام حاصل ہے بقول رشید احمد صدیقی: ''غزل اردو شاعری کی آبرو ہے'' کلاسیکی دور سے لیکر مابعد جدیدیت تک ادب کے گلشن نہ جانے کتنے موسم آئے اور گئے مگر غزل کی سج دھج اس کا بانک پن اور حسن و شباب کا وہی عالم رہا اور وہی شان و شوکت آج بھی برقرار ہے۔ بہ الفاظ رفیق شاہین:

''اسی دوران جن شعراء نے اسے اپنی ذہنی عیاشی کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی وہ لوگ اور وہ بھی جنہوں نے اپنی لیاقت و علمیت و ندرت پسندی کا رعب گانٹھنے کے غزل کو چیستاں بنا دینے کی مذموم حرکت کی تھی یہ ان شاعری سے راہ فرار اختیار کر کے گمنامی کے غاروں میں روپوش ہو چکے ہیں اور غزل پھر سے اپنی تمام تر جولانیوں، تابانیوں، رعنائیوں اور زیبائیوں کے ساتھ اپنا جلوہ دکھا رہی ہے کل صرف غالب نے غزل کے دامن کو وسعت دی تھی اور آج اس کے ان گنت پرستاروں نے اس کے دامن کو اور بھی وسیع کر دیا

ہے۔لہٰذا غزل میں اب ہر فکر و فلسفہ اور جذبے کو اپنے اندر سمیٹ لینے کی بھر پور صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔

ساحر شیوی بھی غزل کے عاشق صادق ہیں اور غزل ان کے شعری اظہار کا مقدم اور ترجیحی وسیلہ ہے ان کا غزلیہ اسلوب و بیان اپنی سادگی اور فطری پن کے سبب ترسیل و ابلاغ کے مسئلہ سے ہر طرح پاک ہے اور اشعار عام قارئین بھی آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ دیگر اصناف کی طرح غزل میں بھی ساحر نے مختلف النوع مضامین اور موضوعات کو شعری اظہار بنایا ہے۔''

''ان کی شاعری میں جمال وجلال کے رنگ آپس میں پیوست نظر آتے ہیں ان کے الفاظ سادہ مگر معنیٰ کے خزانے لئے ہوتے ہیں ان کے لہجے کی سادگی اور معصومیت اسلوب کی جدت و ندرت ان کے اشعار میں نزاکت غنائیت اور ہوش وحواس پر چھا جانے والی کیفیت کا سحر انگیز فنون دلوں کو مسخر کر لیتا ہے۔ انہوں نے اپنی غزلوں میں سماجی، سیاسی، تہذیبی، اخلاقی، نفسیاتی، جذباتی، فلسفیانہ غرض کہ ہر طرح کے مضامین کو خوش آمدید کہا ہے ان کی شاعری میں روح جمالیات اور حب الوطنی بھی انگڑائیاں لیتی ہے۔''(۱)

پچھلے پندرہ سولہ برسوں میں اصناف سخن میں جس صنف پر اردو شعرا نے خاص توجہ مرکوز کی ہے وہ جاپان سے درآمد صنف ہائیکو ہے، لیکن اس کے جائزے سے ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس کی جڑیں ہندوستانی صنف ماہیا سے جڑی ہوئی ہیں۔ لگ بھگ تیس سال قبل حمایت علی شاعر نے ثلاثی اختیار کی تھی یعنی کل تین مصرعوں میں مکمل بات اور مکمل مضمون ادا کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ ثلاثی کا پرتو ہائیکو پر پڑا یا ہائیکو کا ثلاثی پر، یہ فیصلہ دشوار ہے۔ ایک مبتدی کی حیثیت سے میں صرف اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ رباعی اور قطعہ کی طرح اردو شاعروں نے ہائیکو کو اپنا کر اسے حد کمال تک پہونچا دیا ہے، جس کی خوبصورت مثال کوکن کی خوشبو ہے، جس کے خالق ساحر شیوی ہیں ساحر صاحب نے اپنی پوری زندگی کے تجربات کو ہائیکو کے اس مجموعے میں سمو دیا ہے، جو ہر خوش فکر اور صاحب دل قاری کے مشام جاں کو معطر کر رہی ہے۔ ساحر کے ہائیکوز کی زبان صاف شگفتہ اور سلیس ہے ان ہائیکوز کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا رشتہ اس

---

(۱) مضمون نئی اور پرانی اصناف کے شاعر ساحر شیوی از رفیق شاہین مشمولہ کوکن میرا مہمان ساحر شیوی ص ۳۹ ماڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۷

جہان رنگ و بو سے ہے، جہاں ہم سانس لیتے ہیں۔ان میں ان کے جذبات کی تپش بھی اور احساسات کی حدت بھی ہے۔ آلام روزگار کا شکوہ بھی اور حسن کا تصور بھی۔ شاعری بھی افسانہ اور فسوں کاری بھی عزم وحوصلہ اور رجائیت بھی چند ہائیکوز دیکھئے:

جیون ساگر ہے
لوٹ اس بستی سے
ڈھونڈ واس کے دامن میں

جینا ہے دشوار یہاں
موتی ہے زر ہے
فرقہ پرستی سے

غم کو سہنا ہے
لاکھ مصیبت آئے ہمیں
زندہ رہنا ہے

کلیاں کھلتی ہیں
فصل گل اگتی ہے جب
نظریں ملتی ہیں

لوگ ہے وہ جاہل
رہ کے انا کے رشتے میں
خود کو کہیں کاہل

رات مرے من میں
یاد کسی کی آتے ہی
آگ لگی تن میں

اجلا کر تو من
سیکھ محبت کرنا بھی
پیار بھی ہے اک دھن

شاعر اردو ہوں
خطہ کوکن میں لیکن
پیار کی خوشبو ہو

ساحر شیوی نے ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے اپنا دل سمو دیا ہے۔ ان کا مطالعہ حد درجہ وسیع ہے اردو فارسی کے علاوہ برصغیر کی متعدد زبانوں اور ادب وشعر سے انہوں نے کسب فیض کیا ہے۔ غالبًا اسی کی دین ہے کہ ان کی ہائیکوز میں الفاظ کا درو بست مناسب ومتوازن رکھ رکھاؤ لہجہ اور آہنگ قاری کو متاثر کرتا اور خصوصاً ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کا قاری مہاراشٹر کی شعری فضا میں محو گلگشت ہے انہوں نے اپنے ہائیکوز میں اردو کے قالب میں ہندوستان کی روح جلوہ گر کر دی ہے، چند مثالیں ملاحظہ کیجئے:

دکھ سے بھی کھیلے
کس سے ہم شکوہ کرتے
خوش ہو کر جھیلے

آج سگائی ہے
آنکھوں کو مت نم کرنا
بیٹی پرائی ہے

من کی ناؤ چلی
جیون کا ہے ساتھی وہ
جیون جیوت جلی

سپنوں کا موسم
کتنا اچھا لگتا ہے
کس کا ہوگا غم

دیکھے تھے کچھ خواب
لیکن ٹوٹ گئے سپنے
کر گئے پھر بے تاب

کیسا جادو ہے
ساحر تیرے شعروں میں
کوکن کی خوشبو ہے

ساحر شیوی ایک راسخ العقیدہ مسلمان ہیں ان کی آواز ایک پکے اور سچے مسلمان کی آواز ہے یہ اللہ کا خاص انعام ہے، جو انہیں عطا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی زبان سے مختصر سی سہ مصرعی صنف ہائیکو میں یہ دل نشینی پیدا ہوگئی ہے:

اللہ اللہ اکبر
ہادی دو عالم آپ
غم بھی سامنے آ جائے

آپ کا سایہ سر پر ہو
رب کو پکارا کر
ہر لمحہ ہر دم

نبیوں کے سرور
کیف ہے جینے میں
ختم نبوت کے مالک

دین ودنیا سب کچھ ہے

اللہ کے دل بر

مکے مدینے میں

ساحر شیوی ہندوستانی ہیں رتنا گیری ان کا وطن ہے انہیں خاک وطن کے ذرے ذرے سے محبت ہے اسی ضلع رتنا گیری کے گاؤں شیو میں ان کی ولادت ہوئی اس کی مٹی کی مہک ان کی رگ وپے میں بسی ہوئی ہے، جس کی خوشبوؤں کا احساس ان کے اشعار سے ہوتا ہے لیکن انہوں نے اپنی پہچان یہ بتائی ہے:

ساحر کی پہچان

افریقہ نہ ہندوستان

اب ہے انگلستان

اس ہائیکو کے جواب میں ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی کا یہ مفصل تجزیہ درست ہے، ملاحظہ کیجئے:

''ساحر صاحب کا افریقہ یا انگلستان سے رشتہ صرف اسی قدر ہے کہ وہ والدین کی وفات کے بعد فکر معاش میں اپنے ماموں کے پاس ۱۹۵۴ میں افریقہ چلے گئے تھے۔قریب چالیس سال وہاں گذارنے کے بعد چند ناگفتہ بہ حالات کی بنا پر ۱۹۹۴ء میں وہ افریقہ چھوڑ کر انگلستان پہونچے اب وہیں مقیم ہیں، حیرت ہے کہ وہ اپنی پہچان انگلستان بتا رہے ہیں۔فراق تمام عمر الہ آباد میں رہے لیکن ہمیشہ فراق گورکھپوری کے نام سے وہ پہچانے گئے، جوش اپنا وطن ملیح آباد چھوڑ کر کراچی میں جا بسے تھے اور وہیں سپرد خاک ہوئے پھر بھی جوش ملیح آبادی بنے رہے اور ملیح آباد ہی ان کی شناخت ہے، جس طرح فراق کی شناخت گورکھپور ہے۔ ساحر صاحب برطانیہ میں رہتے ہوئے بھی ہندوستانی ہیں اور آج ہندوستان ہی ان کی پہچان ہے راقم کے اس قول کی دلیل کے طور پر ساحر صاحب کا یہ ہائیکو دیکھئے:

بھوکا دولت کا

انگلستان میں رہتا ہے

باسی بھارت کا (۱)

---

(۱) مضمون منفرد ہائیکو نگار ساحر شیوی محررہ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی مشمولہ کوکن کا مسافر از جمیلہ عرشی ص ۱۰۲ ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۵

ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی کی دلیل کے ثبوت میں ساحر صاحب کے یہ ہائیکو ملاحظہ کیجئے:

پیاری ہے دھرتی
کیسا ہے جادو
قدم قدم پر یاد آئی

ساحر تیرے شعروں میں
کوکن کی مٹی
کوکن کی خوشبو

ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی اسی سلسلے میں آگے لکھتے ہیں:

''ساحر صاحب انگلستان میں یقیناً نفس مطمئنہ کے ساتھ ہوں گے کہتے ہیں عیش میں یاد خدا بھی نہیں رہتی لیکن ساحر صاحب بایں ہمہ مادر وطن کی یاد سینے سے لگائے ہیں اور برطانیہ میں رہ کر بھی وہ بھارت کے باسی ہیں۔''(۱)

ساحر صاحب اردو فضاؤں میں آنکھ کھولی تھی اردو ان کی زبان ہے، آج بھی اجنبی ماحول میں اردو کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اردو کی خدمت ان کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے اسی ذوق وشوق کا نتیجہ ہے کہ وہ برطانیہ کے جریدہ سہ ماہی سفیر اردو اور ماہنامہ پرواز برطانیہ اور سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کراچی کے مدیر اعلیٰ ہیں۔اسی کے ساتھ ساتھ اردو رائٹر گلڈ لندن کے صدر اردو رائٹرس گلڈ نیروبی افریقہ کے بانی اور کینیا اردو سنٹر کے نائب مدیر ہیں غرض کہ ہر ساعت اردو کی بہبود و بقا ان کا منشائے حیات ہے۔ ذیل کے ہائیکو دیکھئے:

اردو سے الفت
اونچا اسکالر
جس کے بھی دل میں ہوگی

(۱) مضمون منفرد ہائیکو نگار ساحر شیوی محررہ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی مشمولہ کوکن کا مسافر از جمیلہ عرشی ص ۱۰۲ ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور

اردو میٹھی بولی ہے
پائے گا شہرت
جو چاہے گھر گھر

اردو سے ہے پیار
شاعر اردو ہیں
میں بھی اس کا دلبر ہوں

خطہ کوکن میں لیکن
وہ میری دلدار
گاؤں کی خوشبو ہوں

اردو اور گاؤں کی خوشبو کو استعارہ مانتے ہوئے انہوں نے ہائیکو کی دنیا سجائی ہے ساحر کے ہائیکو کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے ہائیکو کے پہلے اور تیسرے مصرعہ میں لازمی طور پر قافیہ کی پابندی کا لحاظ رکھا ہے، جس سے شعری روایت کی پاسداری برقرار رہنے کے ساتھ ان کے ہائیکوز میں دلکشی اور غنائیت پیدا ہوگئی ہے، لطف قافیہ ملاحظہ کیجئے:

آن بھی جائے گی
یہ تو بتا دلدار
دھوپ بنی سایہ

جیون کے پیچ و غم میں
کاغذ کی کشتی سے ہو
ساجن لوٹ کے آیا تو

جان بھی جائے گی
کیسے دریا پار
جینا مجھے آیا

خوب ہوئے بدنم

تم بھی ہو برہم

وقت نے چھوڑا ساتھ

دیکھا اپنی آنکھوں سے

کون لگائے اب میرے

ڈرتے ڈرتے دن گزرا

الفت کا انجام

زخموں پر مرہم

آئی کالی رات

یہ سبھی ہائیکو نظمیں کچھ جمالیاتی حسن بھی رکھتی ہیں۔ عاشقی ایشیائی شاعری کی پہچان ہے اس لئے ہجر و وصل کی کیفیات اور قلبی احساسات کی عکاسی اشعار میں کی جاتی ہے ساحر کے بہت سے ہائیکو اس احساس کی ترجمانی کرتے ہیں، جہاں ان کے ہائیکو فکری اور فنی لطافتوں سے معمور ہیں جذبات و احساسات کی ترجمانی بھی ان میں نظر آتی ہے ہر جگہ ان کی خوش فکری اور خوش کلامی جلوہ گر ہے:

ساتھ جئیں گے ہم

ڈر گئی تنہائی

کلیاں کھلتی ہیں

میرا وعدہ ہے تم سے

اس نے جھانک کر جب دیکھی

فصل گل آتی ہے جب

ساتھ مریں گے ہم
دل کی گہرائی
نظریں ملتی ہیں

دل کا موسم خوب
پیمانہ بھر دو
عشق و محبت میں

غم میں بھی مسکائیں ہم
ہم کو پلا کر نینوں سے
سب کا یہ انجام ہوا

پیار کا عالم خوب
دیوانہ کر دو
مر گئے حسرت میں

ویسے تو ساحر نے سبھی اصناف میں اپنی قادرالکلامی اور مشق سخن کا کرشمہ دکھایا ہے۔ غزل، نظم، قطعہ، رباعی سے لے کر ماہیا، تروینی، ثلاثی، سین ریو اور کہہ مکرنی بھی ان کے دست تصرف میں رہی ہیں لیکن ہائیکو پر ان کی خصوصی توجہ ہے۔ ان کی ہائیکو نگاری کا کینوس وسیع ہے۔ انہوں نے غم جاناں کا تذکرہ گیا تو غم دوراں سے صرف نظر نہیں کیا۔ عصری حالات روزمرہ کے واقعات، مشاہدات و تجربات کو بحسن وخوبی اپنے ہائیکوز میں ڈھالا ہے۔ مختلف مضامین کے حامل ہائیکو ملاحظہ کیجئے:

لڑکی بھوکی ہے
ماری ہے گولی
میں نے دیا تھا جل

دیکھو اس کے ہاتھوں میں
ایک معصوم کی جان لے کر
آم کے سارے پیڑوں میں

سوکھی روٹی ہے
کھیلی ہے ہولی
محنت کا ہے پھل

ارتھی سے محروم
الفت کا ہے کال
ہر سو ہے یہ شور

لت پت ہے جو کوچے میں
ہر سو نفرت کے پھندے
سر پر منڈلاتی ہے موت

خون میں اک معصوم
دنیا ہے جنجال
غنڈوں کا زور

کس کو خبر انسان
کام کریں دن رات
میں شرمندہ ہوں

خون سے ہولی کھیلے گا
تاج محل بنواتے ہیں
سچ کو میں نے قتل کیا

بیچے گا ایمان
مزدوروں کے ہاتھ
پھر بھی زندہ ہوں

ساحر ہائیکو کے وسیلے سے کہیں اپنے قاری کو مبہوت کرتے ہیں تو کہیں اسے چونکا دیتے ہیں، کہیں وہ نصیحت کرتے ہیں تو کہیں ترغیب دلاتے ہیں، طنز کی چاشنی مزاح کی شیرینی کا لطف دوبالا کرتی ہے اگر ان کے ہائیکو کا مرتکز آمیز مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا تو اپنے نفس مضمون کو سیدھے سادے لفظوں میں ادا کرسکنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں، جیسے:

کھائی ہے ٹھوکر
چندا اور تارے
کیسے رہے گا شاد

لیکن میرا رہبر ہے
پونم کی شب میں دیکھو
اس نے کیا ہے رشوت

رستے کا پتھر
لگتے ہیں پیارے
اپنا گھر آباد

اس کے پاؤں کی دھول
جینے کی سوچو
نفرت کی دیوار

مجھ کو ایسے لگتی ہے
پیار کی بولی ہی بولو
بوسیدہ ہو جائے گی

جیسے کھلتے پھول
تھوک دو غصے کو
مان لے اپنی ہار

سن لے میری بات
کرلو کچھ تدبیر
سوچ سمجھ کے چل

کام کا کرآغاز سدا
خالی بیٹھو تم غم میں
تیرے جیون کا اے دوستی

بسم اللہ کے ساتھ
ساتھ نہ دے تدبیر
قیمتی اک اک پل

ساحر بھی ایک انسان ہیں ہر چند کہ ان کا لہجہ سبک اور انداز شیریں ہے پھر بھی حالات و مشاہدات کی زبوں حالی اور اقدار پائمالی ان کے دل پر گراں گزرتی ہے، ان کی حساس طبیعت کا کرشمہ یہی گرد و پیش کے حالات کی ناہمواری ہے، جو انہیں یہ لہجہ بھی اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے:

ہے کتنا کافر
بارہ سال رکھی
لڑکی روتی ہے

ذلت سے رہتا ہے وہ
کتے کی دم نلکی میں
شہر کے اک غنڈے کی وہ

دنیا کی خاطر
پھر بھی ٹیڑھی تھی
کیونکہ پوتی ہے

وہ کتنا بے باک
بھوکی رہتی ہے
تو کیا کہتا ہے

گالی دیکر اپنا منہ
مچھلی کے کانٹوں کو بھی
جاناں کے کوچے میں گر

کرتا ہے ناپاک
بلی کھاتی ہے
کتا رہتا ہے

ساحر نے اپنے ہائیکوز کے ذریعے رجائیت کا پیغام دیا ہے۔ کینیا میں فارغ البال اور پرآسائش زندگی کے ساتھ انہوں نے چالیس سال گزارے پھر وہاں سے ۱۹۹۴ء میں حالات سے اوب کر برطانیہ گئے حالانکہ ان کے روبرو کوئی ایسی تصویر نہیں تھی کہ وہاں پہنچ کر آرام وسکون اور آسایش ان کے قدم چومنے لگے گی۔ لیکن وہ امید کے ٹمٹماتے ہوئے دیے کی روشنی دیکھ کر وہاں گئے اور ہر خشک وتر غرضکہ ہر حال میں امید کی شمع روشن رکھی۔

ساحر امید کو زندگی مانتے ہیں اور امید کا دامن چھوڑ دینے والے ان کے نزدیک جیتے جی آغوش فنا میں چلے جاتے ہیں ان کا یہ تصور شیلے جیسے انگریزی کے غمگین شاعر کا تصور معلوم ہوتا ہے اس کا کہنا تھا: **If winter comes can spring be for behind** ساحر کا بھی یہی عقیدہ ہے:

رت ہے پت جھڑ کی
فصل گل بھی دور نہیں
آ ہی جائے گی

اور یہ ہائیکو بھی ملاحظہ کے لائق ہیں، جن سے رجائیت اور امید کا سورج چمکتا محسوس ہوتا ہے:

ذکر خدا کرنا
دیکھو بہار آ جائے گی
دل سے دعا کرنا

ذہن ہے الجھن میں
کب فصل گل آئے گی
پیار کے گلشن میں

غرض کہ امید کے پاؤں پر کھڑے ہو کر وہ برطانیہ میں ہر اعتبار سے پرسکون اور بےفکر زندگی گزار رہے ہیں پھر بھی وہ حالیہ عیش وطرب کے باوجود وطن کی سہانی اور من بھاؤنی یادوں کے حصار میں ہیں اور اس پرندے کی مانند، جس کی زبان سے شاعر نے کہا تھا:

آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ
وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ

ساحر کو بھی اپنے وطن عزیز اپنی فردوس گم گشتہ کی یاد ستاتی رہتی ہے، جس سے پریشان ہو کر وہ فوراً لالچی غرض کا بندہ دولت کا بھوکا کہہ کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں:

بھوکا دولت کا
پیاری ہے دھرتی
اپنے یاروں کو

انگلستان میں رہتا ہے
قدم قدم پر یاد آئی
کیسے بھلا سکتا ہوں میں

باسی بھارت کا
کوکن کی مٹی
پچھلی یادوں کو

اس کا جواب ان کے نزدیک برطانیہ کی آب وہوا اور وہاں کے سرد موسم کی اذیتا کی اور یخ بستہ کر دینے والی ٹھنڈک ہے، جسکا چند لفظوں میں وہ یوں ذکر کرتے ہیں:

لندن کی سردی
اور دسمبر کا موسم
اس نے حد کر دی

ساحر کے ہائیکوز میں عام بول چال کی زبان اور انداز ملاحظہ ہو، گھر ہو یا بزم احساب محفل ادب ہو یا گھریلو نشست ہر جگہ ہر وقت بلند و بالا موضوعات پر ہی آدمی کی تان نہیں ٹوٹتی ذاتی نوعیت کی اور عام بول چال کی باتیں بھی ہوتی ہیں ساحر بات کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں ان کی نجی باتوں کے اظہار کا ان کے ہائیکو اچھا وسیلہ ہیں، وہ اپنے بارے میں کسی کو بتا رہے ہیں:

ساحر کی پہچان
افریقہ نہ ہندوستان
اب ہے انگلستان

اسی قبیل کے یہ ہائیکو بھی دیکھئے:

کیا راحت آرام
میں ہوں بندۂ عام
میری دنیا سب سے الگ

لیکن محنت سے میں نے

کرتا ہوں ہر کام

کیا ادب میں نام

یقیناً یہ الفاظ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ''عمل ہی کلید کامرانی ہے، جس کی بدولت آج وہ اسی منزل پر فائز ہیں، جس کا ان کو بجا طور پر حق پہونچتا ہے۔ بلاشبہ ساحر نے نووارد جاپانی شعری صنف کو اردو میں سمو کر اسے وہ وزن و وقار عطا کیا ہے کہ آج ہائیکو اردو شعراء کی پسندیدہ صنف بن گئی ہے۔''

کوکن کی خوشبو ساحر شیوی کے ہائیکوز کا پہلا مجمعہ جو ۲۰۰۲ء میں منصۂ شہود میں آ کر سرفرازیاں کر چکا ہے اپنی سابقہ شاعری کی طرح ساحر نے ہائیکوز میں زندگی کی اچھی بری غرضکہ تمام تصاویر پیش کرنے کی کوشش کی ہے ساحر تخلیقی اعتبار سے خلاق ذہن کے مالک ہیں ان کی ذہنی خلاقی نے ان کی تخلیقی ہنرمندیوں کو نمایاں کرنے میں بڑا تعاون کیا ہے، جس کی جھلک اس مجموعہ میں جگہ جگہ موجود ہے۔ مختصر یہ کہ کوکن کی خوشبو ہمیں ایک ایسے شاعر سے متعارف کراتی ہے، جو حد درجہ حساس واقع ہوا ہے ہر لمحہ اپنی آنکھیں خواہ چہرے کی ہوں یا دل کی کھلی رکھتا ہے اور معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی شعری پیکر عطا کر کے قاری کو اپنے شعر کے طلسم میں اسیر کر سکنے کا ہنر بھی رکھتا ہے۔ محبت، خلوص، ہمدردی جیسے عناصر ثلاثہ سے متصف ان کی شخصیت اسم بامسمیٰ ہے ان کی ساحرانہ شخصیت کا عکس ان کے فن کے آئینہ میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ کسر نفسی ایسی کہ جس کے سبب وہ زبان داں ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے لیکن اشعار میں زبان کی شائستگی، لفظوں کا دروبست شعری تلامذات و استعارات کا برمحل استعمال شاہد ہے کہ وہ ایک صاحب طرز ادیب و شاعر ہیں اور اردو ان کی گھٹی میں پڑی ہے۔

ساحر شیوی کی ہائیکو نگاری میں خارجی و داخلی دونوں محرکات عمل پیرا ہیں، ہوسکتا ہے کہ کچھ ارباب نظر کی نگاہ میں دکھ درد مصیبت و تکلیف خارج میں نظر آئیں لیکن ساحر کی پوری شاعری (مع ہائیکوز کے) داخلیت کے پس پردہ خارجیت کے امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان کی ذات کے توسل سے

دیکھا جائے تو کائنات کے رنگ و بو سے فضا معطر محسوس ہوتی ہے یہی خصوصیت کسی شاعر کی معنویت اور اس کی شاعرانہ انفرادیت کو جلا بخشتی ہے۔ مشہور شاعر اور ادب کے لائق قدر نبض شناس ڈاکٹر فراز حامدی ساحر کو ایک کثیر الجہات شاعر تسلیم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ڈاکٹر فراز حامدی کے قول کی روشنی میں منکشف ہو جاتا ہے کہ ان کی شاعری لہو ولعب سے بچ کر فکر و خیال کی تخلیقی عوامل اور بھر پور توانائی کا سرچشمہ دکھائی دیتی ہے۔ کبھی ان کا ہر ہائیکو تخلیقی مرحلے کی علامت کے توسط سے پیکروں میں ڈھلتا ہے تو کہیں خوش رنگ، جہت کی جانب مائل بہ قدم بھی ہوتا ہے کبھی عصر حاضر کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے تو کبھی دانش و آگہی کے جلوہ بکھیرتا دکھائی دیتا ہے۔ یعنی یہ اپنی ہیئت پر کہیں میں پھول بھی ہے خار بھی، قافیوں کو والہانہ وارفتگی سے ہر ہائیکو تازگی و بالیدگی اور جذبوں کی پاکیزگی کے ساتھ معنوی وسعتیں بھی پیدا کرتا ہے۔ ساحر کی ہائیکو نگاری میں جہاں رمزیت و ایمائیت ہے وہیں پختہ شعور کی کارفرمائیاں بھی ہیں، ہائیکو میں ساحر شیوی اپنے خلاف اور مزاج طبیعت کی بھر پور جولانیوں سے قلم کو جنبش دیتے ہیں۔ وہ ہائیکو کے علاوہ دیگر شعری اصناف میں لایقینیت سے دور معنویت سے رشتہ استوار کرتے دکھائی دیتے ہیں، مشہور شعر ہے:

خوش تر آں باشد کہ سر دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں

اسی سچائی کے پیش نظر راقم چند مشاہیر ادب کی گرانقدر ضو پاشیوں کی چمک میں ساحر شیوی کی ہائیکو نگاری کی منزلوں اور وسعتوں، ہمہ گیریوں اور گہرائیوں کو پرکھنے کا کوشاں ہوں۔ عقیل شاداب اب کوٹہ سے لکھتے ہیں:

''کوکن کی خوشبو ساحر شیوی کے احساسات و جذبات کی بھر پور نمائندگی کرتی ہے۔ انہوں نے زندگی سے جڑے ہوئے موضوعات کو اپنے ہائیکوز میں بہت ہی سلیقے سے سمیٹا ہے اور انفرادیت ثابت کی ہے۔''

احتشام اختر لکھتے ہیں:

''ان کے ہائیکوز کا مجموعہ کوکن کی خوشبو مغربی ممالک میں اولین مجموعہ ہے۔ ساحر شیوی نے مختلف

موضوعات کو اپنے ہائیکوز میں نہایت مناسب لفظوں کے ساتھ سمیٹا ہے اور اپنا کمال دکھایا ہے۔''

سید نسرین نقاش رقم طراز ہیں:

''ساحر شیوی اردو کی سبھی بستیوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں ہائیکو کی تاریخ کو انہوں نے وسعت عطا کی اور ان کی ہائیکو نگاری کو ہر دور اور ہر زمانے میں اہمیت اور انفرادیت حاصل رہے گی۔''

مضطر صدیقی بانسواڑہ کی رائے ہے:

''کوکن کی خوشبو ساحر شیوی کے ساڑھے تین ہائیکو پر مشتمل ایک خوبصورت کتاب ہے، جس میں مختلف رنگ کے ہائیکوز ہیں ان کے ہائیکوز بہت آسان زبان میں ہیں اور مواد و موضوع کو بڑے سلیقے سے سمیٹا گیا ہے، جس کے سبب ہر ہائیکو غنائیت سے بھرپور ہے اور ساحر صاحب کی قادر الکلامی کو واضح کرتا ہے:

ڈاکٹر سبا پروین:

''مجھے ساحر صاحب کے ہائیکوز بہت پسند آئے آسان زبان میں طرح طرح کے موضوعات کو ساحر صاحب نے شعری جامہ پہنا کر اپنی قادر الکلامی ثابت کی ہے، ان کے ہائیکوز کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ دوران مطالعہ زبان زد ہو جاتے ہیں۔ وہ ہائیکوز کی نوک و پلک سنوارنے میں مہارت رکھتے ہیں، ان کے ہر ہائیکو نے مجھے متاثر کیا۔''

المختصر ساحر نے زندگی کو بہت قریب سے دکھا برتا اور اس کے ہر نشیب و فراز کو بخوبی سمجھا ہے ان کی شاعری میں وطن کا درد اردو سے عشق مغربی تہذیب کے منفی اثرات اور ہندوستانی روایات واقدار کی پامالی و پستی، عدم مساوات، تقسیم ملک کے ساتھ فسادات کا خونچکاں طوفان، غریب العوام کا استحصال، اہل سیاست کا نا کارہ پن، مذہب اور اخلاقیات وغیرہ سب شامل ہیں۔ درد، کرب، کسک اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ ان کے کلام کے موضوعات ہیں۔ ساحر انسان دوستی بلکہ انسانیت اخلاق اور حقائق کے شاعر ہیں اپنے وسیع مطالعے اور گہرے مشاہدے اور تجربات کی روشنی میں جو بھی لکھتے ہیں دکھاوے اور ریا سے پاک اور دل پر براہ راست اثر کرتا ہے۔ ساحر شیوی ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں، جن کو دنیائے اردو عزت و احترام

سے دیکھتی اور ان کی قدر کرتی ہے۔فکر و خیال کی بلندی، سادگی، روانی، تسلسل، عامیانہ انداز، پھکڑ پن سے پرہیز سچی اور کھری شاعری ان کے کلام کی نمایاں خوبیاں ہیں ساحر کے حق میں منظوم تاثرات ملاحظہ کیجئے:

ڈاکٹر فراز حامدی بطرز دوہا دوبیتی رقم طراز ہیں:

بھارت پر قربان ہیں کوکن سے ہے پیار
اردو کی یہ جان ہیں اردو ان کی جان
نثر وصحافت شاعری میں ان کی پہچان
ساحر شیوی دوستو یاروں کے ہیں یار

رفیق شاہین علی گڑھ نے بطرز ہائیکو اپنے تاثرات یوں پیش کئے ہیں:

کوکن کا شاعر
اس کے فن میں جان
رکھے اسے خدا

ہائیکو ہو یا ماہیا
دنیا بھر کے ہائیکو
اس نے بھارت کا جگ میں

ہر فن میں ماہر
ساحر پہ قربان
اونچا نام کیا

رفیق شاہین کے تاثرات بہ طرز دوہا ملاحظہ کیجئے:

(۱)

ساحر کا ہر صنف میں زریں یہی اصول
اردو پرچوں کے بنے جب سے آپ مدیر

(۲)

ایسی ہر تخلیق کہ جیسے کھلتے پھول
سوئی سوئی اردو کی جاگ پڑی تقدیر

(۳)

جادو ہو اسلوب میں میٹھا ہو ہر شہد
اردو عاشق اور بھی اردو سے منسوب

(۴)

بے نغمے کی شاعری ان کو نہیں قبول
لیکن ساحر آپ کی ملتی نہیں نظیر

ہائیکونگاری اور ساحر شیوی:-صنف تلخی میں سراج انور مصطفیٰ آبادی کے قلبی تاثرات ملاحظہ کیجئے:

شاکی (ساحر شیوی)

ہائیکو مشہور ہے صنف سخن جاپان کی
رنگ اردو میں سجی ہے انجمن جاپان کی

ملزم (ہائیکو نگاری)

مختلف رنگوں ہی اردو ادب کی شان ہے
رنگ وبو سے اس چمن کی خاص اک پہچان ہے
اپنی مٹی کی مہک رکھتی ہے یہ پیاری زباں
ہر شگفتہ پھول میں پوشیدہ اک عرفان ہے

ڈاکٹر فراز حامدی مشاہیر ادب کی نظر میں مرتبہ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی سے چند تاثرات ملاحظہ کیجئے:

ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں ہائیکو کو سنجیدگی سے اپنانے والوں کی کمی نہیں ہے۔ ایسے ہی شاعروں اور تنقید نگاروں میں ڈاکٹر فراز حامدی کا نام بے حد اہم ہے۔ انہوں نے سنجیدگی سے اس صنف کے فروغ میں حصہ لیا ہے۔ مضامین لکھے ہیں، اور ہائیکو میں طبع آزمائی کی ہے۔ ڈاکٹر فراز حامدی مثلث ماہیا ترویثی اصناف سے اچھی طرح واقف ہیں اسی لئے ہائیکو کی روح تک پہنچنے میں انہیں آسانی ہوئی ہے۔''

''فراز حامدی نے جاپانی صنف سخن تنکا رینگا کے فروغ میں بھی حصہ لیا ہے۔ ہندوستان میں تنکا اور رینگا میں طبع آزمائی کرنے والوں میں ان کا نام سرفہرست ہے۔''(۱)

علامہ شارق جمال لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر فراز حامدی نے ہائیکو کو تخلیقی سطح پر برتا ہے اور بہت اچھے ہائیکو تخلیق کئے ہیں اور اس صنف کے فروغ میں تنقیدی سطح پر بھی ان کی خدمات قابل قدر ہیں، جنہیں بین الاقوامی سطح پر سراہا گیا ہے۔ ہائیکو کے علاوہ فراز حامدی نے جاپانی شعر اصناف تنکا اور رینگا کو بھی اردو دنیا سے متعارف کرانے میں پہل کی ہے۔ بلاشبہ وہ ایک تاریخ ساز قلمکار ہیں۔ جن کی شعری اور نثری کاوشوں کو جتنا سراہا جائے کم ہے۔''

ڈاکٹر محمد بشیر الدین نالندہ رقم طراز ہیں:

''فراز حامدی نے اردو ہائیکو کے فروغ کیلئے تخلیقی اور تنقیدی سطح پر جو خدمات انجام دی ہیں ان سے چشم پوشی ادبی گناہ ہوگی، نہ صرف یہ کہ راجستھان بلکہ نئی اصناف سے دلچسپی رکھنے والے دیگر قلمکاروں کو بھی ہائیکو سے جڑنے کی ایک ادبی مہم کے تحت درخواست کی ہے اور خاطر خواہ کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔''

ڈاکٹر فراز حامدی کی ہائیکو نگاری اپنے تمام تر فکری اور فنی رعنائیوں اور دلآویزیوں Attractions کے ساتھ دعوت فکر و نظر دیتی ہے۔ ان کے یہاں محض تخیل آفرینی اور رنگینی بیان ہی نہیں بلکہ احساس کی شدت اور جذبوں کی صداقت بھی ہے۔ موضوع اور مواد میں ہم آہنگی کے ساتھ ساتھ تسلسل اور روانی بھی برقرار ہے پایان کار یہ کہنے والا اپنے کو حق بہ جانب سمجھے گا کہ فراز حامدی نے ہائیکو کی ایسی

(۱) ڈاکٹر فراز حامدی مشاہیر ادب کی نظر میں ص ۳۹ ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۶

ست رنگی دھنک (Rainbow) یعنی قوس وقزح تیار کی ہے، جس میں قدرتناسب کے ساتھ ہر رنگ کی آمیزش ہے۔''

''ڈاکٹر فراز حامدی صاحب کی شعری نثری اور تنقیدی خدمات کا اعتراف آج ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں بلکہ برطانیہ، امریکہ، کناڈا، ڈنمارک، آسٹریلیا، جرمنی، اٹلی، کینیا، ترکی وغیرہ ممالک میں بھی شہرہ ہے۔فراز حامدی نے اپنی خدمات کی روشنی میں لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا ہے، جس کے سبب یہ سبھی لوگ ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہیں اور تعجب ہوتا ہے کہ ڈاکٹر فراز کبھی برطانیہ نہیں آئے لیکن ان کے تذکرے عام وخاص کی زبانوں پر ہیں۔''

کوثر صدیقی بھوپال سے لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں ایک ایسی نادر شخصیت کا نام ڈاکٹر فراز حامدی ہے۔ادبی دنیا میں ڈاکٹر فراز حامدی کی شخصیت کے دورخ ہیں جس طرح سکے کی شناخت اس کے دونوں رخوں سے ہوتی ہے اسی طرح فراز حامدی کی پہچان بھی ان کے دونوں رخوں سے ہے۔ان کا پہلا رخ ہے بحیثیت تخلیق کار، دوسرا رخ ہے دوسرے تخلیق کاروں کی تخلیق ادب کی تحریک وترغیب اور مستحسن تخلیق کاروں کی تخلیقی خدمات کا اعتراف۔ اردو دنیا واقف ہے کہ فراز حامدی نے ماہیے، ہائیکو، دوہا اور کئی دیگر اصناف کے فروغ کیلئے پوری ادبی دنیا کو ترغیب دی انہیں ان نئی اصناف کی طرف متوجہ کیا بحور واوزان طے کرنے کے بحث ومباحثے کئے اور انہیں شعروادب میں ایک شناخت عطا کی۔اکثر شعراء میں خواہ رقابت نہ ہو رشک کا جذبہ ضرور ہوتا ہے اکثر شاعر یہ نہیں چاہتے کہ دوسرا شاعر (شاگردوں کو چھوڑ کر) ان کا مدمقابل بنے ان کی مونو پولی Monopoly کو چیلنج کرے لیکن فراز حامدی کا مزاج اس کے برعکس ہے۔وہ شاگردی اور استادی کے قابل نہیں ہیں حالانکہ وہ استاد ہیں وہ ہر تخلیق کار کو برابری کا درجہ دے کر اسے شریک کار بناتے ہیں۔بالفاظ دیگران کا مقصد تخلیق واضافہ ادب ہے ان کی ترغیب پر یا ویسے ہی کوئی ادب تخلیق کرتا ہے تو وہ نہ صرف مسرت محسوس کرتا ہے بلکہ اس کا صدق دلی سے اعتراف خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کے دل میں بھی انہیں خطوط پر اعتراف کی

تحریک وترغیب پیدا کرتے ہیں۔''

''ساحرشیوی اس وقت بین الاقوامی سطح پر ایک بہت متحرک ہمہ جہت تخلیق کار کا نام ہے، جومحتاج تعارف نہیں۔لیکن خاص بات یہ ہے کہ ساحرشیوی کو بین الاقوامی سطح پر ماہیا نگار، ہائیکو نگار، سین ریو نگار کی حیثیت سے فائز کرنے میں فراز حامدی کا خاص رول ہے۔بہرحال بیل وہ منڈے چڑھتی ہو، جس کا تخم اچھا ہو اس میں بڑھنے پھیلنے اور منڈے پر چڑھنے کی صلاحیت ہو۔''

حضوراحمد شفق (بوندی راجستھان) کے تاثرات ملاحظہ کیجئے:

''فراز حامدی سے میرا پچاس سال پرانا ادبی رشتہ ہے وہ ایک ہونہار ذہین دوراندیش اور مستقل مزاج انسان ہیں انہوں نے اپنی محنت اور لگن سے ادب میں جو مقام حاصل کیا ہے وہ بے مثال ہے انہوں نے نہ صرف گیت اور دوہا کو نئی زندگی دی بلکہ ماہیا ہائیکو اور سیوریو کے فروغ میں بھی عالمی سطح پر بھی نمایاں خدمات انجام دی ہیں دوہا کو دوہا بنانے میں اور گیت کو گیت بنانے میں انہوں نے ایک طویل سفر طے کیا ہے۔خدا کا شکر ہے کہ وہ اپنے مشن اور مقصد میں کامیاب اور کامران ہیں۔''

آخر میں چند منظوم تاثرات ملاحظہ کیجئے، جو ڈاکٹر فراز حامدی کے فن اور ان کی ہمہ گیر شخصیت کے اعتراف میں پیش ہیں:

رفیق شاہین علی گڑھ کے تاثرات بہ طرز دوہا قطعہ:

ان کے دوہوں میں ملے نانک کا پیغام
ان کے گیتوں میں ہنسے رنگ رنگیلی شام
ان کے شعروں میں ملے پریم رتن انمول
اک مصرعہ رادھا تو دوجا مصرعہ رام

بہ طرز ہائیکو:

لگے وہ کوئی جن
ایسا نہ انسان
ہے طبیب حاذق

اتنے سارے کام اس کے

ادب میں اس کے دم سے

ادب پہ ہے قربان وہ

گنے نہ جائیں گن

کتنوں کی پہچان

اردو کا عاشق

دوہا قطعہ کے روپ میں:

مجھ کو آتے ہی نہ تھے دوہے آداب

کشتی چکراتی بہت پڑتے جب گرداب

لگا پار بیڑہ میرا کہتا دوہے آج

ہے احسان فراز کا فن بخشا نایاب

سراج انور مصطفیٰ آبادی بطرز تلخی اپنے تاثرات یوں پیش کرتے ہیں:

شاکی (خدمت اردو)

خدمت لوح وقلم ہے خدمت اردو تری

چار سو آفاق میں پھیلی ہے یوں خوشبو تری

ملزم (فراز حامدی)

خادم اردو ہوں میں اس سے بحث ہے مجھے

ہے یہی شان ادب اس سے جو چاہت ہے مجھے

سوچتا ہوں روز وشب خدمت میں اس کی ہوں بسر

تم کہو خدمت مگر اس سے تو راحت ہے مجھے

رضارامپوری کے تاثرات ملاحظہ کیجئے:

بے حد ذہین واقعی عزت نصیب شخص
ہم نے فراز حامدی دیکھا عجیب شخص

............☆☆............

اس کے ذہنی ہم سفر شاید غالب میر
اب ہے فراز روح کے دل کے قریب شخص

راقم ایک مبتدی کی حیثیت سے تعین مراتب یا تقابلی مطالعہ کے بعد کسی نتیجہ کا اظہار کرنے کا اہل نہیں ہوسکتا۔ یہ ارباب نظر اور قادرالکلام اور بالغ النظر حضرات ہی اور بے لوث قسم کے ناقدان فن ہی کا منصب اور حق ہے کہ وہ اس کا فیصلہ کرسکیں میں اپنے منصب میں یہ کہہ کر ہی سبک دوش ہوسکتا ہوں کہ:

ہر گل را رنگ وبوئے دیگر است

ہر قلمکار بقدر ہمت اوست ہی اپنی فکر میں جولانیوں اور فکری کاوشوں کو روبہ اظہار کرسکتا ہے منصفی کی بات تو یہ ہے کہ اس کی تخلیقات کا جائزہ اس کے امکانات شاعری ہمہ گیر جذبات اور اس کے متنوع انداز فکر اس کی ادبی سرگرمیوں محنتوں اور کاوشوں، صلاحیتوں امنگوں اور حوصلوں کی بنیاد پر ہی کی جاسکتی ہے، حقیقت ہے کہ ادبی گلوب پر وہی ستارے آفتاب و ماہتاب بن سکتے ہیں، جن کا کلام قلب کو گرمادے اور روح کو تڑپادے اور جس کی مجتہدانہ سرگرمیاں لائق رشک اور لائق تقلید بن سکنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اس دوڑ میں بازی تو سب ہی لگاتے ہیں لیکن منزل پر وہی پہونچتے ہیں، جنہیں اللہ کا انعام حاصل ہو۔ اللہ اگر توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں۔

سردست میں صرف اسی قدر کہہ کر گذر جانا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہائیکو نگاری کا تعلق ہے ڈاکٹر فراز حامدی اور ڈاکٹر ساحر شیوی، سید معراج جامی، ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، امین راحت چغتائی، رفیق شاہین، اسلم حنیف، پروفیسر نادم بلخی، ڈاکٹر محمد امین ملتان، ڈاکٹر رفعت اختر، سید مختار ٹونکی، سیدہ حنا، علامہ

شارق جمال، علیم صبا نویدی، حمایت علی شاعر انور فیروز وغیرہ آسمان ہائیکو نگاری کی کہکشاں کے وہ روشن اور تابناک ستارے ہیں جن کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ ان میں سے کسی کو نظر انداز کرنے سے کہکشاں کہکشاں نہیں بن سکتی انہیں درخشندہ ستاروں کی چمک دمک ایوان ادب کو منور کئے ہوئے ہے۔

باب پنجم

مختلف اصنافِ سخن میں ہائیکو نگاری

(الف) حمدیہ ہائیکو (ب) نعتیہ ہائیکو

مذاہب عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ خدا کا تصور ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں موجود رہا ہے خواہ عہد قدیم کی غیر مہذب اقوام ہوں یا دور جدید کی قومیں سب ہی میں خدا کا تصور موجود ہے۔ سقراط متوفی ۳۹۹ قبل مسیح بھی کہتا ہے کہ ''انسان سے اعلیٰ ترین فوق الفطرت ہستی کا وجود ہے لیکن اصل الوہیت خدائے واحد کو حاصل ہے جو غیر مطلق اور علم مطلق ہے۔'' اور رومیوں کے یہاں خدا کا عقیدہ یہ تھا کہ ''ہر انسان میں روح ربانی حلول کئے ہوئے ہیں ایک رب کا وجود ہے، جس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے اور جو نہ صرف ہمارے اعمال سے بلکہ اندرونی جذبات وتصورات سے خبردار رہتا ہے۔''(۱)

ہندوؤں کی قدیم ترین مذہبی کتاب رگ وید میں پرجاپتی کی حمد اس طرح کی گئی ہے کہ پرجاپتی نے کاریگر کی طرح اس عالم کو گڑھا، دیوتاؤں کے ابتدائی زمانے میں لاشے (Nothing) سے شے وجود میں آئی۔''(۲)

یہود ونصاریٰ کے یہاں بھی ایک خدا کا تصور ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت موسیٰ تک خدا پرستی کا پیغام سنائی دیتا ہے۔ وحشی قبائل ہوں یا متمدن اور ترقی پذیر انسان سبھی کی فکر خدا کے وجود اور اسی کے تصور سے خالی نہیں ہے۔ مذہب اسلام بھی ایک خدا کی پرستش کا حکم دیتا ہے (ترجمہ) ساری خوبیاں اللہ ہی کیلئے ہیں، جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیاں اور روشنی ظاہر کی۔''(۳)

(۱) بحوالہ اردو میں حمد ومناجات از ڈاکٹر یحییٰ نشیط ص ۱۷-۱۸

(۲) منڈل وہم سوکت ۷۸ بحوالہ اردو میں حمد ومناجات ص ۱۸

(۳) پارہ ۷ و اذا السمعو سورہ الانعام

قرآن شریف کی پہلی سورت سورہ فاتحہ میں اللہ رب العزت نے مکمل طور پر اپنی حمد وثنا اور صفات کاملہ کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح سورا خلاص میں اللہ کی وحدت کا اعلان نہایت پر اثر پیرائے میں ہوا ہے، اسی طرح آیۃ الکرسی، سورہ الحشر اور دیگر کئی سورتوں میں خصوصیت سے اللہ کی تعریف وتوصیف بیان ہوئی ہے اور قرآن میں کئی مقامات پر اللہ کی حمد کا ذکر ہے۔ راقم کے خیال سے یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ قرآن ازاول تا آخر حمد پروردگا کا خزانہ ہے۔ قرآن میں اللہ کی حمد بیان کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے ملاحظہ ہ. سورہ الطّور آیت ۴۸ ''یعنی جب تم اٹھوتو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ جب انسان اس بزرگ و برتر ہستی کے سامنے خودکو مجبور تصور کرتا ہے تو اس کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے پھر اس کی زبان اس کی تعریف وتوصیف بیان کرنے میں نہیں تھکتی۔''

ادبیات عالم کا بیشتر حصہ خدا کی حمد ومناجات وحمدیت پر مبنی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو انہوں نے اللہ کی پاکی، بزرگی اور بڑائی اپنے حمدیہ اشعار میں کی جس کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے: ''ہمیں جہنم سے ڈرایا جنت کی بشارت دی اسلام سکھایا پس اللہ ہی ہے، جس کی ہم حمد کرتے ہیں اور ساری مخلوق کا معبود میرا رب میرا خالق ہے ہم تمام عمر اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔''(۱)

فارسی زبان وادب میں حمدیہ شاعری کے آثار عہد اوستا سے پائے جاتے ہیں۔ فارسی زبان کے قدیم شعراء میں فضل اللہ ابوسعید ابوالخیر، عراقی، سعدی، جامی کے نام بطور خاص لئے جاسکتے ہیں سعدی شیزاری کے یہ اشعار دیکھئے:

خداوند بخشندہ و دستگیر	کریم خطابخش پوزش پذیر
عزیزیکہ ہرکز درش سرتباخت	بہر در کہ شد ہیچ عزت نہ یافت

ماخوذ از بوستاں (سعدی)

(ترجمہ) وہ انعام اور بخش دینے والا مالک ہے، بیکسوں کا سہارا ہے، بزرگ وعالی ایسا کہ مجرم کے

(۱) بحوالہ اردو میں حمد ومناجات ص از ڈاکٹر یحییٰ نشیط

گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور عذر پیش کرنے والے کے عذر کو قبول کر لیتا ہے۔ وہ ایسا عزت والا ہے کہ جس شخص نے اس کے در سے سر اٹھالیا ہر جگہ ذلیل ہی رہا، جس کے در پر کوئی عزت نہ مل سکی کیونکہ جو شخص خدا کا منکر ہوا وہ کافر ہو گیا۔

جلال الدین رومی کہتے ہیں:

خود ثنا گفتن زمن ترک شناست
کیں دلیل ہستی و ہستی خطا ست

(ترجمہ) خدا کی ہستی کے سامنے ہماری ہستی کیا ہے، رومی کا یہ کہنا کس قدر معنیٰ خیز ہے کہ اے خدا اگر میں تیری تعریف کرتا ہوں تو اس کا مطلب ہوا کہ میرا بھی وجود ہے۔ لیکن تیری ہستی کے سامنے میری ہستی کا تصور ہی غلط ہے، چنانچہ میں اگر تیری تعریف کرنے لگوں تو یہ بات تعریف کی ضد ہو جائے گی۔'' (۱)

عرفی شیزاری کہتے ہیں:

کے بود کز نور تو روشن شود تیرہ دلم		کے بروز آید شب بے چارۂ خوار حقیر
از ہوائے حوذ بفرمایادم اغثنی یا مغیث		در پناہ لطف افتادم اجرنی یا مجیر

حضرت جامی کا یہ مسحور کن انداز ملاحظہ کیجئے:

حمد خدائست کہ از کلک کن		بر ورق باد نویسد سخن
نطق وثنایش بہ تمنا ست ایں		عقل وتمناش چہ سودا ست ایں

جس طرح اردو فارسی اور دیگر مذاہب کا شعری سرمایہ حمد و مناجات سے لبریز ہے اسی طرح اردو کے شعری سرمایے میں بھی حمدیہ شاعری کو اہم مقام حاصل ہے اردو کے تمام شعراء کے یہاں اس کی گونج سنائی دیتی ہے خواہ وہ چند کلمات ہی ہوں۔ اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز پندرہویں صدی کے اوائل ہی سے ہو جاتا ہے، فخر الدین نظامی کی تصنیف کردم راو یدم راؤ جس کا زمانہ تصنیف ۱۴۲۱ء-۱۴۳۴ء کا درمیانی حصہ

(۱) بحوالہ اردو میں حمد و مناجات ڈاکٹر سید یحییٰ

ہے، جدید تحقیق کے مطابق اردو کی پہلی مصدقہ قدیم ترین مستقل تصنیف ہے، اس میں قصہ کا آغاز حمد سے ہوتا ہے۔صرف دو اشعار اس موقع پر ملاحظہ کیجئے، پیش ہیں:

سیت سمند پانی جو مس کر بھریں		قلم رک رک کر پان تیر کریں
جمارے لکھیں سب فرشتے کہ جے		نہ پورن لکھن تو توحید تے

(یعنی ساتوں سمندر کی سیاہی اور سارے نباتات کے قلم بنا کر سبھی فرشتے تیری قدرت کاملہ کو تحریر میں لانا چاہیں تب بھی نہیں لا سکتے اور یہ سب ختم ہو جائیں) (**قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی**)

اسی طرح شمس العشاق میرانجی نے اپنی تنصیف شہادت التحقیق کا آغاز اس طرح کیا ہے۔ ویسے تو ان کی سبھی تصانیف میں شروعات حمدیہ اشعار سے کی گئی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم توسجان

توں دانا اور بینا توں سب تھی ہے توانا

اسی طرح سولہویں صدی عیسوی میں شیخ بہاء الدین باجن سید اشرف بیابانی، علی محمد جیو گامدھنی اور برہان الدین جانم کے اسمائے گرامی بھی لئے جاسکتے ہیں، شیخ بہاءالدین باجن کا شعر ہے:

ترا کوئی انت نیادے
اک جوت سبھی ہرارے

باجن لکھ نا لکھیا جاوے

سید اشرف بیابانی کہتے ہیں:

اللہ واحد حق سجان		جن پر مرجیا بہو سان
چند سورج تارے روکھ		بادل بجلی مینہ اچوک

درزخ جنت عرش فلک	لوح وقلم ہم حورو ملک

علی محمد جیو گا مدھنی کہتے ہیں:

ودئی وجود کوں موجود ہونا یہ تو بات محال لوگا

اک حقیقت ہے گی آ ہے جاناں نمالوں کا ہے بھوگا

برہان الدین جانم کا شعر ہے:

اللہ نور سماء الارض	خالق نور کہیں اس غرض

کلیات محمد قلی قطب شاہ (مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور حیدرآباد ۱۹۴۰) میں حمد وثنا پر پانچ نظمیں درج ہیں، بطور نمونہ از خروارے ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

چندر سور تیرے نور تھے نس دن کوں نورانی کیا

تیری صفت کن کر سکے تو آپی میرا ہے جیا

محمد قلی قطب شاہ کے ہم عصروں میں عبدل نامی کے یہاں حمدیہ اشعار پائے جاتے ہیں۔ عاشق دکنی نے اپنی تصانیف میں بھی آغاز حمدیہ اشعار سے کیا ہے اسی طرح حسن شوقی نے اپنی مثنوی کی ابتدا حمدیہ اشعار سے کی ہے اس کے بعد غواصی، مقیمی، محمد بن احمد عاجز، ملا وجہی، ابن نشاطی، نصرتی جن کا شمار اپنے عہد کے باکمالوں میں ہوتا ہے، سب ہی نے حمدیہ اشعار کہے ہیں، غواصی کے دو شعر دیکھئے:

خدا کو سزاوار کیرومنی	جو قادر ہے کا قدرت کا حاجب دھنی
رحیماں خلق پرور رحمان ہے	نرنکار بے چوں اور سمان ہے

ابن نشاطی کا یہ حمدیہ انداز دیکھئے:

چمن کوں پھول سنگار دیتا	گگن کوں کہکشاں کا ہار دیتا
تو رنگ آمیز کہتا ہے چمن کوں	دیا خوشبوی ہر یک پھولن کوں

غرض کہ ملا وجہی، ولی دکنی، فائز دہلوی، سراج دکنی وغیرہ کی روایت حمد کو آبرو اور فائز نے آگے بڑھایا

اس کے علاوہ خان یقین نے حمد کو اور نکھار عطا کیا ان کا یہ شعر دیکھئے:

کون کرسکتا ہے اس خلاق اکبر کی ثنا

نارسا ہے شان میں جس کے پیمبر کی ثنا

اس ضمن میں مرزا مظہر جان جاناں (م ۱۷۸۱ء) کا نام بھی اعتبار کے قابل ہے۔ ان کے بعد شیخ طہور الدین خاتم (م ۱۷۸۲ء) نے اصلاح زبان پر توجہ دی۔ اس دور کے اہم شعراء میں میرزا محمد رفیع سودا ہیں اور خواجہ میر درد اپنے صوفیانہ کلام کیلئے شہرت پذیر ہیں ان کے متانت اور سنجیدگی ہے ان کے دیوان کی ابتدا حمد سے ہوتی ہے:

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا		حقا کہ خداوند ہے تو لوح وقلم کا
اس مسند عزت پہ کہ جلوہ نما ہے		کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

میر حسن (۱۷۸۹) نے اپنی معرکتہ الآ راء تصنیف سحر البیان کی ابتدا حمد سے کی ہے:

کروں پہلے توحید یزداں رقم		جھکا جس کے سجدے کو اول قلم
نہ ہے کوئی تیرا نہ ہوگا شریک		تیری ذات ہے وحدہٗ لاشریک
سرلوح پر رکھ بیاض جبیں		کہا دوسرا کوئی تجھ سا نہیں

غرضکہ خواجہ میر درد ان کے بھائی میر اثر، اسحاق بیجاپوری، میر تقی میر ہیں، جن کا کلام بہتر نشتر کیلئے مشہور ہے سبھی نے اپنی اپنی طور پر حمد باری تعالیٰ میں زبان خشک کی ہے۔ قلندر بخش جرأت، انشاء اللہ خاں شیخ غلام علی راسخ، غلام ہمدانی مصحفی نے اپنے اپنے طرز پر شاعری کو جلا بخشی تاہم سبھی کا کلام اللہ کی عظمت اس کی بزرگی اور پاکی کے بیانات سے مملو ہے۔ نظیر اکبرآبادی، سعادت یار خاں رنگین کثیر التصانیف ہیں۔ رنگین اپنی مثنوی کا آغاز حمد کے اس شعر سے کرتے ہیں:

ہے سزاوار حمد کے وہ خدا

جس نے پیدا کئے ہیں ارض وسما

شیخ امام بخش ناسخ کے یہاں لہجے کی بلند آہنگی اور معنیٰ آفرینی لائق داد ہے، شیخ جس ماحول کے پرور دہ تھے وہ لذت کوشی کا زمانہ تھا۔ مذہب بیزاری عام تھی اسی لئے جب دین کی باتیں شاعری میں ہوتی ہیں تو ان میں دوہرے پن کا احساس ہوتا ہے جیسے:

جو نظر آیا حرم میں دیر میں دیکھا وہی	ناسخ اپنی آنکھیں روشن ہیں خدا کے نور سے
بتوں کے پردے میں ہم دیکھتے ہیں نور خدا	کہ صاف دیکھنے کی اے کلیم تاب نہیں

دیا شنکر نسیم، حکیم مومن خاں مومن، ابراہیم ذوق، شیفتہ، امام بخش صہبائی، بہادر شاہ ظفر سب کے یہاں اللہ کی عظمت اسلامی عقاید کی جھلک نظر آتی ہے، نسیم کہتے ہیں:

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری

میر انیس، مرزا دبیر، میر مہدی، مجروح، غالب، حکیم تصدیق حسین شوق، امیر مینائی، نواب مرزا داغ وغیرہ سبھی نے اپنے اپنے طرز خاص سے خدائے واحد کی یکتائی کے گن گائے ہیں۔ ۱۸۵۷ کے انقلاب نے جہاں تمام شعبہ ہائے حیات کو متاثر کیا اردو شاعری کو بھی ایک نئی سمت عطا کی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر یحییٰ نشیط مفصل گفتگو کرتے ہیں ملاحظہ ہو:

۱۸۵۷ء کے انقلاب نے اردو شاعری کو ایک نئی سمت عطا کی تاریخ ادب میں جو جدیدیت کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس انقلاب سے جمودی کیفیات ختم ہوگئیں اور عمل کی نئی طاقت و توانائی، قلوب و اذہان میں سرایت کرگئی، اس نئی بیداری سے سماج و معاشرے میں جس رفتار وسعت سے تبدیلی رونما ہوئی ادب بھی اسی قدر متاثر ہوا اردو ادب بالخصوص شاعری پر مرتب ہونے والے یہ اثرات رفتہ رفتہ ارتقا کی منزل پر آگے بڑھتے گئے اور ۸؍مئی ۱۸۷۴ء کو اردو شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا۔''

اس ضمن میں وہ آگے لکھتے ہیں:

''یہاں سے اردو شاعری جدید و قدیم دو گروپوں میں تقسیم ہوگئی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ

۸ر مئی ۱۸۷۴ء ان دونوں گروہوں کے مابین حد فاصل قائم کرتا ہے۔ کیونکہ جدیدیت کا جہاں تک تعلق ہے وہ نظیر کے یہاں بھی مل جاتی ہے اور قدامت اب بھی اردو شاعری سے چمٹی ہوئی ہے۔ بہر حال جدیدیت کے تصور نے تقلیدی ذہنوں کو جھنجھنایا اور حسن و عشق کی داستان سرائی سے ہٹا کر حقائق دوراں اور کشاکش زیست کے کارزار عمل میں لا کھڑا کیا۔(۱)

غرض کہ جدیدیت کی یلغار نے شاعری میں بھی نئے انقلاب کی راہیں کھول دیں اس اعتبار سے محمد حسین آزاد کو اردو شاعری میں جدیدیت کا پیش رو کہا جاسکتا ہے۔ آزاد کے ساتھ حالی، مولانا شبلی نعمانی، اسماعیل میرٹھی، اکبرالہ آبادی وغیرہ نے اپنی شاعری کو جدیدیت کا محور بنایا اور ان سبھی بزرگوں نے اپنے اپنے طور پر خدا کی حمد وثنا کی ہے اسی طرح اکبرالہ آبادی سے اقبال تک قریب قریب سبھی شعراء کے یہاں مذہبی رجحانات کا پتہ چلتا ہے ان میں شوقین قدوائی، عظمت اللہ خاں، وحیدالدین سلیم، محمد علی جوہر نظم طباطبائی، ریاض خیرآبادی، اصغر گونڈوی اور دیگر شعراء کے بھی مذہبی روایات کی پاسداری کا پتہ چلتا ہے۔ شاد عظیم آبادی (م ۱۹۲۷) کی حمد کا یہ شعر دیکھئے جو اس عہد میں شعراء کی افتادِ طبع اور ذوق فکر کی نشاندہی کرتا ہے:

میکدے میں تو ہے یکتا ساقیا

انما اللہ الٰھا واحدا

حالیہ دور میں حفیظ جالندھری، احسان دانش عمیق حنفی، حامداللہ افسر، منیر نیازی، جیدامجد، فیض غلام ربانی تاباں، ماہرالقادری، نعیم صدیقی ابوالحسنات حقی، طلعہ رضوی برق، سلطان اختر، ساحر شیوی، منظر حنفی، مناظر عاشق ہرگانوی وغیرہ نے اپنے حمدیہ اشعار کے مذہبی عقائد کی پاسداری سے اپنے رشتے کا اظہار کیا ہے ان کے علاوہ بھی دوسرے شعراء نے بھی حمدیہ اشعار کہہ کر اپنے مذہب سے وابستگی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

جب کوئی تازہ مصیبت ٹوٹتی ہے اے حفیظ

ایک عادت ہے خدا کو یاد کرلیتا ہوں میں

حفیظ

---

(۱) اردو میں حمد و نعت ڈاکٹر یحییٰ نشیط ص ۸۹-۹۰

خدا وہ ہے کہ جس کی عظمت وجبریت کے آگے
خود انساں سجدہ کرنے کیلئے مجبور ہوجائے

احسان دانش

اک خدا ہے دوسرا کوئی نہیں
آپ اپنا نام اپنی ذات اپنی کائنات

حنفی

ہر پھول کے رنگ وبو میں تو ہے
کونپل میں نمو نمو میں تو ہے

افسر میرٹھی

اسی کا حکم جاری ہے زمینوں آسمانوں میں
اور ان کے درمیاں جو ہیں مکینوں اور مکانوں میں

منیر نیازی

تجھے پکارا ہے بے ارادہ
جو دل دکھا ہے بہت زیادہ

فیض احمد فیض

دعائے شام وسحر لا الہ الااللہ
یہی ہے زاد سفر لا الہ الا اللہ

ماہر القادری

ہر ذرہ میں ظہور تیرا
خورشید وقمر میں نور تیرا

تلوک چند محروم

وہ آقائے کائنات جس نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ عرش و کرسی، زمین سورج چاند ستارے کہکشاں، آگ، پانی، ہوا، زلزلے طوفان زندگی موت حشر، پلصراط، میزان وغیرہ سبھی چیزیں اللہ کی قدرت کاملہ کے راز سربستہ ہی تو ہیں جن کو پہچان سکتا عقل انسانی سے بہت دور ہے پھر اس ذات پاک کی صفات بیان کر سکنا انسان کے بس کی بات ہرگز نہیں ہے۔ جس کے بارے میں اللہ کے رسول نے یہ تک کہہ دیا لا احصیٰ ثنا علیک کما اثنیت علیٰ نفسیک پروردگار میں تیرے صفات کا احصیٰ اور شمار نہیں کر سکتا، جیسا کہ خود تو نے اپنی تعریف کی ہے تو پھر اور کسی کا کیا ذکر سب ہی مفکرین و اکابرین بس یہی کہہ کر تھک گئے اور بیٹھ رہے۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

پھر بھی سبھی نے اس کی حمد و ثنا میں عرق ریزی سے اپنے اپنے طور پر کر کے اس کی الوہیئت اور قدرت کا اعتراف کیا ہے ''فکر ہر کس بقدر ہمت اوست''

دنیا کی بدلتی ہوئی قدروں کے ساتھ جہاں ذہن انسانی مختلف النوع تازہ ترین احتیاجات سائنسی علوم سے بہرہ ور ہوا وہیں اس میں مصروفیات حیات کا ایسا جادو سر چڑھ کر بولنا شروع ہوا اور تن آسانیوں کی جگہ تگ و دو اور دوڑ بھاگ کی زندگی نے لی۔ اس لئے ادب کا بھی مزاج بدلا، طلسم ہوشربا، الف لیلیٰ، فسانہ آزاد وغیرہ کی جگہ مختصر افسانوں نے لے لی اور طویل مثنویوں کی جگہ مختصر نظموں نے لے لی آج ایسے ہی مختصر کلام کی پذیرائی ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہرورقے دختریست معرفت کردگار

یا جوش ملیح آبادی کا یہ شعر:

ہم ایسے اہل نظر کو ثبوت حق کیلئے
اگر رسول نہ ہوتے تو صبح کافی تھی

اقبال نے نظر ہوشیار کی اور جوش نے اہل نظر کہہ کر بصارت کے ساتھ بصیرت کی بھی شرط عائد کردی ہے۔ ہائیکو ۱۷ارکان کی مختر ترین صنف ہے اس کے حوالے سے ساحر نے بند لفظوں میں سب کچھ کہہ دیا ہے، ان کا ہائیکو دیکھئے:

ذرے ذرے میں
ہم نے دیکھا یزداں کو
غنچے غنچے میں

اسی خیال سے وہ خود کو اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں:

ذکر خدا کرنا
اللہ سے ڈرنا
دیکھو بہار آ جائے گی

تم بھی نہتے پر ساحر
دل سے دعا کرنا
وار نہیں کرنا

آن بھی دے دوں گا
تم کو بہنا ہے
راہ الٰہی میں

جیسے بھی اللہ رکھے
جان بھی دے دوں گا
ہم کو رہنا ہے

میرا سب ہی وہ
اچھی فطرت ہو
جس نے مجھ کو پالا ہے

جنت حاصل کرنے میں
میرا رب ہی وہ
رب سے الفت ہو

اللہ اللہ کر
سب کو دیتا ہے
غم بھی سامنے آ جائے

طوفانوں میں بھی یا رب
رب کو پکارا کر
کشتی کھیتا ہے

ادب وشاعری میں نئے تجربات ہوئے اور ہورہے ہیں۔ ادھر تقریباً نصف صدی سے تین مصرعی شاعری کا چلن اردو میں بہت بڑھتا چلا جارہا ہے اسی ذوق نے اردو شعراء کو ہائیکو جیسی سہ مصرعی شاعری سے روشناس کرایا۔ پچھلے پچیس برسوں میں اس کے عروج کا یہ حال ہے کہ اس کا رواج عالمی پیمانہ پر دیکھنے کو ملتا ہے اردو شاعروں نے اس نئی صنف میں اپنی فکر کی جوت جگائی ہے، جس طرح حمد اور نعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اردو کے دوسرے اصناف میں پہلے سے موجود ہے ہائیکو میں نعتیہ اشعار کہنے کا رواج عام ہے۔ ہائیکو ایک جاپانی صنف سخن ہے اس کیلئے فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع اور فعلن فعلن فع یعنی ۵+۷+۵ = کل ارکان کا وزن مقرر ہے۔ اہل جاپان چونکہ ہائیکو میں ردیف وقافیہ کا احترام نہیں کرتے ان کی تقلید میں کچھ اردو شعراء نے بھی ترقی ہائیکوز تصنیف کئے ہیں اور کچھ نے مساوی الوزن ہائیکوز بھی چونکہ قوافی کی تکرار سے مترنم جھنکار پیدا ہوتی ہے اس لئے ایسے ہی ہائیکوز کا چلن عام ہے۔ ڈاکٹر ساحر شیوی کے مجموعہ کلام وسیلہ نجات میں حمدیہ ہائیکو کی تعداد چھ ہے ساحر نے اپنے ہائیکوز میں انہیں خیالات کا اظہار کیا ہے جو غزل رباعی، قطعہ کے فارم میں کہے گئے، حمدیہ اشعار میں پیش کئے ہیں۔ حمد سے مراد خدائے تعالیٰ کی تعریف

وتوصیف بیان کرنا اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور اس کے احسانات کا شکر گزار ہونا ساحر کو اللہ نے زندگی میں جو کچھ عطا کیا اس کے شکر گزار وہ اسی انداز میں ہوتے ہیں:

مشکور ہوں میں تیرا
بخشا ہے تو نے یارب مجھ کو جو زندگی میں
اتنا ہی حق تھا میرا

راقم کے خیال سے مشکور کے بجائے ممنون زیادہ موزوں اس لئے ہے کہ مشکور کے معنیٰ جس کا شکریہ ادا کیا جائے اور ممنون بمعنیٰ شکر گزار کے ہیں یعنی جس پر احسان کیا گیا، خدا سب کا خالق و مالک ہے، اس کا مفہوم اس ہائیکو میں دیکھئے:

یارب تو سب کا مولا
ہر اک جہاں پہ تیرا ہے راج یاالٰہی
تو ہے سب کا آقا

اسی قبیل کے چند اور ہائیکو دیکھئے، جو وسیلہ نجات میں ساحر نے تحریر کئے ہیں:

مبتدا نہ کوئی ثانی
یارب ترے مقابل کوئی اگر کھڑا ہو
ہوگا وہ پل میں فانی

ہر جا تری خدائی
انسان کی تو نے قسمت ہاتھوں میں اپنے رکھی
ہم کیا کریں الٰہی

تو نے ہمیں رلایا
شکوہ کریں کیا تجھ سے اپنی بے بسی کا
تو نے ہمیں بنایا

دیتا ہے تو ہی عظمت
شعر وادب کی دنیا کی تو نے دی ہے یارب
ناچیز کو بھی دولت

ساحر کے ہائیکوز کی تعداد کافی ہے، یہاں صرف وسیلہ نجات میں درج چھ ہائیکوز ہی پیش کئے گئے ہیں۔ساحر کے حمد یہ ہائیکوز ایک طرف ان کے حسن عقیدت اور ایمان ویقین اور معرفت کردگار کا ادراک ہوتا ہے تو دوسری طرف انداز بیان متانت وسنجیدگی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ساحر کو اللہ وحدہ لاشریک پر گہرا ایمان وایقان ہے۔وہ بنظر قلب مطمئن ذرے ذرے میں اللہ کا جلوہ دیکھتے ہیں اس منزل پر پہونچنے کیلئے تزکیہ نفس کے ساتھ خدائے پاک پر مکمل ایمان کی ضرورت ہوتی ہے اس سچائی کی طرف علامہ اقبال نے یوں اشارہ کیا تھا:

آدم کی معراج
سب کو دیتا ہے
اللہ اللہ کر

رہتی ہے اس دنیا میں
طوفانوں میں بھی یارب
غم بھی سامنے آ جائے

اللہ کی محتاج
کشتی کھیتا ہے
رب کو پکار کر

ڈاکٹر فراز حامدی راسخ العقیدہ مسلمان ہیں خداوند کریم کی نعمتوں، عظمتوں، رفعتوں اور کرم فرمائیوں کے اعتراف میں ان کا سر عقیدت اس مالک کائنات کے روبرو ہمیشہ جھکا رہتا ہے۔اس طرح وہ یاد و ذکر

الٰہی سے کبھی غافل نہیں رہتے۔ ہائیکو تخلیق کرتے وقت بھی مالک حقیقی کی حمد وثنا و مدحت سرائی ان کے پیش نظر رہتی ہے۔ انہوں نے اپنے ہائیکوز میں مصور کائنات کی عظمتوں اور فضیلتوں کو سراہا ہے۔ انہوں نے اس کو مسجود اور خود کو ساجد کے ذریعے پرکھا ہے اور اس کی وحدانیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ساتھ ہی اپنی عقیدتوں اور بسم اللہ کی فضیلت کو بھی بھرپور شعریت کے ساتھ اپنے ہائیکوز میں جذب کر دی ہے ذیل کے ہائیکوز میں پہلے اور تیسرے مصاریع میں قافیہ کا التزام برتا گیا ہے:

اللہ اکبر
بسم اللہ پڑھو
یعنی بس کا اللہ کا نام

اس کی رہنمائی میں
سب سے بالاتر
اپنا کام کرو

یارب تیرا نام
ذرے ذرے میں
دل میں تو ہی تو ہر دم

ہونٹوں سے بھر بھر کر میں
تیرا جلوہ ہے موجود
ہونٹوں پر جاری

جپتا صبح و شام
ہر آئینہ میں
ذکر اللہ ہو

اے سب کے معبود

دل کے گوشے میں

تیرا میرا ساتھ

سب تیرے سجدہ گذار

تو ہی رہتا ہے یارب

ھٰذا من فضل ربی

تو سب کا معبود

میرے سانسوں میں

ورنہ کیا اوقات

یارب تیرا نام

قرآنی آیات

تیرے نام کی ہیں تسبیح

وہی جانتا ان کے بھید

جپتا صبح و شام

جو پڑھتا دن رات

اوران ہائیکوز میں پہلے اور تیسرے مصاریع میں قافیہ اور ردیف کا التزام ہے:

ذرے ذرے میں

سب سے ڈرلے تو

سن لے میری بات

تیرا جلوہ ہے موجود

تو ساجد ہے وہ مسجود

کام کا کر آغاز سدا

ہر آئینہ میں
سجدہ کرلے تو
بسم اللہ کے ساتھ

فراغ روہوی کلکتہ کے حمدیہ ہائیکوز ملاحظہ کیجئے:

مالک یوم الدین

ہر سو تیری دھوم
تیری رحمت سے بے شک

سارے عالم میں مولیٰ
دل کو ہے تسکین
سب تیرے محکوم

افضل تیری ذات
سب پر تیرا راج
ایک اشارے پر تیرے

مولیٰ راجہ ہو یا رنک
دن ہو جائے رات
سب تیرے محتاج

چڑیوں کی چہکار
کر اللہ کو یاد
تو نے ہی بخشی یارب

ہر لمحہ وہ سنتا ہے
پھولوں کو مہکار
بندوں کی فریاد

سید معراج جامی سہ ماہی سفیر اردو لندن کے معاون مدیر اور ماہنامہ آگہی کراچی کے ایگزیکٹیو ایڈیٹر ہیں۔ بحیثیت ایک شاعر، نقاد اور مختصر افسانہ نویس کی حیثیت سے عالمی شناخت قائم کر چکے ہیں۔ دوسری اصناف سخن میں طبع آزمائی کے جاپانی سہ مصرعی اصناف ہائیکو اور سین ریوز بھی ان کے دست تصرف میں ہیں غرضیکہ اپنی ہمہ جہت شخصیت کے ذریعے اردو شعر وادب کے توانائی بخشنے میں بھی مصروف ہیں۔ خداوند کریم سے دلی عقیدت کا اظہار ان کے ہائیکوز میں ملاحظہ کیجئے:

میرے رب کا نور
کیا چھاؤں کیا دھوپ
اک آسان سبق

دل میں ظاہر ہے لیکن
جو بھی شے ہے دنیا میں
ساری عظمت ہے اس میں

عقل سے کوسوں دور
سب میں تیرا روپ
اللہ ہے برحق

سب کا داتا ہے
چاہے مان نہ مان
دن ہو یا ہو رات

جو نا مانے اس کو بھی
اس کی رحمت سب پر ہے
میری روح میں بولتی ہے

روزی دیتا ہے
وہ سب کا رحمٰن
میرے رب کی ذات

اونچا تیرا نام
چاہے سدا ہو مات
شکر کو کم مت کر

عزت ذلت تجھ سے ہے
مالک تجھ سے شکوہ کروں
بس تو آس لگا رب سے

میں بندہ بے دام
میری کیا اوقات
کم کا غم مت کر

کرتا ہے اقرار
رب العزت کے
ہے یہ دعوت عام

ہر اک ذی حس کہتا ہے
ہر سو ملتے ہیں شہکار
بگڑے کام بناتا ہے

تو ہے پالن ہار
اس کی قدرت کے
میرے رب کا نام

میرے پالن ہار
سن بندے نادان
تیرا بھید نہیں کھلتا

وردِ زباں رکھ رب کا نام
تو ہے پر اسرار
ہر مشکل آسان

مندرجہ بالا حمدیہ ہائیکوز کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ سید معراج جامی اللہ کی عظمتوں، رحمتوں اور قدرتوں کے اعتراف میں منور ہے اور ہر ہر مصرعہ میں ان کی صدق مقالی اور بندہ ہونے کا تصور موجود ہے۔ ان کے یہ ہائیکوز دل کو کھینچتے ہیں:

پروفیسر نادم بلخی نے اپنے طبع زاد ہائیکوز کو مختلف النوع موضوعات سے سجایا ہے، اپنے احساسات، مشاہدات اور قلبی واردات کو ہائیکوز کے تین مصرعوں میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ ویسے بھی موصوف کو زبان و بیان پر قدرت حاصل ہے ان کی ہائیکو نگاری شاعری کے لوازمات سے پوری طرح مزین و مملو ہے پروفیسر نادم بلخی نے بڑی مستقل مزاجی اور انہماک سے اس سہ مصرعی صنف کی آبیاری کی ہے، ذیل میں ان کے حمدیہ ہائیکوز دیکھئے، جن میں تخلیقی انفرادیت کی عقیدت اور معنویت بھی ہے:

ذات عظیم
بولا قرآن
بے نیاز ہے

بے شک رب غفور

وہ رب العالمین

خالق عرش وفرش

جو ہے رحیم

ہے الرحمٰن

کارساز ہے

رب کریم

کلام خدا

دکھلائے اس کی قندیل

خدا کا تیرے لئے

راہ سلیم

کرم ہے بڑا

یہ بولا خامہ

خدا کا بیشک قرآن

ہے ہدایت نامہ

نعت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم، ادب واحترام دراصل نعت رسول اکرم کی پہلی منزل ہے جس کے بغیر محض لفاظی سے نعت گوئی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں کئی مقامات پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام، تعظیم وتوقیر کا حکم آیا ہے۔ تاہم یہ تعظیم وتوقیر وادب واحترام کا یہ سچا اور راسخ جذبہ اسی وقت ممکن ہے، جب دل میں محبوب کبریا کی سچی محبت اور عقیدت ہوگی اسی لئے شاعری کی جملہ اصناف میں نعت گوئی سب سے مشکل فن قرار دیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قول ہے:

''نعت شریف لکھنا بہت مشکل فن ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہونچ جاتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ جائے غرض حمد میں اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔'' (۱)

محمد ہدایت اللہ سابق نائب صدر جمہوریہ ہند نعت کی نزاکت کے تعلق سے احتیاط و ہوش مندی اور فرزانگی کی ضرورت پر زور دیتے ہیں:

''شعر و سخن کی اصناف ہی درحقیقت سب سے زیادہ نازک صنف نعت گوئی ہے۔ وہ ذات مقدس جس پر خود خالق کائنات درود و سلام بھیجے اور اس کے پاک فرشتے جس کی توصیف کریں، جس کیلئے کائنات کی تخلیق کی گئی ہو، آسمانوں کو بلندی، دریاؤں کو وسعت اور مہر و ماہ و نجوم کو تابانی بخشی گئی ہو اس کے حضور کچھ عرض کرنے کی جرأت کیلئے بھی احتیاط ہوشمندی اور فرزانگی کی ضرورت ہے۔

عرشی کا شعر ہے:

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جاں

در اصل

عشق کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقہ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ (۲)

اسی لئے نعت کو اس کے معیار اور اس کے مقام کے مطابق کہنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس منزل میں وہی بامراد ہوسکتا ہے، جو اس مقام تک پہونچ جائے۔

---

(۱) الملفوظ حصہ دوم مولانا مصطفیٰ خاں مفتی اعظم ہند

(۲) نغمہ وحدت کا شاعر شاحر شیوی مظفر حسن عالی ص ۱۶۹ کوکن اردو رائٹرس گلڈ پوسٹ باکس نمبر ۲۶۰۰۵۴ نیروبی کینیا ۲۰۰۲

چلوں میں جان حزیں کو نثار کرڈالوں

نہ دیں جو اہل شریعت جبیں کو اذن سجود (۱)

عرفی شیرازی کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحر است

آہستہ کہ رہ بردم تیغ است وقدم را

(ترجمہ) یعنی کہ اے عرفی تو جلدی مت کر نہ تیز چل کہ یہ نعت پاک کا راستہ ہے جنگل بیابان نہیں ہے، جو تو قدم بڑھانے لگا ذرا آہستہ چل کہ تیرے پاؤں تلوار کی دھار پر پڑ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ پاؤں تلوار سے کٹ جائیں۔عرفی کا دوسرا شعر ہے:

ہشدار کہ نتواں بہ یک آہنگ سرودن

نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را

یعنی شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی اوران دونوں کیکاؤس وجمشید جیسے دنیاوی بادشاہوں کی مدح گستری ایک ہی لہجہ میں نہیں کی جاسکتی۔عرفی مدح شہنشاہ کو اہم قرار دیتا ہے۔

پروفیسر ظہیر صدیقی کہتے ہیں:

''نعت گوئی اردو اصناف سخن کا ایک اہم اور زرخیز میدان ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس میدان تک پہونچنے کیلئے جن سنگ خاروں اور پتھریلے راستوں سے گزرنا پڑتا ہے ان صعوبتوں کا اندازہ کرنا بھی دشوار ہے۔دوسری اصناف سخن اور نعت گوئی میں بنیادی فرق یہی ہے کہ دوسری اصناف سخن تک فن شعر اور قادرالکلامی کے سہارے پر بھی منزل تک پہونچا جاسکتا ہے مگر نعت گوئی کی منزل بغیر خلوص نیت وعقیدت کے طے نہیں ہوسکتی۔'' (۲)

اس ضمن میں نعت گوئی کی اہمیت واضح کرنے کیلئے میں چند اور دانشوران ادب کی آراء سے

---

(۱) ماہنامہ نیادور لکھنؤ ص ۱۱ مارچ-اپریل ۱۹۸۷

(۲) ماہنامہ نیادور لکھنؤ ص ۸۷ مارچ-اپریل ۱۹۸۷

استفادے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کے یہ کلمات تحریر کرتا ہوں:

''نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اس میں پرواز مشکل ہے پرواز سے پہلے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ فضا سازگار بھی ملے گی یا نہیں اگر ہمت پرواز مشکل مقام پر پہونچا دے تو اڑنے والے کا یہ کمال ہونا چاہئے کہ وہ اور کامیابی کے ساتھ وہاں سے گزر جائے۔''(۱)

پروفیسر ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد لکھتے ہیں:

''میرا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ دیگر اصناف کے مقابلے میں مشکل ترین صنف سخن رہی ہے ہماری عقیدت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہم کسی کی مدح کریں تو جذبات کو مکمل طور پر آزاد چھوڑ دیں۔مگر شریعت جذبات کے اس غیر جانب دارران کو پسند نہیں کرتی اور اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ ہر شے کو اس کے مناسب اور متعین شدہ حدود میں رکھا جائے۔''(۲)

ڈاکٹر فیع الدین قادری نعت گوئی کے موضوع اپنے عقائد کی تفصیلات پر اپنے خیالات اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

''موضوع کا احترام شاعر کو مجبور کرتا ہے کہ وہ نپے تلے الفاظ حسن خطاب اور حسن بیان کے ساتھ عقیدے کی تفصیلات اور باریکیوں کو صحت کے ساتھ لے کر چلے اور قدم قدم اس کا لحاظ کرے کہ تخیل کی پرواز ان مقامات تک نہ پہونچا دے، جن سے صادق البیانی پر حرف آئے، اور نتیجتاً نعت نعت نہ رہے۔''(۳)

غرض کہ تاریخ کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر دور میں شعراء نے نعت گوئی کے میدان میں اپنی ذہن رسا کے جوہر دکھاتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب میں گلہائے عقیدت نچھاور کئے ہیں۔اس دور کے اہم شعراء میں بہت سے نام ہیں، جنہوں نے نعت گوئی میں اہم اضافے کئے ہیں۔ان نامور شعراء میں حمید صدیقی، جلیل مانکپوری، شفق عماد پوری، سیماب اکبر آبادی، آغا حشر کاشمیری، بیخود دہلوی، قمر نعمانی، عندلیب شادانی، مولانا فرفت علی، فرحت سہسرامی، مولانا محمد صدیقی صادق، مولانا ضیاء الحسن ضیا، مولانا

(۱) لکھنؤ کا دبستان شاعری ص ۴۹۷ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی

(۲-۳) ماہنامہ المیزان ممبئی امام احمد رضا نمبر ص ۴۷۹

انوارالحق نازش وغیرہ کے نام لئے جاسکتے ہیں اسی طرح سید سلیمان ندوی، مانوس سہسرامی، اوج گیاوی، سریر کاہری، عطا کاکوروی، کلیم عاجز، ارشد کاکوری، حفیظ بنارسی، طلحہ رضوی برق، حبیب ہاشمی، بیکل اتساہی اچھے نعت گویوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ان شعراء نے زیادہ تر نعتیں غزل کے فارم میں کہی ہیں۔

عہد حاضر میں تجربات اور نئی نئی ملکی و بیرونی اصناف ادب کی درآمد کا شوق بڑھتا جارہا ہے اسی ذوق واختراع پسندی کے رجحان نے جاپانی صنف شاعری ہائیکو میں رواج دے کر اس میں ہر موضوع پر طبع آزمائی کا سلسلہ بڑھتا ہی جارہا ہے۔ چنانچہ اکثر ہائیکو کہنے والے شعراء نے نعت کو بھی اپنا کر اس میں اپنی فنی صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔ان میں ڈاکٹر فراز حامدی اور ساحر شیوی کے اسماء خاص طور سے لئے جاسکتے ہیں، جنہوں نے بارگاہ رسالت مآب میں نعتوں کے گلدستہ ہائے عقیدت پیش کئے ہیں۔ڈاکٹر فراز حامدی بھی عشق رسول میں سرشار رہتے ہیں۔نعت گوئی میں ذرا سی بھی لغزش نعت کو تحت الثریٰ تک پہنچا سکتی ہے اور ہائیکو جیسی مختصر ترین صنف میں تو یہ کام اور بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ڈاکٹر فراز حامدی نے اس میدان میں بہ کمال ہنرمندی و چابکدستی سے یہ معرکہ سر کر کے دکھایا ہے۔انہوں نے رسول مقبول سے اپنی والہانہ محبت وعقیدت کے جذبات واحساسات کو ہائیکو کا عنوان بنا کر پیش کیا ہے:

میرا پیغمبر
اسم پیغمبر
پرچھائیں سے بے نیاز

خوب حلاوت رکھتا ہے
ہے نوری پیکر
میرے ہونٹوں پر

دوزخ تھی دنیا
نبیوں کے سردار
آپ کے آنے سے نبی

میری ڈوبتی نیا کے

جنت کا خطہ

آپ ہیں کھیون ہار

اے میرے سرکار

رکھنا میری لاج

آپ کریں گے محشر میں

آپ ہی مالک اور مختار

سب کا بیڑا پار

آپ مرے سرتاج

پروفیسر نادم بلخی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ملاحظہ کیجئے:

مرد باصفا

فخر دو جہاں

سید المرسلین

ہیں محمد مصطفیٰ

نام مصطفیٰ

مہر ہر زباں

پیارے رسول

سرور اعظم

دنیا کے گلشن میں آپ

آپ ہی آئے بن کر
رحمت کے پھول
رحمت عالم

آئی روشنی
رحمت کا سایہ
آپ آئے جب نبی

بے سایہ لیکن
بھاگی تیرگی
خلقت کا سایہ

فخر آدم ہیں
دشت میں نہر
رحمت بن کر جو آئے

آپ ہیں یا رسول
جان عالم ہیں
علم کے شہر

الغرض پروفیسر نادم بلخی نے اس سہ مصرعی ودیشی صنف سخن کو اردو تہذیب وثقافت کے مختلف رنگوں سے سجا کر اردو شاعری میں اسے مناسب مقام عطا کرنے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ اسی بنا پر اردو ہائیکو نگاری کی عالمی تاریخ میں ان کا نام بلند منصب پر فائز نظر آتا ہے۔

نعت کہنا حمد کہنے سے زیادہ مشکل فن ہے، بقول عرفی شیرازی ''نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ اس میں ذرا سی لغزش شاعر کے سارے کئے دھرے پر پانی پھیر سکتا ہے۔''

سید معراج جامی اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہیں اور نہایت سلیقہ اور رکھ رکھاؤ سے شعر کہنے کے خوگر ہیں۔ ان کو صرف الفاظ اور حفظ مراتب کا ہر لمحہ خیال رہتا ہے اسی لئے وہ نعت کہنے میں اسی ہنرمندی اور حرمت الفاظ کے ذریعے ہی اپنے خیال کو پیکر شعر عطا کرتے ہیں۔ وہ کسی پہلو سے بھی عظمت خداوند کریم کے ہم پلہ نعت رسول میں حد سے فزوں بڑھا کر اس کے رسول کے نہیں پیش کرتے ان کے نعتیہ ہائیکوز میں ان کی دلی عقیدت ملاحظہ کیجئے:

آپ ہیں تخت نشین
کس کا دامن ہے
صبح و شام میں ہے

پائے تخت پہ سجدہ ریز
جس میں سما جائے دنیا
صندل سے بڑھ کر خوشبو

ساری مدبرین
بس وہی مامن ہے
ان کے نام میں ہے

بخت پہ میرا راج
وصل جائے سب پاپ
آقا کے آنگن

ان کے صدقے سے جامی
ان کے دوارے جھک جاؤ
سب سونا بن جاتے ہیں

مجھ کو ملی معراج
سب کے وہی ماں باپ
لیکن کچھ کندن

وہی منوہر ہے
کوئی نہیں بہتر
جس کا مدینہ میں جامی

صرف مدینہ ہے جامی
صدر منور ہے
دھرتی کا جھومر

ساحر شیوی کے نعتیہ ہائیکو:

مکے میں دل ہے
ہادی دو عالم
اور مدینہ تک جانا

آپ کا سیہ سر پر ہو
میری منزل ہے
ہر لمحہ ہر دم

نبیوں کے سرور
عکس ہے سینے میں
ختم نبوت کے مالک

صیقل کرنا دل کو پھر
اللہ کے دلبر
مکے مدینے میں

کیف ہے جینے میں
یہ ہے سچائی
دین و دنیا سب کچھ ہے

شاہ مدینہ کے ہیں ہم
مکے مدینے میں
دل سے شیدائی

دل کے سفینے میں
تم ہی ہو یٰسین
بیٹھ کے خواہش ہے میری

تم محبوب خدا بھی ہو
جاؤں مدینہ میں
تم ہی ہو طاسین

شاہ مدینہ آپ
طٰہٰ اور یاسین
آپ سے جنت کی امید

نام رسول اللہ کے ہیں
خلد کا زینہ آپ
شاف اور طاسین

ساحر نے اپنے ہائیکوز کے زینوں کو کچھ اس طرح ہم آمیز کر رکھا ہے، جس سے کسی کیفیت یا احساس کا ادراک ضرور حاصل ہوتا ہے مثلاً یہ ہائیکو نعت کا شعر دیکھئے:

تم ہی ہو شافع محشر
شفاعت کی امیدیں بھی تم ہی سے
تمہیں ہو نازش داور

اور درج ذیل ہائیکو میں تین کردار سامنے آئے ہیں: خدا، امیر الانبیاء اور انسان۔ مگر یہ کردار اس طرح آپس میں مربوط ہیں کہ ان کو الگ نہیں کیا جا سکتا۔

امیر الانبیاء تم ہو
تمہاری ہستی افضل ہر بشر سے
کہ محبوب خدا تم ہو

ساحر نے اپنے ہائیکو میں عقیدت و محبت رسول کے جو گل کھلائے ہیں ملاحظہ کیجئے:

یتیموں کی دعا تم ہو
نہیں کیا مدینے میں
تمہارا سایہ ہے ہر ایک کے سر پر

چلے چاؤ ملے گی بادۂ رحمت
مریضوں کی دوا تم ہو
مزہ آئے گا پینے میں

پھریں گے جو مدینے کی گلی میں
تمہیں سے باقی ہے نسل آدم
نظر آئے گا ہر سو نور یزداں

تم ہی خیر الوریٰ بدر الدجیٰ بھی ہو
ملے گی یارو جنت زندگی میں
ثنا خواں ہے تمہارا سارا عالم

نعتیہ ہائیکوز کے بنیادی کردار سرکار دو عالم کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی سیرت پاک کے تمام گوشے نعت کے زمرے میں آتے ہیں اور یہ کہ آپ کی ذات بابرکات سے سبھی چیزیں جن کی تعریف و توصیف کی جائے نعت کے زمرے میں شامل ہیں۔ اسی طرح آپ کی ذات سے وابستہ تمام چیزیں بھی نعت کے زمرے کی چیزیں ذیل کے ہائیکوز میں ساحر کی عقیدت اور فنی مہارت دیکھئے:

آسماں ہو یا زمین
پیکر مہر و وفا
بن کے آئے دہر میں میرے نبی

آپ سا کوئی نہیں تھا دہر میں
رحمت للعالمین
جس کی ہم کرتے ثنا

وہ ہادی زماں ہیں
وہ بے کسوں کے والی
ہیں عاصیوں کو جن سے امیدیں روز محشر

دنیا میں آنے والے سارے پیمبروں
جنت کے پاسباں ہیں
ہیں رتبے میں عالی

ساحر نے ان ہائیکوز میں رحمت اللعامین، پیکر مہر و وفا، ہادی زماں، بیکسوں کے والی جیسے الفاظ کا

استعمال کر کے اپنی قلبی عقیدتوں کا اظہار کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبین اور عالی مرتبت رحمت اللعالمین کہا گیا ہے:

میرے دل کو سرور ملتا ہے
جی رہا ہے جو سخت مشکل میں
ذکر کرتا ہوں جب محمد کا

سر پر آقا کا ہو اگر سایہ
زندگی کا شعور ملتا ہے
ہو رکاوٹ نہ اس کی منزل میں

دین و دنیا کو کھول کر رکھا
کفر کی جب ہوا چلی ہر سو
خطبۂ آخری میں آقا نے

آپ آئے ہیں روکنے کیلئے
دین اسلام ہے فقط سچا
پھیلی وحدت کی دہر میں خوشبو

رحمتوں کا نزول ہو جائے
کیسا کھانا ہے کیسا پینا ہے
آپ کے در پہ جب رسائی ہو

ہمیں یہ تک بتایا آقا نے
دعا سب کی قبول ہو جائے
دہر میں کس طرح سے جینا ہے

ان دو ہائیکوز کے پہلے کے ہائیکوز میں ساحر نے ہائیکوز کی مخصوص ہیئت پر سختی سے عمل پیش کیا ہے۔ پروفیسر مظفر حسن عالی صاحب نے انہیں ثلاثی میں شمار کیا ہے تاہم انہیں کا کہنا ہے کہ ''انہوں نے ہائیکوز کے مزاج کو قائم رکھنے میں ہنرمندی کا مظاہرہ ضرور کیا ہے اور کسی صنف کو اس کے مزاج پر قائم رکھنا ہی بہتر اور مناسب عمل ہے۔''(۱)

وسیلہ نجات ساحر شیوی کے طہارت قلب کا آئینہ اور طہارت الفاظ کا مرقع ہے جو بلاشبہ بارگاہ رب العزت اور دربار رسالت میں ضرور مقبول ہوگا اور

''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے''

اسی جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ نعت گوئی کی بقا اور اس کے عروج میں کوئی شک نہیں ہے۔

---

(۱) نغمہ وحدت کا شاعر ساحر شیوی ص ۳۰۳ پروفیسر منظر حسن عالی کوکن رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۲

باب ششم

اردو ادب میں ہائیکو کی مقبولیت اور اہمیت

پچھلے کچھ دنوں نے اردوادب میں سہ مصرعی شاعری کا کچھ زیادہ ہی چلن نظر آ رہا ہے۔ان سہ مصرعی میں ثلاثی، ماہیا، تروینی اور ہائیکو لائق ذکر ہیں۔ان چاروں اصناف کے اوزان اور مزاج الگ الگ ہیں اردو شعراء ثلاثی کیلئے مختلف اوزان استعمال کرر ہے ہیں اردو ماہیا شعرا داوزان میں لکھ رہے ہیں اور تروینی کا معاملہ تو یہ ہے کہ ابھی اوزان کا نہیں طے ہوسکا ہے۔ ہائیکو کیلئے بھی فی زمانہ دو مختلف اوزان ہی رائج ہیں۔ان چاروں سہ مصرعی اصناف میں اردو ماہیا اور اردو ہائیکو عالمگیر شہرتوں کے بام عروج پر فائز ہیں۔ ماہیا ہندوستانی لوک صنف ہے اور ہائیکو ایک ودیشی صنف سخن ہے۔لیکن اس کا شمار ایشیائی صنف سخن میں کیا جاتا ہے یہ ان دونوں مذکورہ اصناف میں مختصر ترین صنف ہائیکو ہے، جو گذشتہ ۲۴-۲۵ برسوں سے اردو شاعری میں مروج ہوئی ہے۔لیکن اس کا تعلق اصلاً جاپانی ادب سے ہے۔ جاپانی شعروادب چونکہ اختصار پسندی کا قائل ہے اس لئے ہائیکو جاپانی شاعری میں سب سے زیادہ مقبول صنف ہے۔اس سلسلے میں جاپان کا مشہور مفکر پروفیسر ہیساماتسو سینیچی Hisamatsu Senichi کی گرانقدر رائے ملاحظہ کیجئے:

''جاپانی فنون لطیفہ بشمول ادبیات اور مغربی فنون میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ جاپان ہیئت کے استعمال کی حد تک اختصار پسند ہے، جبکہ مغرب ہیئت کے پھیلاؤ میں یقین رکھتا ہے'' (۱)

یہی وجہ ہے کہ جاپانی شعری اصناف نہ یہ کہ مختصر ہوتی ہیں بلکہ ان میں کم سے کم لفظوں میں بات کہنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے شاید اسی سبب سے جاپانی شاعری قافیہ ردیف سے مبرا ہے بلکہ ان کا استعمال غیر

(۱) بحوالہ توازن ص ۱۲۲ ڈاکٹر فراز حامدی کوکن اردو رائٹرس کلڈ نیو ربی کینیا ۲۰۰۲

ضروری الفاظ میں شمار ہوتا ہے۔ کہنے کو تو ہائیکو جاپانی شعری اصناف کی ایک مقبول محبوب اور مشہور صنف سخن ہے، جو ۵+۷+۵=۱۷ صوتی ارکان Syllables کی پابندی کے ساتھ تخلیق کی جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ایک مدت مدید تک اس نام کی کوئی صنف جاپان میں نہیں تھی بالکل اسی طرح جیسے میر وسودا کے بعد میں آزاد نظم یا نثری نظم اس دور میں یہ کسی لایعنی عجوبے سے کم نہ تصور کی جاتی جبکہ آج حال یہ ہے کہ کوئی رسالہ یا مجموعہ اس لنگڑی نظم سے خالی نظر نہیں آتا۔ یہی حال کچھ پہلے ہائیکوز کا بھی جاپان میں تھا۔ یہ مختصر ترین اور سہ مصرعی جاپانی صنف شاعری کب اور کیسے شامل ہوئی اس کے بارے میں کوئی نظریہ یا خیال نہیں ہے بلکہ اس سوال کے جواب کی تلاش میں مختلف نظریات کی چھان بین اور انہیں نظریات کی روشنی میں ہی فیصلہ ممکن ہے۔ یہی یا ایسا ہی کچھ حال اردو ہائیکو کا بھی ہے کہ یہ نوارد جاپانی صنف شعر اردو شعراء کے معرض اظہار میں کب اور کیسے شامل ہوئی۔ اس قسم کے سوال کا جواب مختلف دانشوروں کے مختلف نظریات کی روشنی میں ہی دیکھا جاسکتا ہے، جیسے درج ذیل میں نظریات ہیں:

(۱) جاپانی شعری صنف ہائیکو کے احیاء اور فروغ میں فرانس اور انگریزی ادب کے قلمکاروں اور دانشوروں کی مہربانیاں بھی مرکوز رہی ہیں ایسے دانشوروں میں ایزرا پاونڈ، ڈی جی سلنجر، لاف کا دیو ہارن اتا طول فرانس کے نام شامل ہیں، جنہوں نے ترجموں کے وسیلے سے جاپانی تہذیب کو سمجھنے کے ساتھ ہائیکو کو بھی جانچنے پرکھنے کی کوشش کی اور اپنی معلومات دوسروں تک بھی پہونچائیں۔

ادبیات عالم میں ہائیکو مختصر ترین شعری صنف ہے اور اس سہ مصرعی شعری صنف کا اردو دنیا نے گرمجوشی کے ساتھ استقبال کر کے اردو کا مزاج عطا کیا پچھلے بھگ بھگ چوبیس سالوں میں اردو شعراء نے ٹوٹ کر اپنایا اہل امریکہ نے بھی اردو ہائیکو کے احیاء اور فروغ میں لائق قدر خدمات انجام دیں ہیں بقول ڈاکٹر فراز حامدی: ''امریکہ دنیا کا پہلا ملک ہے، جہاں اردو ہائیکو کے قدر دان شعراء کی کثیر تعداد نظر آتی ہے۔ لائق ستائش امر یہ ہے کہ یہاں کے شعراء ہائیکو کی تاریخ میں مسلسل اضافے کی جستجو کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں اپنے اسی مضمون میں ڈاکٹر فراز حامدی نے ہائیکو کے فروغ کے سلسلے میں نہایت وقیع تحقیق کی ہے

وہ لکھتے ہیں:

''امریکہ کے علاوہ فرانس، رومانیہ، شمالی افریقہ، نیوزی لینڈ، اٹلی، ہنگری، جرمنی، کولمبیا، ارجن ٹائینا، برطانیہ، نیدرلینڈ، یوگوسلوویا، اسپین، کنیڈا، آسٹریلیا، پاکستان اور ہندوستان جیسے ترقی پسند مما لک میں اردو ہائیکو نگاری ایک تحریک کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے اور اس تحریک میں مبتدی شعراء بھی شامل ہیں اور منتہی شعراء بھی۔ اردو غزل، اردو گیت، اردو دوہا، اردو ماہیا اور دیگر شعری اصناف کے معتبر اور قد آور شعراء بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔''

''اردو شاعری میں ہائیکو کا خیر مقدم تو دل و جان سے کیا گیا لیکن یہ نووارد صنف سخن ایک عرصہ دراز تک تختہ مشق بنی رہی کسی شاعر نے اس کے اوزان کم کردئے اور کسی نے زیادہ، جس کی بنا پر ہائیکو مباحث کا موضوع بنی رہی۔ آزاد اور نثری ہائیکو بھی لکھے جارہے ہیں لیکن گذشتہ چند سالوں سے اردو ہائیکو کے دو ہی ہیئت متعین ہیں پہلی ہیئت بحر خفیف مسدس میں غیر مقفیٰ تین مصرعے اور دوسری ہیئت فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فعلن فع/فعلن فعلن فع ہے۔''(۱)

ہائیکو کی مقبولیت کے پیش نظر اردو دنیا میں اس صنف سخن سے متعلق گذشتہ ۱۰-۱۲ سالوں سے کچھ رسالے بھی شائع ہورہے ہیں، جن کا شمار عالمی سطح پر موضوعاتی رسائل کی صف اول میں ہوتا ہے ایسے رسائل میں ہائیکو ورلڈ سرفہرست ہے۔ اس سہ ماہی رسالے کے مدیران ساحر شیوی، لیوٹن ہڈس برطانیہ اور سید معراج جامی کراچی ہیں۔

اردو شعر و ادب کے ساتھ اردو صحافت بھی اردو ہائیکو کو عروج دینے میں اپنی ان تھک حوصلہ افزائیوں کا کلیدی رول ادا کررہی ہے، جس کی مثال سہ ماہی ہائیکو ورلڈ اور ہائیکو سے متعلق دوسرے رسائل ہیں۔ آزادی سے قریب گیارہ سال پہلے ۱۹۳۶ میں ماہنامہ ساقی کا جاپانی ادب نمبر شائع ہوا، جس کی ترتیب و اشاعت میں ساقی کے مدیر اعلیٰ شاہد احمد دہلوی نے قاری سرفراز حسین اور پروفیسر نورالحسن برلاس سے کسب

---

(۱) توازن ص ۱۲۵ ڈاکٹر فراز حامدی کوکن اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۲

فیض کیا، جوٹو کیو یونیورسٹی جاپان میں اردو کے لیکچرر کے عہدے پر فائز رہے۔ شاید احمد دہلوی نے نہایت اہتمام اور لگن سے ساقی کے اس خصوصی نمبر کو شائع کیا تھا، جس کی اہمیت سے کبھی بھی صرف نظر ممکن نہ ہوگا اس ضمن میں ڈاکٹر فراز حامدی نے نہایت صاف گوئی سے ساقی کے سلسلے میں معلومات فراہم کی ہیں:

''مجھے ساقی کے جاپانی ادب کے مطالعہ کا موقع نہیں ملا۔ تاہم وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ساقی کے اس تاریخی شمارے میں صرف تراجم ہی شائع کئے گئے ہوں گے کیونکہ اس وقت تک اردو ادیب ہائیکو اور دیگر جاپانی اصناف سے قطعاً واقف تھے۔ لہٰذا مذکورہ نظریات پر غور وفکر کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اردو تخلیق کار تراجم کے توسط سے ہی واقف ہوئے ہیں۔''(۱)

گذشتہ پچیس سالوں میں اردو شاعری میں مروج یہ مختصر صنف رفتہ رفتہ اردو شاعری کے مزاج اور ہندوستانی ثقافت سے ہم آہنگ ہو چلی ہے نو دس سال سے یہ صنف عالمی سطح پر پھیلے ہوئے اردو قلمکاروں کے اظہار کا وسیلہ بنی ہوئی ہے اور ادبی گلوب پر اپنی واضح شناخت بنا چکی ہے۔ صنف ہائیکو کے فروغ میں پاکستانی شعراء کی ایک کثیر تعداد نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور اسے بام عروج پر پہنچا دیا ہے۔ ہائیکو کے ارتقائی سفر میں ہندوستانی شعراء کی بے مثال خدمات ان کے نمایاں کارنامے اور انہماک بلاشبہ تاریخی اہمیت رکھتے ہیں۔ پچھلے صفحات میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ پروفیسر نادم بلخی مختلف الجہات شخصیت رکھتے ہیں اس موقع پر ان کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ ایک ماہر تعلیم ہونے کی حیثیت سے انہوں نے ہزاروں اردو کے شائقین اور قارئین شعروادب پیدا کئے اور ایک عروض داں کی حیثیت سے بھی موصوف عالمی شہرت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اسی موضوع پر ایک تفہیم العروض شائع کی ہے، جو آج بھی عروض سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے ایک بیش قیمت تحفے کی حیثیت رکھتی ہے۔ آج حال یہ ہے کہ عالمی پیمانے پر اردو شعراء سہ مصرعی شعری اصناف اردو ماہیا اور اردو ہائیکو پر محبتوں اور چاہتوں کے ساتھ طبع آزمائی کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔ ہندوستان میں خصوصی طور پر اردو ہائیکو سے متعلق کوئی موضوعاتی رسالہ شائع نہیں ہو رہا ہے۔

---

(۱) توازن ص ۱۱۵ ڈاکٹر فراز حامدی کوکن اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا

لیکن اس کا احساس غالباً اس لئے نہیں ہو پاتا کہ ہندوستان سے شائع ہونے والے بیشتر اردو رسائل کے ہر شمارے میں ہائیکو خاصی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ ایسے موضوعات رسائل میں کوہسار جنرل، شاعر، توازن، گلبن، اسباق، انشاء، اثبات ونفی، میرٹھ میلہ، رنگ وبو، دستخط، قومی محاذ، دستک، کتاب نما قابل ذکر ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر فراز صاحب لکھتے ہیں:

''جاپانی ہائیکو جاپانی شاعری کی مقبول ومحبوب ترین صنف سخن ضرور ہے لیکن اردو ہائیکو بھی اردو شاعری کی معروف ومشہور اور مقبول صنف سخن ہے اور یہ صنف اردو شاعری میں صدیوں پرانی نہیں ہے بلکہ ۲۴-۲۵ سالوں کی قلیل مدت یہ صنف سخن عالمی سطح پر پھیلے ہوئے اردو شعراء کے اظہار کا وسیلہ بنی ہوئی ہے اور اردو شعراء اسے حرز جاں بنائے ہوئے ہیں، جس کے پیش نظر اردو ہائیکو کا گرانقدر ذخیرہ اردو شعر وادب کی تاریخ کو درخشندہ کئے ہوئے ہے۔ ہنوز اردو ہائیکو نگار شعراء کا تخلیقی سفر جاری وساری ہے۔ یقین ہے کہ اردو ہائیکو کا حال جس قدر روشن ہے اس سے کہیں زیادہ روشن اس کا مستقبل ہوگا۔'' (۱)

اردو ادب کے غائر مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کچھ مروجہ اصناف نظم ونثر متروک ٹھہرا کر دامن ادب سے باہر ہو جاتی ہیں تو ان کی جگہ کچھ نئی ملکی اور غیر ملکی اصناف کی درآمد سے ادب برابر مالا مال بھی ہوتا رہتا ہے۔ قصیدہ، منقبت، مرثیہ، مثنوی، غزل اور واسوخت جیسی قدیم اصناف تو اب خواب وخیال ہو چکی ہیں۔ لیکن حالیہ چند دہائیوں میں نئی نئی شعری اصناف سے اردو زبان وادب کے سرمایے میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ ہندی ادب سے گیت دوہا، پنجاب سے ماہیا، فرانس سے ترائیلہ اور برطانیہ سے سانیٹ اور جاپان سے ہائیکو سین ریو تنکا رینگا جیسی مشہور شعری اصناف ہمارے سرمائے ادب کا ایک گرانقدر حصہ بن چکی ہیں۔

اس طرح سانیٹ انگریزی شاعری کی چودہ مصرعوں میں شاعری کی ایک مقبول اور پسندیدہ صنف سخن ہے۔ پروفیسر نادم بلخی کو اس صنف سے اردو شعراء کو متعارف کرانے میں اولیت حاصل ہے۔ ان کی سانیٹ کا مجموعہ چودہ طبق ۱۹۹۱ء میں قریب تین دہائیوں کی تاخیر سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ مجموعہ حمدیہ،

(۱) توازن ۲۷ ڈاکٹر فراز حامدی، کوکن اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۴

نعتیہ اور دعائیہ سانیٹ پر مشتمل ہے اس سے پہلے علیم صبا نویدی اپنا مجموعہ نور السمٰوات کے نام سے ۱۹۸۹ء میں شائع کر چکے تھے۔ اختر شیرانی جن کا وطن ٹونک راجستھان ہے یہ اپنے والد حافظ محمود شیرانی کے ساتھ لاہور میں بغرض تعلیم رہا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں انہوں نے اپنے سانیٹ کا مجموعہ شعرستان لاہور سے شائع کیا، جسے بلاشبہ اردو سانیٹ کا پہلا مجموعہ کہا جا سکتا ہے، جس کی انفرادیت مسلم ہے۔ پھر بھی پروفیسر نادم بلخی کے دور بینی لائق ستائش ضرور ہے کہ انہوں نے اردو شعراء کے بدلتے ہوئے رجحان اور رویہ کو سب سے پہلے محسوس کرتے ہوئے سانیٹ میں ان کے امکانات شاعری کے اشہب شوق کی اس طرف توجہ مبذول کرائی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ صنف اردو میں عروج پاتی رہی اور آج اردو میں اس کا وافر ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ سانیٹ کی طرح ہائیکو بھی ایک بدیشی صنف ہے، جس کا تعلق جاپانی شاعری سے ہے، جس کے احیا اور فروغ میں پروفیسر نادم بلخی پیش پیش رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے طبع زاد ہائیکوز کا مجموعہ ۱۹۹۸ء میں شائع کرایا تھا، جو یقیناً ذرا تاخیر سے شائع ہوا ہے۔ پھر بھی اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ترلوک کی اشاعت سے پہلے علیم صبا نویدی کے مجموعے ترسیلے ۱۹۸۶ء، شعاع مشرق ۱۹۸۷ء اور تشدید ۱۹۸۹ میں شائع ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر فراز حامدی کے ہائیکوز کا مجموعہ حالانکہ اسی زمانے میں حالانکہ مکمل ہو چکا تھا لیکن کن ہی نامعلوم وجوہ کی بنا پر ۲۰۰۸ء میں شائع ہو کر قبولیت حاصل کر رہا ہے۔

۱۹۹۱ء میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی صاحب نے منتخب ہائیکو کے نام سے ہند پاک کے ۴۵ مشاہیر ادو ہائیکو نگار شعراء کا اردو، ہندی، بنگالی اور انگریزی (چار زبانوں) میں ایک ساتھ ایک مجموعہ شائع کیا، جو بلاشبہ ہائیکو کے باب میں انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔

مندرجہ بالا ہائیکوز کی اشاعت سے پہلے پروفیسر محمد امین جنہیں پاکستان میں ہائیکو کا بنیاد گذار تسلیم کیا جاتا ہے، کا مجموعہ ہائیکو ۱۹۸۱ء میں شائع ہو چکا تھا اس کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے اس کا جلدی ہی دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۳ میں شائع کیا گیا۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد امین صاحب کے طبع زاد ہائیکو کا ایک اور مجموعہ ''اور ابھی انتظار کتنا ہے'' شائع ہوا۔ علاوہ ازیں ۱۹۹۴ء میں، مقبول نقش کا ''چشم خیال'' ۱۹۹۵ء میں، محسن بھوپالی کا

''منظر پہلی میں'' ۱۹۹۵ء میں، سہیل غازی پوری کا ہائیکو ۱۹۹۷ء میں ''آفتاب کا منظر سورج کے اس پار'' اور رئیس قمر کی ''تتلی'' ۱۹۹۸ میں، اظہر عباس کا ''سبز رتوں کا خواب'' اشاعت پذیر ہوئے۔

ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہونے والے ان مذکورہ مجموعوں کا اس لئے اس موقع پر راقم کی نگاہ میں ضروری ہے کہ ان کی روشنی میں ترلوک کی اشاعتی حیثیت مسلم ہو سکے اور پروفیسر نادم بلخی مصنف کتاب کی ہائیکو نوازی سے اردو کی نئی اور پرانی بستیاں واقفیت حاصل کرسکیں اس کے علاوہ طبع زاد ہائیکوز کی اشاعت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اردو ہائیکو کے اشاعتی دوڑ میں یورپین ممالک اور امریکہ میں مقیم اردو شعراء بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر برطانیہ میں قیام پذیر معروف شاعر ادیب صحافی ڈاکٹر ساحر شیوی کے طبع زاد ہائیکوز کا مجموعہ ''کوکن کی خوشبو'' ماہ مارچ ۲۰۰۲ء میں شائع ہو کر شرف قبولیت حاصل کر چکا ہے اور اس کتاب پر لکھے گئے مضامین اور تبصرے اور تاثرات وغیرہ جلدی ہی منظر عام پر آنے کی امید ہے اور موصوف کا مجموعہ ''کوکن کا مسافر'' کی ترتیب کار جمیلہ عرشی ہیں یہ ۲۰۰۵ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ ساحر شیوی کو ہائیکو نگاری میں کافی دسترس حاصل ہے ان کے ہائیکو کا مجموعہ ''نسیم کوکن'' طباعت کے مرحلے میں ہے۔ توقع ہے کہ انشاء اللہ شائقین ادب کے ہاتھوں میں پہونچے گا ساحر صاحب کو یہ مرتبہ اور فوقیت حاصل ہے کہ اس مہادیپ سے شائع ہونے والا ہائیکو کا یہ اولین مجموعہ ہے۔

ساحر شیوی کے علاوہ یوروپین ممالک کو ہائیکو سے متعارف کرانے کا کریڈٹ فرانس کے مشہور و معروف ادیب بال لوئیس شونٹو کو پہونچتا ہے، جن کی محنتوں اور کوششوں کی بدولت دیگر شعر و ادب کے ساتھ ساتھ اردو شعر و ادب میں بھی متعدد ہائیکوز معرض وجود میں آچکے ہیں اور اب بھی مشق سخن جاری ہے۔ ساحر شیوی کی ہائیکو سے وابستگی کا ایک اور ثبوت یہ بھی ہے کہ موصوف سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کے مدیر اعلیٰ ہیں اور اس کے مدیر سید معراج جامی جیسے نامور اور قد آور ہائیکو نگار ادیب اور ناقد ہیں، جو ہائیکو ورلڈ میں اپنی نمایاں شناخت قائم کر چکے ہیں۔ ساحر صاحب کا یہ رسالہ ہائیکو ورلڈ موضوعاتی رسائل کی تاریخ میں بلاشبہ

ایک اضافہ ہے۔

غرضکہ امریکہ جیسی اردو سے نابلد اور تازہ کار بستی اردو ادب کے ایک بڑے مرکز میں ابھر کر سامنے آرہی ہے گذشتہ چند سالوں سے اس سرزمین سے جڑے ہوئے اردو کے بے لوث خدمتگاروں کے لاتعداد شعری اور نثری مجموعے شائع ہو کر اردو کی تاریخ شعر وادب میں گرانقدر اضافہ کر چکے ہیں، جن کو عوام الناس سے خاطر خواہ مقبولیت بھی ملی ہے۔ غرضکہ یہاں پڑھنے لکھنے کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری وساری ہے۔

اردو زبان وادب کے فروغ اور ارتقاء میں برطانیہ کے اردو قلمکاروں کی خدمات لائق احترام ہیں یہ بات ساری دنیا کے قلمکاروں کے نہ صرف یہ کہ باعث مسرت ہے بلکہ باعث عبرت بھی ہے کہ برطانیہ کے اردو کے قلمکاروں کا ایک بڑا طبقہ ذوق شوق یقین واعتماد کے ساتھ اردو کی ترویج کے سلسلے میں آگے بڑھ رہا ہے بلکہ اس قافلے میں نت نئے مسافروں کے مزید اضافے سے اس ادبی سرگرمی یا ادبی مشن کو معنی خیز بنارہا ہے۔ ان قلمکاروں میں غزل گو بھی ہیں، افسانہ نگار، نظم نگار، ادیب و ناقد بھی، خاکہ نگار، سفرنامہ لکھنے والے، ماہیا نگار اور ہائیکو سے دلچسپی رکھنے والے شعراء بھی۔ ایسے نامور تخلیق کاروں میں ساحر شیوی، عاصی کشمیری، انور شیخ، محمود ہاشمی، عبدالغفار عزم، قیصر تمکین، رضا علی عابدی، مقصود الٰہی، شیخ اکبر حمیدی، آدم چغتائی، صابر ارشاد عثمانی، سید اعجاز نقوی، عادل فاروقی، عارف مرزا سلیم قریشی، سید حسن عطیہ خاں بانو ارشد گلشن گھنہ سلیم عالم، نور جہاں نوری، سوہن راہی، باقر مہدی، عارف نقوی، ثروت اقبال، چمن لال چمن، کنول نین، خالد یوسف، مسعود الحسن، سلطان الحق فاروقی، سید حسین شاہ وغیرہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

پاکستان کے قد آور ہائیکو کہنے والے شعراء نے اس صنف سخن کے فروغ و ارتقاء میں کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ ان میں محسن بھوپالی، مخمور جالندھری، قاضی سلیم، دلنواز دل شاہین فصیح ربانی، عبدالعزیز خالد سہ ماہی ہائیکو ورلڈ کے مدیر سید معراج جامی، امین راحت چغتائی، نصیر احمد ناصر، قمر ساحری، ڈاکٹر بشیر سیفی، پروفیسر ریاض احمد، پروفیسر سجاد مرزا، رفیق سندیلوی، فراست رضوی، علی محمد فرشی، انور فیروز، سیدہ حنا، حمایت علی شاعر وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان میں ہائیکو کے فروغ و

ارتقاء میں مظہر امام بلراج کومل، کرامت علی کرامت، شان الحق حقی، ساحل احمد، کرشن موہن، نینا جوگن، ششی بھوشن گپتا، سرشار بلند شہری، کاوش پرتاپ گڑھی، چراغ جے پوری، ڈاکٹر ولی چشتی، ڈاکٹر عبید حاصل، پروفیسر نادم بلخی، حنیف گنوری، ڈاکٹر فراز حامدی، پروفیسر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر ارشد کمال وغیرہ وغیرہ کے اسمائے گرامی ہائیکو خدمات کے سلسلے میں نا قابل فراموش ہیں۔

اس ساری بحث سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل امر نہیں کہ ہائیکو کی مقبولیت چار دانگ عالم میں روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے، اس ضمن میں یہ بات بھی لائق ستائش ہے کہ اس مختصر سی صنف نے پچیس تیس سال کی قلیل العمر میں دنیا کے ہر گوشے میں اردو کے قلمکاروں کا دل جیت لیا ہے، جو اس کے خوش آئند مستقبل کی ضمانت ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ عصر حاضر کی مصروف زندگی میں کسی کے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ طلسم ہوشربا، الف لیلیٰ، فسانہ آزاد، فسانہ عجائب، چہار درویش، فسانہ عبرت، گلشن نو بہار، طلسم حیرت، سروش سخن جیسی طویل داستانیں یا گلزار نسیم، سحر البیان، نقد روان، بہار عشق، فریب عشق وغیرہ جیسی مثنویاں پڑھ سکے۔ اس لئے آج کا انسان کم سے کم لفظ میں زیادہ سے زیادہ بات سمجھنے اور معنوی پہلو نکال سکنے کا خوگر ہو چکا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عام قاری کو ہائیکو کے ابہام یا ادھوری بات کی تہہ داریوں میں پہونچنے یا کما حقہ مطلب اخذ کرنے میں دشواری ہو کیونکہ ہائیکو میں شعراء لفظوں کا تانا بانا رمزیت اور ابہام سے تیار کرتے ہیں۔ لیکن ذی شعور قاری کو معنوی گہرائی کا احساس فوراً ہو جاتا ہے اور پھر اس سچ بات یہ ہے کہ کام بکثرت ہوتا ہے متواتر اور بار بار پڑھنے سے اس کے معنیٰ کے دروازے خود بخود کھلنے لگتے ہیں اور ابہام کی گہرائیوں تک رسائی ایک لازوال خوشی سے ہمکنار کرتی ہے کیونکہ جو مزہ طائر پر جھپٹنے میں عقاب یا شاہین کو حاصل ہوتا ہے وہ آشیاں میں بیٹھ کر کبوتر کا خون پینے سے نہیں حاصل ہوسکتا۔ اسی طرح جب قاری غور و فکر سے ہائیکو کی رمزیت، ایمائیت یا ابہام تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو یقیناً اسے وہ حظ ہوتا ہے، جو شاید سادگی بیان میں نہ ملتا۔ یہی ہائیکو کا وہ خاص وصف ہے، جس کی بنا پر وہ دن بدن مقبولیت عالم کی منازل سر کر رہی ہے۔

حرف آخر

ادھر کچھ برسوں سے اردوادب میں تین مصرعوں کی شاعری کی مقبولیت کچھ زیادہ ہی نظر آتی ہے۔ سہ مصرعی اصناف میں ثلاثی (مثلثی) ترویوی (تربینی) ماہیا اور اور ہائیکو کہنے کا چلن بڑھتا جارہا ہے، ان اصناف میں ثلاثی اورترو ینی کے اوزان یا بحر متعین نہیں ہوسکی ہے اس لئے اردوشعراء ثلاثی اورترو ینی مختلف اوزان میں لکھ رہے ہیں اردو ماہیا بھی شاعر داوزان میں لکھ رہے ہیں اسی طرح اردو ہائیکو بھی دومختلف اوزان میں رائج ہیں۔ان چاروں تین مصرعوں والی شاعری میں ہائیکواور ماہیا عالمی پیمانہ پرشہرت پذیر ہیں ہائیکوایک ودیشی (جاپانی) صنف سخن ہے یہ مختصر ترین صنف سخن پچھلے پچیس تیس برسوں سے اردو کا حصہ بنی ہے اردوغزل کی طرح ہائیکو کا دامن بھی بہت وسیع ہے۔اس میں غزل کی مانند ہرطرح کے مضامین، سفرحضر، شادی مرگ، رنج وغم، حسن وعشق، سیاسی، سماجی غرض کہ سبھی مضامین نظر کرنے کی گنجائش ہے۔غزل میں اور ہائیکو میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ غزل میں اگر ابہام ہوتو غزل ناقص اور اگر ہائیکو میں ابہام نہ ہوتو ہائیکو ناقص ہے۔ ہائیکو کا ابتدائی نام ہوکو **Hokku** تھا اور موجودہ نام ہائیکو **Haiku** ہے یہ صنف اب اپنے ثانوی نام ہائیکو سے ہی مشہور ہے۔جس طرح اردوغزل قصیدہ کی دین ہے اور جاپانی صنف ہائیکو جاپانی صنف سخن تنکا **Tanka** کی دین ہے، غزل کواردوشاعری کی آبرو کہا جاتا ہے اور اس سدا بہار صنف شعر کو عالمگیر حیثیت بھی حاصل ہے۔لیکن اردو ہائیکو کی مقبولیت اور عالمی حیثیت سے بھی انحراف ممکن نہیں ہے ادبیات عالم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس جاپانی شاعری کی افادیت اور انفرادیت مسلم ہے۔ پروفیسر رئیس علوی نے لکھنوی شاعری (دبستان لکھنؤ) کا جاپانی شاعری سے منصفانہ موازنہ کرتے ہوئے یہ پہلو اختیار کیا ہے

کہ ان کی کتاب ہندوستان اور جاپان دوستی کی بہترین مثال بن گئی ہے۔ جاپانی شاعر تنکا جو ہائیکو کا بنیادی کردار ادا کرتا ہے یہ صنف ۳۱ سیلیبلز پر مشتمل ہوتی ہے اس کے تین ابتدائی مصرعوں ۵+۷+۵/اوزان کے حساب سے ہائیکو کا نیا روپ سامنے آتا ہے لہٰذا زیادہ تر انہیں اوزان میں ہائیکو نظر آتے ہیں۔

ہائیکو صرف جاپانی شعراء اور ادباء یا دانشوروں کی کرم فرمائیوں کی رہین منت نہیں ہے بلکہ اس مختصر شعری صنف پر فرانس، پاکستان اور ہندوستان کے دانشوروں کی بھی کرم فرمائیاں شامل رہی ہیں۔ بلکہ اس مختصر ترین صنف شاعری پر فرانس اور انگریزی ادب کے قلمکاروں کی توجہ قابل لحاظ ہے۔ ان میں وہ لائق قدر عظیم قلمکار اور دانشوران ادب شامل رہے ہیں، جنہوں نے اس کی ترویج و ترقی میں اہم کردار نبھایا ہے۔ انہوں نے ترجموں کے وسیلے سے ہائیکو کو پرکھنے اور سمجھنے کی کوششیں کیں اور اپنے ذوق طلب و جستجو میں جو در بے بیش بہا ان کو ملے ان کو دوسری زبان کے دانشوروں تک پہونچانے کی بھی سعی بلیغ کی ہے۔

ہائیکو ادبیات عالم میں مختصر ترین صنف سخن ہے اور اس سہ مصرعی شعری صنف کا اردو دنیا نے نہایت تپاک اور گرمجوشی سے استقبال کیا اور اسے اردو روپ دینے کے ساتھ اردو مزاج بھی عطا کیا۔ پچھلے پچیس تیس سال کے عرصے میں اردو شعراء نے اس صنف پر خاص طور سے توجہ دی ہے، جس کے نتیجے میں لاکھوں ہائیکو وجود میں آئے ہیں اردو ہائیکو کے فروغ میں امریکہ کے اردو شعراء کی خدمات بھی لائق تحسین ہیں۔ دنیا کا یہ پہلا ملک ہے، جہاں اردو ہائیکو کے قدردان شعراء کی کثیر تعداد نظر آتی ہے اور یہاں کے شعراء نہایت انہماک سے اردو ہائیکو کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اردو شاعری میں ہائیکو کا خیر و مقدم تو ضرور دل و جان سے کیا گیا لیکن ایک عرصہ دراز تک یہ اوزان اور بحور کو لے کر تختۂ مشق بنی رہی۔ گذشتہ چند سالوں سے ہائیکو عموماً ۵+۷+۵/ارکان میں قلمبند کئے جاتے ہیں اردو ہائیکو کے سلسلے میں ایک خاص بات ضرور دھیان میں رکھنے کی ہے کہ اس کی دوسری ہیئت ۵+۷+۵/ارکان کی اور ردیف و قافیہ کا استعمال بلاشبہ اس کی کامیابی اور مقبولیت کی ضامن ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ ہائیکو ہر دور میں جاپانی شعراء کی عنایتوں اور نوازشوں کے سایہ پروان چڑھی۔

بقول ڈاکٹر فراز حامدی:

''اگر یہ کہا جائے کہ صرف ہائیکو ہی جاپانی ادب کی واحد صنف ہے، جس پر ہر جاپانی شاعر نے شفقتوں اور محبتوں کا اظہار کیا تو غلط نہ ہوگا۔'' انہیں محبتوں کا نتیجہ ہے کہ ہائیکو کے ذخیرہ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔

فرانسیسی ادیب پال لوئیس شوشو Paul Lois Couhou نے جاپانی شاعری کے رنگ و آہنگ سے سب سے پہلے متعارف کرایا۔ جاپانی ہائیکو کو ترجموں کے وسیلے سے عظیم مفکر اور شاعر آر ایچ بلائتھ R.H. Blyth نے ادبیات عالم کو روشناس کرایا اور تیرہ سو صفحات پر مشتمل ایسی گرانقدر کتاب لکھی، جس سے قلمکار ہائیکو کے بارے میں جاننے اور سمجھنے کے لائق ہوئے۔ ہائیکو کی تعریف کی بنا پر اس صنف سے متعلق اردو دنیا میں گذشتہ دس بارہ سالوں سے کچھ رسائل بھی شائع ہو رہے ہیں، جن کا عالمی سطح پر موضوعاتی رسائل کی صف اول میں شمار ہوتا ہے۔ ایسے رسائل میں ہائیکو ورلڈ سرفہرست ہے۔ اس سہ ماہی رسالے کے مدیران ساحر شیوی، لیوٹن ہڈس برطانیہ اور سید معراج جامی پاکستان ہیں۔ اس اعتبار سے اردو شعر و ادب کے ساتھ اردو صحافت بھی اردو ہائیکو کو سرفرازیاں عطا کرنے میں اپنا کلیدی رول ادا کر رہی ہے۔ ہائیکو کے فروغ میں پاکستانی شعراء کی ایک کثیر تعداد کی خدمات شامل رہی ہیں۔ ان میں سید معراج جامی، پروفیسر محمد امین کے اسماء سرفہرست ہیں۔ ہندوستان میں ہائیکو کے ارتقائی سفر میں اور ایک حد تک اس کے بنیاد گزاروں میں ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی، ڈاکٹر فراز حامدی اور پروفیسر نادم بلخی جیسے معتبر اور قدآور قلمکاروں کے نام شامل ہیں۔ پروفیسر نادم بلخی نے عروض کے موضوع پر اپنی کتاب تفہیم العروض لکھی، جو آج بھی علم عروض سے دلچسپی لینے والوں کیلئے ایک بے حد قیمتی تحفہ ہے۔ ان کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ہائیکو کے مروجہ اوزان پر غور و خوض کرتے ہوئے مزید اوزان حاصل کئے اور یہ اختراع انہوں نے ہائیکو کے قدیم اوزان ۵+۷+۵ صوتی ارکان کی دائرے میں رہ کر کی ہے۔

ڈاکٹر فراز حامدی کی ہائیکو نگاری میں راجستھان کی ثقافت جھلکتی ہے یہی ایک خوبی انہیں دوسرے

ہائیکو نگاروں میں ممتاز کرتی ہے۔ ڈاکٹر فراز کے شعری اسلوب میں دریاؤں کی روانی، ہواؤں کی لچک ہے وہ ہائیکوز کی ترنم ریزاداؤں کو ابھارنے کا ہنر رکھتے ہیں۔ ان کی ہائیکو نگاری اپنے تمام تر فکری رعنائیوں کے ساتھ دعوت فکر و نظر دیتی ہے۔ ان کے احساس کی شدت، جذبوں کی صداقت، موضوع اور مواد کی ہم آہنگی کے ساتھ روانی تسلسل اور نغمگی ان کے ہائیکوز کے محاسن ہیں ان کے ہائیکوز میں وہی سب بیان ہوتا ہے، جو ہمارے گردو پیش ہوتا ہے اس لئے ان میں جذبات سے زیادہ مشاہدات و تجربات کی کارفرمائیاں شامل رہتی ہیں۔ ڈاکٹر فراز صاحب زندگی کی سفاکیوں کے ذائقہ شناس ہیں اسی لئے اظہار کے خوبصورت انداز سے ان کے ہائیکو نئی معنویت کے ساتھ سامنے آتے ہیں اسی لئے دل پر اثر کرتے ہیں'' ز دل افتد بر دل ریزد'' والی بات ان کے ہائیکو پر صادق آتی ہے۔ ان کے ہائیکو میں ہائیکو کی صنفی روح وظیفہ حیات کو شعور و آگہی کو روشنی عطا کرتی ہے۔

ماخذات

۱-ادبی دنیا حمد و نعت-ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۲
۲-توازہ ڈاکٹر فراز حامدی-کوکن اردو رائٹرس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۴
۳-بیوی سے چھپ کر-سید معراج جامی بزم تخلیق ادب پاکستان کراچی ۲۰۰۳
۴-اسلم حنیف اردو زبان و ادب کا پہلا منفرد شاعر-ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۶
۵-کوکن میرا مہان-ساحر شیوی ماڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۰۷
۶-کوکن کا مسافر-جمیلہ عرشی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۵
۷-ڈاکٹر فراز حامدی مشاہیر ادب کی نظر میں-ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور ۲۰۰۶
۸-اردو کے ہمہ جہت قلمکار-رفیق شاہین ادبی دنیا پبلیکیشنز ۲۰۰۶
۹-یادوں کی سوغات-ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز ۲۰۰۸
۱۰-منتخب ہائیکوز-ڈاکٹر مناظر عاشق ہرگانوی ادبی دنیا پبلیکیشنز
۱۱-ڈاکٹر فراز حامدی-بحیثیت ہائیکو نگار ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور
۱۲-اردو ترقی پسند ادب کی تحریک-خلیل الرحمٰن اعظمی ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ ۲۰۰۲
۱۳-کوکن کی خوشبو-ساحر شیوی بزم تخلیق ادب کراچی ۲۰۰۲
۱۴-دیواروں کے کان-سید معراج جامی بزم تخلیق ادب کراچی ۲۰۰۵
۱۵-سہ ماہی شمارہ ترسیل اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸-ادبی دنیا پبلیکیشنز ۲۰۰۸
فرہنگ ادبیات
۱۶-اردو دوہا-ڈاکٹر فراز حامدی کوکن اردو رائڈس گلڈ نیروبی کینیا ۲۰۰۶

۱۷-کوکن کی سیر-ڈاکٹر فراز حامدی بزم تخلیق ادب کراچی۲۰۰۴
۱۸-یادوں کی سوغات-ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور۲۰۰۴
۱۹-ساحر شیوی حیات اور شاعری-عبدالرزاق وہاسکر کوکن اردو رائڈس گلڈ نیروبی کینیا۱۹۹۹
۲۰-کوکن کی خوشبو-ساحر شیوی بزم تخلیق ادب کراچی پاکستان۲۰۰۲
۲۱-نغمہ وحدت کا شاعر-ساحر شیوی ڈاکٹر مظفر حسن عاصی ماڈرن پبلشنگ ہاؤس دہلی۲۰۰۲
۲۲-خاک مدینہ-ساحر شیوی بزم تخلیق ادب کراچی ۲۰۰۵
۲۳-دوہے کوکن کے-ساحر شیوی ادبی دنیا پبلیکیشنز ۲۰۰۵
۲۴-اردو میں حمد و مناجات-ڈاکٹر یحییٰ نشیط
۲۵-قرآن شریف-پارہ ۷ سورہ الانعام
۲۶-الملفوظ حصہ-مولانا مصطفیٰ خاں مفتی اعظم ہند
۲۷-ماہنامہ نیا دور لکھنؤ مارچ-اپریل ۱۹۸۷
۲۸-لکھنؤ کا دبستان شاعری-ڈاکٹر ابواللیث صدیقی
۲۹-ماہنامہ المیزان-امام احمد رضا نمبر
۳۰-ماہیا رنگ-ڈاکٹر فراز حامدی
۳۱-عاصی کشمیری ہمہ گیر شاعر-ڈاکٹر فراز حامدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور۲۰۰۳
۳۲-آنسو آنسو برکھا-ڈاکٹر فراز حامدی دنیا پبلیکیشنز جے پور۲۰۰۳
۳۳-وادی کوکن کی سیر-ڈاکٹر فراز حامدی دنیا پبلیکیشنز جے پور۲۰۰۳
۳۴-خاک مدینہ-ساحر شیوی ادبی دنیا جے پور۲۰۰۵
۳۵-کوکن کی سیر-ساحر شیوی ادبی دنیا جے پور۱۹۹۹
۳۶-دونیم (اردو دوہے) ساغر جیدی ادبی دنیا پبلیکیشنز جے پور۲۰۰۲

Dr. Mohd. Naseem Khan
Reader
(Department of Urdu)
B.B.D.P.G.College Paruiya Ashram
Distt. Ambedkar Nagar (U.P.)
Conv., Department of Urdu
Dr. Ram Manohar Lohiya Awadh University, Faizabad
Add. Moh. Bazidpur, Nai Basti, P.o. Jalalpur, Distt. Amb. Nagar- 224149
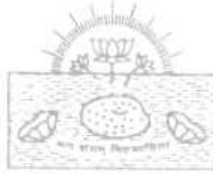
Ph.(05275) 263873
Mob. 9415661096
ڈاکٹر محمد نسیم خاں (ریڈر شعبۂ اردو)
بابا برواداس پی.جی کالج، پروپا آشرم، امبیڈکر نگر
کنویز (شعبۂ اردو) ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اودھ یونیورسٹی، فیض آباد

Ref.

Date......................

CERTIFICATE

This is to certify that Mr. Mohd. Haroon Siddiqui has completed his Ph.D. Thesis entitled "Urdu Adub Mein Haiku Nigari Ka Tanqueedi Wa Tahqueeqi Mutala" under my supervision. This is an original contribution and entirely his own work. Now it is recommended for the award of Ph.D. degree in Urdu.

Supervisor

Dr. Mohd. Naseem Khan
Head "Department of Urdu"
B.B.D.P.G. College Paruiya Asharam
Ambedkar Nagar

فہرست ابواب

URDU ADAB ME HAIKU NIGARI KA TAHQEEQI WA TANQEEDI MUTAALA

Thesis

SUBMITTED TO

DR. RAM MANOHAR LOHIA AVADH UNIVERSITY

FAIZABAD

FOR THE DEGREE OF

Doctor of Philosophy

IN

URDU

BY

Mohd. Haroon Siddiqui

Under Supervision of

Dr. Mohd. Nassem Khan

Head

DEPARTMENT OF URDU

B.B.D.P.G. COLLEGE PARUIYA ASHRAM,

DISTT. AMBEDKAR NAGAR

2009

اردو ادب میں ہائیکو نگاری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ. ڈی

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اودھ یونیورسٹی، فیض آباد (یو. پی)

پیش کردہ

محمد ہارون صدیقی

ریسرچ اسکالر

شعبۂ اردو

ڈاکٹر رام منوہر لوہیا اودھ یونیورسٹی، فیض آباد (یو. پی)

نگراں

ڈاکٹر محمد نسیم خاں

صدر شعبۂ اردو

بابا بروا داس پوسٹ گریجویٹ کالج

پروئیا آشرم، ضلع امبیڈکر نگر

۲۰۰۹ء